الحق المبین

بجواب

امہات المومنین

حصہ اول

مؤلفہ

جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب مصنف آب حیات ثانی تو...

تردید عیسائیاں سکن پنڈوریاں پوٹیاں ملکا... جہلم نمبر ۱۱

حسب فرمایش

منشی کریم بخش منیجر مفید عام پریس سیالکوٹ

سنہ ١٣١٧ھ

مطبوعہ مفید عام پریس سیالکوٹ

بار اوّل　　تعداد ۱۵۰۰　　قیمت ۸/

٨٦٦

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

جیبی مترجم حمایل شریف بامحاورہ جس کی نظیر ہفت اقلیم میں نہیں جس میں ۱۴ خوبیاں نمبروار پائی جاتی ہیں

(۱) تقطیع جیبی نہایت عمدہ اور موزون ہے یعنی ۵ انچہ لمبی ۳ انچہ چوڑی جو جیب میں باسانی آسکتی ہے - اور شایقین کلام مجید ہر وقت اپنے پاس رکھ سکتا ہے (۲) ترجمہ حمایل شریف بالمقابل صفحہ پر چھاپا گیا ہے - ایک صفحہ پر اصلی متن اور دوسرے صفحہ پر اسکا ترجمہ تاکہ ترجمہ و متن گیچ پچ نہ ہو جاوے - متن و ترجمہ نہایت صفائی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے (۳) صفحہ بصفحہ آیات کے نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ ترجمہ دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہو (۴) ہر صفحہ کے اخیر پہ آیت اور اسکا ترجمہ ختم ہوتا ہے جس سے آیت کے لئے قرآن شریف کا ورق الٹنا نہیں پڑتا یہ خوبی آجتک کسی مترجم قرآن شریف میں نہیں ہے (۵) عربی فارسی تحریر نہایت اعلی درجہ کی ہے بڑی ہی خوشخط رقم و خوش قلم حمایل شریف ہے (۶) ترجمہ جدید بامحاورہ زبان حال کے اردو کو موافق کر دیا گیا ہے - ترجمہ ایسا شایستہ اور لطیف ہے کہ خواہ مخواہ پڑہنے کو جی چاہتا ہے اور تمام مقدرات و محذوفات ترجمہ کو اندر خطوط وحدانی میں لکھدیئے ہیں جس سے تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے (۷) اس حمایل مقدس کے شروع میں سیپاروں اور سورتوں کی فہرست دیگئی ہے جس سے جھٹ سیپارہ اور سورت نکال سکتے ہیں (۸) شروع میں تمام قرآن شریف کے مضامین کی فہرست ہے جو واعظوں خطیبوں اور تمام مسلمانوں کے لئے نہایت کار آمد ہے - نماز زکوۃ صبر شکر وغیرہ تمام امور کے متعلق ایک ہی جگہ حوالہ لکھدیئے گئے ہیں نماز کا لفظ دیکھو اور قرآن شریف میں جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے تمام مقامات معہ حوالہ سورت و رکوع ایک منٹ میں دیکھ لو (۹) سوا اسکے تمام انبیا کا ذکر قرآن شریف میں جہاں جہاں آیا ہے انکی نسبت بھی ایک جگہ سارے حوالے لکھدیئے گئے ہیں ابراہیم یا نوح وغیرہ کا لفظ نکالو اور جہاں جہاں قرآن شریف میں انکا قصہ آیا ہے وہ سب مقامات دم بھر میں دیکھ لو (۱۰) کاغذ سفید نفیس ڈمی لگایا گیا ہے جس سے حمایل شریف کا حجم بھی اندازہ سے نہیں بڑہا (۱۱) جلد خالص سنہری مرصع کار نہایت سبک اور موزون کرائی گئی ہے اوسکے اوپر قرآن شریف کا لفظ اور لا یمسہ الا المطہرون سنہری مزین ہے (۱۲) باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت نہایت ہی کم یعنی مفصلہ ذیل رکھی گئی ہے قیمت بیجلد [illegible] قیمت مجلد معہ [illegible] خرچ ڈاک بذمہ خریدار (۱۳) پہلی دفعہ یہ حمایل شریف دو تین ماہ میں بالکل فروخت ہو گئی تھی اب طبع دوم میں لطیف لباس پہنکر پیش ہوئی ہے - شایقین نہایت جلد طلب فرماویں اور موقعہ ہاتھ سے نہ گنواویں ورنہ تیسرے ایڈیشن تک انتظار کرنا پڑیگا -

کل درخواستیں بنام محمد ابراہیم و محمد اسمعیل مالکان جنرل ایجنسی سیالکوٹ آنی چاہئیں

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کتاب **اُمہات المومنین** جو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب شایق عیسائی نے حال میں تالیف کی ہے۔ اس قدر **دلفریق**۔ **ناشائیتہ** اور دلآزار کتاب ہے کہ محض اسکی **خلاف تہذیب** اور **دلفریق** ہونے کی وجہ سے **اسلامی دُنیا** میں ایک زلزلہ برپا ہوگیا ہے۔ عیسائیوں نے اسلام اور بانئے اسلام کی مخالفت میں **کوڑیوں** کتابیں بنائی ہیں۔ لیکن ایسا **غوغا** کسی کتاب پر نہیں ہوا جس قدر اس ناپاک کتاب کی تصنیف پر ہوا ہے۔ مگر اُسکی وجہ یہہ نہیں کہ مصنّف اُمہات کی **منطق** ایسی زبردست یا **کتاب** ایسی لاجواب ہے جس کا جواب کسی مسلمان سے ہو نہیں سکتا۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ اُسکی **عبارت** نہایت **خلاف تہذیب**۔ **طرز** نہایت **گندی**۔ **پیرایہ** کمال **بھونڈا**۔ اور الفاظ بڑے **کرخت** ہیں جس کے دیکھنے کو بھی کسی غیور طبع مسلمان کا جی نہیں چاہتا۔ **مصنّف امہّات** نے جابجا اُس سید المطہّرین و امام المعصومین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس کے شان میں یزکّیہم و یعلّمہم الکتاب والحکمۃ (دنیا کو مقدس بناتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے) وارد ہے۔ **صریح الفاظ** میں گالیاں دی ہیں۔ اور سخت **ناشائستہ**

اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کتاب کا جواب دینے کیلئے بھی کوئی اسی ظرف کا آدمی ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر احمد شاہ شایق ہے۔ لیکن افسوس کہ بفحوائے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ھی احسن کے اسلام میں کوئی شخص اسقدر گندہ دماغ اور بدتہذیب نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف ہے۔ اگرچہ سنا گیا ہے کہ اس ناپاک کتاب کا جواب کئی اور صاحب بھی لکھ رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا سخت جوش اور اضطراب دیکھکر خاکسار نے ارادہ کیا۔ کہ بطور عجالۃ الوقت کے کسی قدر خامہ فرسائی کروں۔ تاکہ ان کا جوش اور اشتعال دھیما ہوجائے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر ہی اسکا **جواب** خاکسار نے ختم کردیا۔ اور پھر چھپنا شروع ہوگیا ٭

خاکسار کی مرضی تو پارسال ہی جواب لکھدینے کی تھی۔ لیکن ایک تو میں اس انتظار میں رہا کہ شاید کوئی اور باحمیت مسلمان اسکا جواب لکھدے تو خاکسار سبکدوش ہوجائے۔ اور دوسرے یہہ کہ کوئی ایسا بندوبست ہوجائے کہ اسکا جواب چھپواکر **مفت** شایع کیا جائے جس طرح پر کہ عیسائیوں نے مفت شایع کیا ہے۔ سو اگرچہ غریب مسلمانوں میں تو یہہ استطاعت کہاں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس قدر چندہ ہوگیا۔ کہ غربا اور واعظین کو یہہ کتاب مفت تقسیم کی جا سکتی ہے۔ سو جو لوگ مقتدا یا غربا واعظین سے ہوں۔ وہ ۱ر کا ٹکٹ بھیجکر نیچے لکھے ہوئے پتہ پر خاکسار مصنف سے منگائیں اور ذی استطاعت لوگ بقیمت ۸ر میاں کریم بخش صاحب مینجر مفید عام پریس سیالکوٹ سے طلب فرمائیں۔ فقط۔

خاکسار

غلام قادر از پنڈوریاں۔ ٹلک بار۔ چک نمبر ۱۲۲

سابق مدرس مشن سکول ظفروال مصنف کتاب آسمانی توپ و آسمانی کڑک وغیرہ

اس کتاب کے شروع میں تیمناً و تبرکاً مولوی محمد فیروزالدین فیروز ڈسکوی کی مسدس متضمن مدح قرآن شریف زیب اندراج کی جاتی ہے ٭

مُسدّس از فیروزؔ ڈسکوی

در مدحِ قرآن شریف

کلامِ پاک خالق کی عجب عظمت عجب شاں ہے | کہ مثلِ مہرِ تاباں چرخِ رفعت پر درخشاں ہے
نجومِ آسماں کی طرح ہر اک نقطہ رخشاں ہے | مثالِ کہکشاں ہر ایک سطر اسکی نمایاں ہے

جمال و نورِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کلامِ پاک ربانی ہے جگ میں گوہرِ یکتا | چمک میں آفتاب آسماں ہرگز نہیں ویسا
زمین و آسماں میں جگمگاتا نور ہے اسکا | ہر اک اک لفظ میں اسکے عیاں اللہ کا جلوہ

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

نہیں ایسا درختِ پُرثمر اک باغِ قدرت میں | جو خوشبو اس میں ہے ہرگز نہیں گلہائے جنت میں
یہ ہے اک پھول سے ہی بڑھ گیا خوشبو و نکہت میں | معطر ہو گئے سارے دماغ اس سے ہیں ساعت میں

بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے

کہیں حق کے گلستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز | کہیں اس باغ و بُستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس نیرِ تاباں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز | کہیں اس مہرِ رخشاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

زمیں پر کوئی ہو نورِ صداقت یا فلک پر ہو | نہ اس خورشیدِ تاباں سے کبھی وہ نور باہر ہو
حکیمانِ جہاں کا قول کوئی کتنا بڑھ کر ہو | کلامِ پاک رحماں کے نہ ہمپہ ہرگز وہ ہمسر ہو

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

بشر کتنا لگائے زور اور کوشش کرے کتنی
نہ اس کے قول کو نسبت کلامِ حق سے ہو اتنی

مدد کو وہ بلائے ساتھ اپنے سب جہاں کو بھی
کہ نسبت آفتابِ چرخ کو ذرہ سے ہو جتنی

ملایک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اسکی ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

نظر آتا نہیں قرآن سا نورِ نظر ہرگز
نظیر اسکی نہ کوئی لا سکے جن و بشر ہرگز

نہ ایسا چشمِ دل کو ہے کوئی کحل البصر ہرگز
نہیں دنیا میں ایسا چاند کوئی جلوہ گر ہرگز

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑی کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اسپہ آساں ہے

کلامِ حق کو کہنا افترا اور حیل اور جھوٹا
یہہ ایسا بول تمکو بولنا ہرگز نہیں زیبا

بلاشک ہے خدا کی عرش کو یہہ قول لرزاتا
کلامِ پاک کی تکذیب یوں کرنا نہیں اچھا

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

مقابل میں کلام اللہ کے کیا توریت کی شاں ہے
جو بیدِ بے ثمر ہے۔ اسمیں کیا طاقت تعجب کیا جاں ہے

یہ انجیلِ محرّف کب کلامِ حق کی شایاں ہے
تصرف ہے بشر کا اسمیں اور یہ قولِ رحماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہہ کیسا کذب و بہتاں ہے

معارف اور حقایق میں فقط قرآن ہے یکتا
خدا کی ذاتِ واحد کا نہیں جس طرح پر ہمتا

نظیر اسکی نہیں ممکن تصور میں کبھی اصلا
کلامِ پاک کا بھی کوئی ہمسر ہو نہیں سکتا

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

خدا کے پاک قرآں سے جو منہ پھیرا ہے تم سب نے
جو اس انجیل محرف کو کلامِ حق ہو تم سمجھے

جو وید و ژند کو مانو کلامِ حق جہالت سے | مخالف ہوگئے تم جو کلامِ پاک رحمان کے

یہہ کیسے پڑ گئے دلپر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

محبت میں ہوا قرآن کے **فیروز** دیوانہ | یہی کہتا ہے ہراک کو کہ ہو سچا یہہ پروانہ
ہراک کو چاہیے اس شمع کا ہو جائے پروانہ | نہ پروا اُسکی خلق کو جسکو ہو کچھ اِس کی پروانہ

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قربان ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نحمدہٗ و نصلی

مسلمانوں کا مسیح اور عیسائیوں کا مسیح

اس سے پیشتر کہ ہم مشہور دلازار کتاب **اُمّہات المومنین** نامی کا جواب تحریر کریں اپنے برادران اہل اسلام وغیرہ کی خدمت میں یہہ عرض کئے دیتے ہیں کہ اگرچہ ہمارا اصلی منشا تو بالکل **تحقیقی جوابات** دینے کا تھا۔ لیکن چونکہ جواب کی تکمیل **الزامی** اور **تحقیقی** دونو قسم کے جوابوں سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض طبایع کے لئے **الزامی جواب** ہی تسکین ہو جاتے ہیں اور ہے بھی یونہی کیونکہ جب ایک امر ایک فرقہ میں موجود ہونے کے باوجود عیب اور قبیح نہیں خیال کیا جاتا۔ تو دوسرے فرقہ میں وہی امر کیوں عیب اور قبیح خیال کئے جانے لگا اور محل طعن ہونے لگا اسی لئے ہمنے اس کتاب میں باوجود لازم پکڑنے **تحقیقی جوابات** کے جابجا الزامی جوابات بھی دیئے ہیں۔ تاکہ منصف مزاج طبیعتوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ جب وہی اسی قسم کی باتیں خود فرقہ مسیحیہ

موجود ہیں تو وہ سروں کے لئے وہ کس طرح محل طعن وعیب ہو سکتی ہیں۔ اور اپنا شہتیر ہوتے ہوئے دوسرے کا تنکا کیوں دیکھا جاتا ہے؟

مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں عیسائیوں کے مسیح کی نسبت ہوگا وہ سب بطور **الزام** کے اور اس مسیح کی نسبت ہوگا جسکو یہہ **محرف اور مبدل اناجیل** پیش کرتی ہیں۔ گویا **الزامی جوابات** میں یہہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کا **مسیح نہ ہوگا** بلکہ عیسائیوں کا مفروضہ مسیح ہوگا۔

اس بات کے اشتہار و اظہار کی یہہ ضرورت پیش آئی کہ جب انجیلی یسوع کی نسبت بطور الزام کچھ کہا جاتا ہے اور جیسا یسوع مسیح اناجیل مروجہ پیش کرتی ہیں جب انکی نسبت کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو **بعض مسلمان** جو فن مناظرہ سے واقف نہیں ہیں تو یہہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس جگہ حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کی گئی ہے۔

حاشا او رتوبہ کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے ادبی کریں۔ وہ ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ اور **اولو العزم** انبیاء میں سے ہیں۔ **وجیہا فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین** وہ دنیا و آخرت میں ذی عزت اور خدا کے خاص الخاص بندوں میں سے ہیں۔ انکی **والدہ مریم** بتول مطہرہ اور مقدسہ عورت تھیں جنکی عفت وعظمت کا اقرار ہر ایک مسلمان کا **فرض ایمانی** ہے۔ پس جو کچھ ہم اس کتاب میں مسیح کی نسبت تحریر کرینگے۔ وہ سب عیسائیوں کے مفروضہ اور خود تراشیدہ مسیح کی نسبت ہوگا۔ جسکو یہہ انجیلیں پیش کرتی ہیں۔ نہ حضرت عیسیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جو **مسلمانوں کے پاک اور مقدس** رسول ہیں۔ اور یہہ **فرق** ہر ایک مسلمان اور عیسائی کو یاد رکھنا چاہئے۔

خاکسار غلام قادر از پنڈوریاں تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ۔

الزامی جوابات

اُمہات المومنین کے دیباچہ کے صفحہ ۲ میں مصنف اُمہات الزامی جوابوں سے گھبرا کر یہ پیش بندی کرتا ہے کہ مسلمان لوگ معترضین عیسائیوں کے بزرگوں کی سوء اخلاقی دکھلا کر یہ ظاہر کرکے ستا چھوٹنا چاہتے ہیں کہ ہاں **میرا باپ کانا تھا تیرا بھی کانا تھا** یہ بات بالکل غلط ہے۔ الزامی جوابات کا فائدہ تو حضرت مسیحؑ بھی انجیل میں ظاہر فرما چکے ہیں۔ جہاں وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے **کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنے شہتیر کو نہیں دیکھتا**۔ یعنی جس بات کو انسان عیب سمجھتا ہے۔ جب اپنے اندر وہ شہتیر کے برابر عیب پاتا ہے۔ تو دوسروں کے تنکے سے (یعنی ادنیٰ عیب) کو انسان کیوں دیکھے۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جن باتوں کو **ڈاکٹر احمد شاہ** نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت منسوب کرکے قبائح اور معائب کی مد میں داخل کیا ہے۔ جب اس قسم کے باتیں بلکہ اس سے بڑھکر اس کے اپنے بزرگوں خصوصاً خدا کے بیٹے یسوعؑ اور یسوعؑ کے آبا و اجداد میں جو انبیاء اور رسول بھی تھے۔ پائی جاتی ہیں اور انکی نبوت اور شان میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ تو اس قسم کے اعتراضات **شایق صاحب** کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور دین اسلام پر نہیں کرنے چاہئے تھے۔ لیکن اُس نے غلط اور واہیات روایات کی بنا پر آنحضرت صلعم کی نسبت ایسے اعتراض کرکے حضرت مسیحؑ کے اس قول کی عمداً مخالفت کی۔ کہ **تم دوسروں کے تنکے کو دیکھتے ہو اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہیں کرتے**۔

شایق صاحب کی یہ مثال کہ اگر **میرا باپ کانا تھا تو تیرا باپ بھی کانا تھا**۔ یہ مثال مذہبی معاملات میں ٹھیک نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مذہبی معاملات میں کسی امر میں تشارک پایا جائے تو اس امر کو قبح اور عیب ہی کی مد میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ جو شخص اس قسم کے متشارک فی المذہب امر کو قبح اور نقص کی مد میں داخل کرتا ہے

اسکی اپنی عقل کا قصور اور فہم کا فتور ہے۔ اور تعجب ہے کہ وہ ایک خاص مذہب کو حق اور صادق
اور بے عیب قرار دیکر اور اُسے اختیار کرکے اُسکی بعض باتوں کو خود ہی نقائص اور معائب
کی مد میں داخل کرے ایسا کرنا تو بالکل اُسکی حماقت اور جہالت اور اپنے اختیار کردہ مذہب کو
آپ عیب ناک اور پُر نقص قرار دینا ہے۔ میرے خیال میں یہہ بات واجب اور نہایت
ضروری ہے۔ کہ جس وقت کوئی شخص دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے لگے۔ اُسے پہلے
یہہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہیئے مگر وہ اعتراض مجھپر تو وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر وہی اعتراض
خود اسکے اپنے مذہب پر بھی وارد ہو سکتا ہے تو پھر گویا اُس نے دوسرے مذہب کو عیبناک نہیں
بلکہ اپنے مذہب ہی کو اپنے منہ سے عیب ناک قرار دیا ہو۔ یہہ ایک انگریزی مثل ہے کہ جو لوگ شیش محل
میں رہتے ہیں اُنہیں دوسروں کی طرف پتھر پھینکنے میں پیش قدمی
نہیں کرنی چاہیئے۔ یہہ واقعی بہت عمدہ مقولہ ہے۔ دوسرے مذہب پر اعتراض
کرنے کے وقت اس بات کا ضرور خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ کہیں اس سے بڑھکر اعتراضات کے پتھر
وارد ہو کر ہمارے شیش محل ہی کے ٹوٹنے کا موجب نہ ہو جاویں۔

عیسائی یہہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اُن کے بزرگوں اور نبیوں نے کیا کیا افعال کئے۔ کسی نے
اپنی لڑکیوں سے زنا کیا۔ کسی نے اپنی بہو سے۔ کسی نے کوٹھے پر اپنے باپ کی جوروں سے زنا کیا۔ کسی نے
پرائی عورت سے زنا کیا۔ اُس عورت کو لینے کے لئے اُسکے خاوند کو قتل کرایا۔ اور عورت کو جبراً
چھین لیا۔ کسی نے نبی ہو کر محبت عورات میں بُت پرستی شروع کر دی۔ کسی نے بچھڑا پوجا کسی نے
کچھ کیا۔ کسی نے کچھ۔ خدا کے بیٹے کی دادیاں اور نانیاں زانیہ (یشوع ۲ باب۔ پیدائش ۳۸ باب
۲ سموئیل ۱۱ باب) عیسائیوں کا خدا باوجود مجرد ہونے کے غیر محرم بلکہ کسبی عورتوں سے پیار اختلاط کرتا اور
عطر ملواتا رہا۔ اُن کے گرد تشریف لیجاتا رہا۔ اب یہہ سب باتیں عیسائیوں کے دلوں میں ایسی کھٹکتی
ہیں کہ خار و خسک ہو کر چبھتی ہیں۔ وہ ان باتوں کا کچھ بھی جواب نہیں دیسکتے۔ کہ یہہ لوگ باوجود
نبی اور مقدس ہونے کے اس قسم کا گندہ چال چلن کیوں رکھتے رہے۔ جب بہتیرے عام لوگ
اس قسم کے گناہوں سے بری ہوتے ہیں تو خدا کے نبیوں اور مقدسوں اور بیٹوں کو کیا ہو گیا۔ کہ اُن میں
نور بصیرت بالکل نہیں رہا۔ اب ان باتوں کا جواب تو اگر ستر دفعہ جنم لے کر آویں تاہم عیسائیوں سے

کچھ بن نہیں پڑتا - اپنی عیب پوشی کی تدبیر صرف اسی میں دیکھتی ہے - کہ فلاں مذہب کے بزرگ پر طعن کریں - فلاں کی ہنسی اڑائیں - فلاں کے تنکے کو شہتیر بتائیں - بس انہی باتوں پر انکا گذارہ - اور انہی باتوں پر اُن کے دین کی اشاعت کا سہارا ہے - ورنہ یہ اپنے مذہب کی خوبی کوئی بھی نہیں دکھا سکتے - اور سچ ہے کہ جس مذہب میں خدائے واحد کو چھوڑ ایک کی جگہ تین خدا مانے گئے اور پھر تین ایک ہیں اور ایک تین میں تقسیم ہو گئے - اور تینوں یکساں ذات و صفات و خواص والے غیر محدود - اور پھر ایک کا ایک جس مذہب میں بیٹا ماں ہستی کا تماشا ہو - اس مذہب میں اور کسی خوبی کی کیا گنجایش ہے ؟

جس مذہب میں تقویٰ طہارت فضول شریعت پر عمل کرنا غیر ضروری - برائیوں سے بچنا نیکی کا کرنا سب لغو شریعت پر بھروسہ موجب لعنت ہے اس مذہب میں سوائے عیب بینی اور نکتہ چینی کے کوئی فضیلت یا صداقت تلاش کرنا بید سے پھل اور جھاؤ کے درخت سے انجیریں ڈھونڈنا ہے -

عیسائی لوگ یہ جانتے ہیں کہ انکا خدا اور ابن اللہ بڑا کھاؤ - اور شرابی آدمی تھا (متی ۱۱ باب ۱۹) معجزہ کے طور پر شراب بنا کر اُس نے پہلے پہل اپنا جلال ظاہر کیا - شراب کے نشہ میں ماں کی گستاخی کی (لوقا ۲ باب) باوجود مجرد ہونے کے وہ مریم مگدلینی سے محبت رکھتا - اور اُس کا شائق اور پیارا - غیر عورات سے مانوس رہتا تھا - اب وہ ان باتوں کا جواب ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے - کہ ایک شرابی - کھاؤ - مجرد آدمی باوجود صحبت عورات فاحشہ وغیرہ کے کس طرح پاک دامن اور عفیف رہ سکتا ہے - پیشر ہندی کے طور پر ان باتوں کے دفعیہ کی یہ سوجھی کہ حضرت رسول کریم صلعم پر یہ اعتراض کر دیا - کہ اُن کے نکاح میں چند ایک بیویاں تھیں اور اُمہات نے کسی وقت آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ ابتدا میں حضور کے ساتھ نکاح کی خواہاں تھیں - ورنہ اگر وہ غور کرتے - تو بخوبی سمجھ لیتے - کہ کیا وہ شخص جو معجزہ سے شراب بنا دینے والا - شراب کا پینے والا اور باوجود اس اُم الخبائث کے پینے کے اُٹھتی ہوئی جوانی کی اُمنگ اور نشہ کے ترنگ میں وہ اس امر کا زیادہ تر مستحق ہے کہ اُسکی نسبت ایک قیاس کرنیوالا آدمی قطعی طور پر یقین کرے کہ وہ چال چلن کا بد اور گندہ تھا یا اُس آدمی کی نسبت جس نے سا - ری عمر اس ام الخبائث کی صورت تک نہیں دیکھی - اور غیر محرم سے اُس کا اختلاط پایہ ہرگز ہرگز ثابت ہی نہیں - یوں عقیدت کے طور پر مسیح کو پاک پاک اور معصوم معصوم پکارنا ایک امر دیگر ہے جو محض خوش اعتقادی پر مبنی ہے - ورنہ ایک جوان مجرد - کھاؤ - اور شرابی آدمی کا غیر محرم اور فاحشہ جوان اور خوبصورت

عورات تک سے اختلاط رکھکر بدکاری اور بدچلنی سے مجتنب رہنا اس امر کو کوئی عقلمند باور نہیں
کرسکتا۔ انبیاء سابقہ کے دستور کے موافق بعض مصالح کی وجہ سے کسی ایک نکاح کرلینا اس امر کو
کوئی شخص بھی عیاشی قرار نہیں دے سکتا۔ لیکن ایک شخص کا شراب خوار ہو کر بیگانہ عورات سے اختلاط
اور اُن سے عطر ملوانا اس امر کی عیاشی ہونے میں کوئی ذی عقل آدمی بھی تامل نہیں کرسکتا
شراب خواری بہرحال کثیر الازدواجی سے بدرجہا بڑھکر بدچلنی اور عیاشی کا موجب ہے۔ پس **شایق صاحب**
کا اپنے یسوع کو معصوم قرار دینا اور اس سید المعصومین و امام المطہرین کو غیر معصوم قرار دینا محض اُنکی
اپنی عیاش طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

عیسائی لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ نبیوں کے جد امجد **حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ** اور
انبیاء بنی اسرائیل کے جد بزرگوار **حضرت یعقوبؑ** اور اُن کے یسوع مسیح کے آباء و اجداد
حضرت داؤد و سلیمان ۲ اور بے شمار انبیا کثیر الازدواج تھے۔ اور یہ کہ کسی نبی کو خدا
نے کثرت ازدواج سے نہیں روکا۔ بلکہ بہتوں کو برکت کا وعدہ دیا۔ پس اُن انبیا کی طرف سے تو کوئی
عذر صحیح نہیں کرسکتے۔ اعتراض سے بچنے کے لئے **سید الانبیاء حضرت محمد مصطفے**
صلعم کی کثرت ازدواجی کو محل اعتراض ٹھیرا کر اس آڑ میں اپنے تئیں بچانا اور چھٹکارا پانا چاہتے ہیں
جس قدر اعتراضات مصنف **امہات** نے آنحضرتؐ کے چال چلن اور ازواج
مطہرات پر کئے ہیں اگر اُن سب روایات سے کوئی مسلمان یک لخت انکار کردے تو مسلمانوں
کے لئے کیا حرج کیا نقصان[1] ہے۔ کیونکہ وہ روایات کلام ربانی نہیں بلکہ واہی تباہی روایات
کتابوں میں مندرج چلی آتیں اور اُن کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا۔ لیکن **ڈاکٹر**
احمد شاہ صاحب کے خدا اور ابن خدا کے چال چلن کی نسبت جو اُن کی مقدس کتاب (انجیل) سے
ظاہر ہو رہا ہے۔ **شایق صاحب** کو کہاں جرأت ہے کہ اُسکا انکار کرسکیں۔

---

[1] آنحضرت صلعم کی نبوت اور اصول و عقائد دین وغیرہ کے اثبات کے لئے قرآن شریف کافی ہے اور فروعی
اور فروعی مسایل کے لئے سلسلہ تواتر و تعامل کافی ہے۔ واہی تباہی روایتوں کے نہ ماننے سے
جن کا ماخذ (قرآن شریف و حدیث صحیح ثابت) میں کوئی پتا نہیں۔ مسلمان کا
کوئی ہرج نہیں ہے۔

تعجب کہ ایک شرابی اور کھاؤ پیو (متی ۱۱ باب ۱۹) کو شہوت پرست نہ کہا جائے۔ اور حضرت رسول کریم صلعم کی مقدس ذات کو جو محض اپنی کریمی اور سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے جو کی روٹی سیر ہو کر بھی بہت کم کھاتے بلکہ بارہا بھوک کے پیٹ پر پتھر باندھے رکھتے۔ اُن کو شہوت پرست کہا جاتا ہے۔ یہ بھی عجب تاریکی کا زمانہ ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم کی نسبت تو غلط اور غیر معتبر روایات کی بنا پر جنکا تسلیم کرنا ہمارے لئے فرض نہیں ہے۔ اور جو ہمارے لئے کوئی قرآن و حدیث نہیں تمنے اعتراضات کر دیئے اور اپنے خدا یسوع صاحب کی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ جس کی حالت بدرونے کے قابل ہے اور تمہاری مسلمہ مقدس کتاب انجیل جس کے چال چلن کا نقشہ اس طرح کھینچتی ہے کہ باوجود عین عالم شباب اور مجرد ہونے کے وہ ایک زانیہ عورت کو یہ موقع دیتا۔ کہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں ننگے سر اس سے ملکر بیٹھتی اور نہایت ناز اور نخرہ سے اُسکے پاؤں پر اپنے بال ملتی۔ اور حرامکاری کے عطر سے اُسکے سر پر مالش کرتی۔ اگر یسوع کا دل بدخیالات سے پاک ہوتا تو وہ ضرور ایک کسبی عورت کو نزدیک آنے سے منع کرتا۔ مگر ایسے لوگ جنکو حرامکار عورتوں کے چھونے میں مزہ آتا ہے۔ وہ ایسے نفسانی موقعہ پر کسی ناصح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے۔ دیکھو یسوع کو ایک غیرت مند بزرگ نے نصیحت کے طور پر روکنا چاہا۔ کہ ایسی حرکت کرنا مناسب نہیں۔ مگر یسوع نے اُس کے چہرہ کی ترش روئی سے سمجھ لیا۔ کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بیزار ہے تو حیلہ گروں کی طرح اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ کنجری بڑی اخلاص مند ہے ایسا اخلاص تو تجھ میں بھی پایا نہیں گیا۔ سبحان اللہ یہ کیا عمدہ جواب ہے۔ یسوع صاحب ایک زناکار عورت کی تعریف کر رہے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے۔ دعویٰ خدائی کا اور کام ایسے بھلا جو شخص ہر وقت شراب سے سرمست رہتا ہے اور کنجریوں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے پینے میں بھی ایسا اول نمبر کا ہے جو لوگوں میں اُسکا نام ہی یہی پڑ گیا ہے۔ کہ یہ کھاؤ پیو ہے اس سے کسی تقوے اور نیک بختی کی اُمید ہو سکتی ہے۔ ہمارے سید و مولا افضل الانبیاء و خیر الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تقوے دیکھئے۔ کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاکدامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں۔ بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے۔ مگر کون عقلمند اور پرہیزگار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھیگا

جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا۔ ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے - گویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لمبا کرکے سر پر عطر مل رہی ہے۔ کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور کالے کالے بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشا کر رہی ہے۔ یسوع صاحب اُس حالت ذوق و وجد میں بیٹھے ہیں۔ اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اسکو جھڑک دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ - کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت۔ اور شراب بنانے کا ہی معجزہ کرنے والا اور پھر مجرد۔ اور ایک خوب صورت کسبی عورت سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اسپر کیا دلیل ہے کہ اُس کسبی کے چھونے سے یسوع کی شہوت نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ ایسی حالت میں یسوع کے مُنہ سے یہہ بھی نہ نکلا کہ اے حرامکار عورت مجھ سے دُور رہ۔ بلکہ باتیں بنانے لگ گیا۔ اور اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا۔ اور یہہ بات انجیل سے ثابت ہے۔ کہ وہ عورت طوائف میں سے تھی اور زناکاری اسکی سارے شہر میں مشہور تھی۔ فتفکّروا یا اولی الالباب ٭

مصنّف اُمّہات کے ابتدائی اعلان پر ایک نظر

مصنّف اُمّہات المومنین نے اپنی کتاب کے شروع میں اعلان مشتہر کے ضمن میں اپنی اُس کتاب پر جو اُس کے گندہ دل اور گندہ طبیعت کا نتیجہ ہے۔ بڑا فخر کیا ہے اور ڈینگ ماری ہے کہ گویا یہہ رسالہ اور اسکی طرز بالکل جدید اور ایک شمشیر حدید ہے۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ یہہ کتاب ایک بڑا بھاری پتھر ہے جو مسلمانوں کے سر پر گرا (اُمّہات صفحہ ۱) اور کہ دارالاسلام میں کوئی مولوی موجود نہیں کہ اس کتاب کا جواب لکھ سکے (ٹائیٹل صفحہ ۲) بیشک وہ کرسچن جن کا تمام یہہ لیاقت صرف اسی حد تک ہے کہ مسیح کا پہاڑی وعظ پڑھ کر آسمانی بادشاہت میں یوحنا نبی بلکہ حضرت موسیٰ اور داؤد وغیرہ سے بڑھ جاتے ہیں (متی ۱۱ باب ۱۱) بعد تو ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کو واقعی ایک لوہے کا قلعہ سمجھے ہوں گے۔ اور ڈاکٹر صاحب کی اس ڈینگ اور تعلی سے بڑے خوش ہوگئے ہوں گے

کو واقعی ڈاکٹر صاحب نے یہہ رسالہ سنگلاخ قلعہ بنا دیا ہوگا اور شاید اس تعلی سے ڈاکٹر صاحب کا
پادریوں کے نزدیک منصب بھی بڑہ جائے لیکن جو لوگ اہل بصیرت ہیں اور عیسائیوں میں سے
بھی باخبر آدمی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بجز اسکے کہ یہہ رسالہ چند ایک عیسائی مصنفات اور
مسلمانوں کی اکثر موضوع و ضعیف روایات کا مجموعہ ہے جسکو مسلمان لوگ ایک آن میں رد کر سکتے
ہیں وہ ڈاکٹر شائق صاحب کے اس پہاڑ کی گھاس پھوس سے بھی زیادہ منزلت نہیں سمجھتے
چونکہ ڈاکٹر صاحب کی یہہ پہلی ہی تصنیف ہے اور اس میں اُنہوں نے ہمارے رسول کریم صلعم کو صریح الفاظ
میں گالیاں دی ہیں اور نہایت ہی بد تہذیبی اختیار کی ہے (جس کی حضرت مسیحؑ نے بھی ممانعت
کی ہے - اسی لیئے اُنہوں نے بوجہ مرض جہل مرکب کے جو اُنکی طینت میں مرکوز معلوم ہوتا ہے - یہہ سمجھ
لیا - کہ مسلمان تو ایسی گندی اور نفرتی کتاب کو دیکھیں گے ہی نہیں اور جواب تک کہاں نوبت
آئے گی - چلو شیخ چلی کی طرح بڑ ہانک لیں - اور پادریوں میں فخر کا تمغہ حاصل کر لیں -
ورنہ اہل بصیرت لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہہ ہی باسی باتیں ہیں جنکا جواب مسلمان بارہا دے چکے
ہیں تحقیقی اور الزامی ہر طرح کے جواب با صواب دیکر عیسائیوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے - کوئی نئی بات
اس میں نہیں ہے - پھر آگے آپ بڑے جوش میں آکر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکھاڑے میں
بیسیوں مرد میدان موجود ہیں جو معارضہ کر سکتے ہیں سخت افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو
اب تک یہہ بھی معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کا ناطقہ کہاں تک بند کر رکھا ہے کہ معارضہ تو
ایک طرف مسلمانوں کے سامنے وہ کھڑے تک نہیں ہو سکتے - باوجود اس بے سروسامانی اور عدم توجہی
اہل اسلام کے عیسائیوں کی طرف سے کوئی کتاب شایع نہیں ہوتی - جسکے کئی کئی جواب مسلمانوں کی
طرف سے شایع ہوتے ہوں - کاش اگر یہہ ڈاکٹر صاحب کتاب پیغام محمدی کے آخر میں کتب مناظرہ اہل اسلام
کی فہرست دیکھتے تو ایسی بڑ نہ ہانکتے - پادری عماد الدین و صفدر علی وغیرہ باوجود
قید حیات میں ہونے کے اپنی کتابوں کا جواب الجواب نہیں دے سکے اور منہ میں گھنگھنیاں ڈالکر
بیٹھ رہے ہیں -

سخت افسوس کی بات ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ باوجودیکہ مسلمان لوگ صدہا بار
ان باتوں کو رد کر چکے - الزامی و تحقیقی مفصل جوابات دے چکے - اسپر بھی ڈاکٹر احمد شاہ صاحب

کی تسلی نہ ہوئی اور پھر انہیں پرانے اعتراضات اور باسی باتوں کو اکٹھا کرکے پیش کر دیا۔

ہمیں اس کتاب کے مطالعہ سے یہاں تک معلوم ہوا ہے۔ اس کتاب میں کوئی جدت نہیں اور ڈاکٹر صاحب کا یہ دعوی کہ یہ رسالہ بالکل ایک نیا رسالہ ہو۔ صریحًا جھوٹ معلوم ہوتا ہے سب وہی اعتراضات ہیں جو پادری فنڈر۔ عماد الدین۔ صفدر علی وغیرہ وغیرہ کر چکے ہیں اور دندان شکن جواب پاکر دم بخود ہو چکے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

البتہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کمال ضرور کیا ہے کہ اُن متفرق اعتراضات کو ایک جگہ اکٹھا کرکے مسیحی سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کر لی ہے اور نام مشہور ضرور کر لیا ہے۔ جس سے امید ہو کہ عیسائی دنیا میں انکی کچھ عزت بھی ہو جائے اور کوئی منصب اعلی بھی نصیب ہو جائے۔ مگر اس مقدس رسول کو صریح الفاظ میں حرامکار اور زانی کہکر اور جا بجا گالیاں دیکر اور ہنسی ٹھٹول کرکے اپنی عاقبت بھی ضرور سنوار لی ہے جس کی جزا آپ کو قیامت کے دن خود اس احکم الحاکمین کے حضور میں ملیگی۔۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اس سے پیشتر اہل تشیع میں سے ہونگے۔ کیونکہ تبرا اور گالی گلوج اور کتب تواریخ کے رطب و یابس روایات کی بنا پر طعن اور مضحکہ انہی لوگوں کا کام ہے۔ اس سے پیشتر آپ کے تبرابازی اور سب وطعن کے صحابہ کرام تختہ مشق ہونگے۔ اب کہ آپنے نئی زندگی حاصل کی اور مسیح کی صلیبی موت اور لعنتی قربانی (گلتیوں ۳ باب ۱۳) پر ایمان لائے دین و ایمان سے فارغ ہوکر وہی تبرابازی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت شروع کر دی اور مسیح کے اس قول پر عمل کر دکھایا کہ دوسرے کا تنکا تو نظر آتا ہے پر اپنا شہتیر کسیکو نہیں سوجھتا۔

اس زمانہ میں عیسائیوں کا کچھ عجیب حال ہو رہا ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کیا کریں۔ اور دین عیسوی کے محاسن خلق اللہ کے سامنے پیش کرکے عیسائیت کی دعوت کریں۔ انکا سارا زور ساری طاقت اسی بات میں صرف ہوتی ہے کہ دیگر ادیان کے قبائح و نقائص بیان کیا کریں۔ دراصل وہ نقص ہوں یا نہوں مگر انہوں نے یہ ٹھیکہ ضرور لے رکھا ہے کہ دوسرے کی خوبیوں کو بھی نقائص کے پیرایہ میں ظاہر کریں اور محاسن کو بھی قبح کی شکل میں دکھائیں۔

اپنا شہتیر انکو کبھی نہیں سوجھتا پر دوسروں کا تنکا دیکھنا ضرور ہے۔ اگر کسی مذہب کی آسمانی کتاب
میں کوئی نقص نہ بھی ملے تو اُن کے مذاہب کی رطب ویابس روایات ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان میں سے
نقائص نکال نکال کر پیش کر دیتے ہیں کاش ایسے لوگ اگر اپنے دین کی خوبیاں لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے
تو کس قدر خوبی کی بات ہوتی۔ لیکن ان کو تو خدا کی خودکشی نے ایسا دلیر کر رکھا ہے۔ کہ اب
انہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ عقبے کا ڈر۔ نیک اعمال کی تو انہیں ضرورت نہیں۔ گناہ سے
بچنے کی حاجت نہیں۔ اُن کے گناہ اور خطا۔ خدا کا مظلوم بیٹا مسیح مصلوب پہلے ہی اُٹھا چکا
اب جو چاہیں بکے جائیں۔ جتنا چاہیں کوسیں۔ کوئی پوچھنے والا اور حساب لینے والا نہیں
ورنہ اگر یہ لوگ غور کرتے اور اپنے عقل خدا داد سے کام لیکر تدبّر کو کام فرماتے تو بخوبی سمجھ
لیتے۔ کہ وہ مذہب جس میں خدا خود کنواری کے پیٹ میں گھس گیا روح القدس سے وہ بیچاری
حاملہ پائی گئی خدا کا بیٹا عام لوگوں کی طرح نو ماہ تک خون حیض کھاتا رہا۔ اور پھر مدت معہود کے
بعد مکان مخصوص سے برآمد ہوا اور اُس کے بعد ساری عمر کھاتا۔ پیتا۔ بول براز کرتا۔ فاحشہ عورتوں سے
عطر ملواتا۔ عورتوں سے پیار کرتا۔ یہودیوں کے ڈر کے مارے چھپتا اور بھاگتا رہا۔ اور بالآخر یہودیوں کے
اعتقادات اور انبیاء سابقہ کے تعلمات کے بالکل برخلاف خدائی کا دعوی کر کے کفر کے جرم
میں ہلاک ہو گیا۔ طمانچے اور کوڑے کھائے اور بالآخر صلیب پہ چڑھ کر مر بھی گیا۔ لعنتی بھی کہلایا
اور تین دن دوزخ کی بھی ہوا کھائی اور اس حد تک ذلت اور بے عزتی اُٹھائی کہ خدا دشمنوں
کے بھی نصیب نہ کرے۔ خدا مانا جا رہا ہے۔ اُسے دوسرے پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل
ہے۔ لیکن سچ ہے ایسے ڈھیٹھ لوگوں کے پاس شرم بھی نہیں پھٹکتی۔ اگر خدا کے بیٹے کی خودکشی
نے ان کو گستاخ اور دلیر کر دیا۔ تو بارے دنیا ہی کی شرم اُنہیں دامنگیر ہوتی۔ کہ ایسی لایعنی بکواس
نہ بکتے۔ لیکن یہ لوگ تو پولوس کے اس اصول کے موافق کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے۔ ہر
ایک گناہ و جرم۔ طعنہ زنی۔ عیب بینی۔ نکتہ چینی۔ لعنت ملامت کو شیر مادر کی طرح حلال و جائز
سمجھے بیٹھے ہیں اور کوئی جرم اور گناہ اُن کو ضرر نہیں کر سکتا۔ تقوے۔ طہارت۔ سچائی۔ اور انصاف کو
بالکل چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ورنہ اگر ان لوگوں میں کچھ بھی انصاف ہوتا تو اس بات میں اچھی طرح تدبر اور
غور کر لیتے کہ جن کے مذہب کی اپنی مقدس کتاب میں یہاں تک گل کھلے ہوئے ہیں کہ اسکے پیغمبر

اور بزرگ نہ صرف کثرت ازدواج کے پیرو رہے۔ بلکہ خاص اپنی بیٹیوں سے زنا کرتے رہے (پیدائش ۱۹ باب ۳۰-۳۸) اعمال پر بھی اُنکا فعل ناپاک نہ سمجھا گیا۔ بلکہ راستبازی کا نمونہ قرار دیا گیا (تمیم دوم پطرس ۲ باب ۷) پھرتے پی پی کرنشہ کی حالت میں مادر زاد برہنہ ہوتے رہے (پیدائش ۹ باب) اپنی بیویوں کو بہن کہتے رہے (پیدائش ۲۱ باب ۱-۱۶) اور پھر اپنی بہنوں سے مقاربت روا رکھتے رہے (پیدائش ۲۶ باب ۷) اپنے باپ کی حرموں سے (یعنی ماؤں سے) زنا کرتے رہے (پیدائش ۳۵ باب ۱۲) ایسی قسم کے لوگوں کو دیگر مذہب پر اعتراض کرنیکا کیا حق حاصل ہے۔

اُن کے خدا کے بیٹے کے دادا یہودا ابن یعقوب نے اپنی بہو تامار سے زنا کیا جس کے نطفہ مبارک سے فارص ولد الزنا پیدا ہوا جس کی نسل مقدس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا خدا اور خدا کا بیٹا یسوع پیدا ہوا (پیدائش ۳۸ باب ۱۴) (لوقا ۳ باب ۱) اُن کے خداوند یسوع کے سرتاپیہ قوم نازدہ اجناب داؤد نے اوریا کی عورت سے زنا کیا اور پھر اُس کے خاوند کو قتل کروا کے اُسکی عورت کو گھر میں ڈال لیا اور نہ اُس سے نکاح کیا نہ کوئی مہر باندھا۔ بلکہ نعوذ باللہ ہمیشہ اُس سے زنا کاری کرتا رہا اور اُس زانیہ عورت سے حضرت سلیمان ہوئے۔ جس کی مقدس نسل سے عیسائیوں کا خدا پیدا ہوا (۲ سموئیل ۱۱ باب ۴) اور اگرچہ معمولی طور پر بائیبل میں اس کے آگے لکھ رکھا ہے کہ حضرت داؤد کا یہ فعل خداوند کی نظر میں بُرا ہوا لیکن اُسکا کچھ اعتبار نہیں بلکہ یہ فقرہ کسی دیندار کی طرف سے پیچھے ملایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ داؤد نے تو کبھی شرارت کر کے خدا سے مُنہ نہیں موڑا اس کے سارے حکم اُسکے زیر نظر رہے۔ وہ بدکاری سے باز رہا اُس نے خداوند کی راہوں کی محافظت کی اور ہمیشہ وہی کیا جو خداوند کی نگاہ میں اچھا تھا (دیکھو زبور ۱۸ باب ۲۱) (۲ سموئیل ۲۲ باب ۲۲) (لوقا ۳ باب ۲۶) پس یقیناً داؤد کا یہ فعل (زنا) خداوند کی نظر میں بھلا تھا جس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا شرمانا بالکل فضول ہے (امہات صفحہ ۱۱۹) کیونکہ خدا تو اس فعل کی تقدیس و تحسین کر چکا۔ اور اُسی عفیفہ روزگار سے ڈاکٹر صاحب کا خدا پیدا ہوا۔

پھر عیسائیوں کے خدا کے جد امجد داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے اپنے باپ سے باغی

ہوکہ اپنے باپ کی باندیوں سے قصر کی چھت پر خیمہ کھڑا کرکے زنا کیا (۲ سموئیل ۱۶ باب ۲۰-۲۳) ہوسیع نبی کو عیسائیوں کے خدا نے آپ ایک فاحشہ عورت سے محبت رکھنے کا پاک حکم دیا (ہوسیع ۲ باب ۳) عیسائیوں کے داود اسلیمان نے جو مہبط وحی اور خدا کے برگزیدہ نبی تھے (۱ سلاطین ۶ باب ۱۱) (۱ تواریخ ۲۰ باب ۵-۶) ہزار جورواں رکھیں اور آخر اپنا ایمان بھی جوروؤں کی نذر کیا۔ محبت عورات میں بت پرستی کرکے اپنے خدا کو بھی چھوڑا (۲ سموئیل وغیرہ) عیسائیوں کا خدا آپ صیہون کی بیٹیوں کی چاندلوں کو گنجی کرڈالنے اور انکی اندام نہانی کو اُگھاڑنے کا شایق (یسعیاہ ۳ باب ۱۷) بلکہ نقاب اُتار اور ٹانگ ننگی کراکر بدن کو بھی ننگا کرنے کا عاشق (یسعیاہ ۴۷ باب) صور کی گردن کش اور شوخ چشم رنڈیوں کو خرچی لینے پر بھارنے والا اور اُس خرچی کو اپنے لئے اور اپنے پاک بندوں کے لئے مقدس قرار دینے والا (یسعیاہ ۲۳ باب) حزقیل نبی کو انسان کے گوہ سے روٹی پکا کر کھلانے والا (حزقیل ۴ باب ۵-۱۲) ما در زاد ننگا پھرنے کو اعلے تہذیب کا نمونہ قرار دینے والا اور اس فعل کا شائق (یسعیاہ ۲۰ باب ۱۵) بنفس نفیس ٹھنڈی باغوں میں پھرنے کا شایق (پیدایش ۳ باب ۱۸) انسان کے بنے ہوئے برج بابل کو دیکھنے کے لئے اُترنے والا (پیدایش ۱۱ باب ۴) اور ساری حسد اور رشک اور ڈر کے بولیوں میں اختلاف ڈالنے والا (پیدایش ۱۱ باب ۴) اور یعقوب سے کشتی لڑنے والا اور اسکی ران کو لنگڑا کردینے والا جس کی یادگار میں بنی اسرائیل ران کے پٹھے کی نس نا حال نہیں کھاتے (پیدایش ۳۲ باب) ڈاکٹر احمد شاہ کے خدا کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند جس کے ساتھ بنی اسرائیل نے کھایا پیا۔ (خروج ۲۴ باب ۹) بلکہ سنگ یشب اور عقیق کی مانند (مکاشفات یوحنا ۴ باب ۲) یوسف کی جورو روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۶) خدا کا ایک جزو کبوتر بلکہ شعلہ آتش کی مانند (متی ۱ باب اعمال ۲ باب) سبت کے حرمت کو ذاتی غرض کے لئے توڑنے والا (انجیل ۱۲ باب) مجردی کی حالت میں مرتھا اور اُس کی بہن کو پیار کرنے والا بلکہ بہتیری عورتوں سے خدمت لینے والا (متی ۲۷ باب) فاحشہ عورات کے مال اور خرچی سے فائدہ اُٹھانے والا (لوقا ۸ باب ۳ لوقا ۷ باب ۳۹) بلکہ ایک کنجری کے بدن سے بدن لگانے والا اور عطر ملوانے والا (متی ۲۶ باب لوقا ۹ باب ۴) پرلے درجہ کا عہد شکن (شمار ۱۴ باب ۳۴) بلکہ ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے

انسان کو پیدا کر کے پچھتانے والا (پیدائش ۶ باب ۶) اور کام کرتے کرتے تھک جانے والا (خروج ۳۱ باب ۱۷)

پس جس مذہب کے پیشواؤں۔ مقدس نبیوں۔ خود خدا کے بیٹے کا یہہ حال ہو۔ وہ کیا منصب یا کیا حق رکھتے ہیں۔ کہ دوسرے شخص پر کسی قسم کا بھی کوئی اعتراض کر سکیں۔ سخت افسوس اور بڑے ہی تاسف کی بات ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اسلام جیسے مقدس مذہب کو سلام کر کے ایسے مذہب میں مل گئے۔ جس کے انبیا۔ بلکہ خود خدا کے دادا اور دادی شریف اُن کو شرماتے ہیں اور شرم کے مارے اُن کو سر نہیں اُٹھانے دیتے۔ اور اصل تو یہہ ہے کہ جس مذہب میں ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہو اُس سے بدتر مذہب اور کیا ہوگا اور اس مذہب کو تو کسی پر کسی قسم کا اعتراض کرنے سے سخت شرمانا چاہیے۔ اور آپ کا یہہ شعر ؎

سننے سمجھنے کو بات حق نے دیئے گوش ہوش | حق بطرف جب کے ہو آج نہ ہو کیوں خموش

اول تو آپ کی لیاقت علمیہ اور مہارت عروضیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جو تقطیع و صحت الفاظ اور لغات کے رو سے بالکل غلط اور واہیات ہے اور آپکی جہالت کو طشت ازبام کرتا ہے اور دوسرے یہہ کہ مسلمانوں کو خدا نے گوش حق نیوش عطا فرمائے ہیں اور وہ عیسائیت کی لغویت کو اچھی طرح ظاہر کر چکے اور دین مسیحی کو پاؤں میں لتاڑ چکے ہیں۔ پس آپکی یہہ تعلی بالکل فضول ہے کون مسلمان ہے جس کے گوش ہوش اسبات کو حق سمجھ سکیں کہ تین خدا بالکل ذات و صفات میں ایک دوسرے کے مساوی اور پھر تینوں ایک ہوں۔ اور پھر تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو یہہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہر شخص اپنے اعمال کا آپ جواب دہ ہے۔ کسی کا پھانسی پانا اور وہ بھی جرم کفر میں (تین خدا کہلا کر) دوسرے کے گناہوں میں کچھ خفت نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کی بیماری دوسرے شخص کے سر پھوڑنے سے کبھی نہیں جا سکتی۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو نہیں جانتا۔ کہ دنیا گناہ کرے اور مسیح سزا اُٹھائے۔ ناحق خصم کرے دوہتا جیٹھ بھرے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور یہہ امر عقل و نقل اور نظام فطرت کے بالکل برخلاف ہے۔ اور پھر کون مسلمان ہے جس کے گوش حق نیوش اسبات کو نہ سمجھ سکتے ہوں کہ مسیح کے سارے احکام جیسے مال کا بالکل جمع نہ کرنا۔ کل کی فکر نہ کرنا۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی ادھر کرنا وغیرہ احکام محض نمائشی اور بالکل ناقابل التعمیل ہیں۔ جس پر کبھی کسی نے عمل کیا نہ کبھی کوئی کر سکتا ہے دربغوائے ہاتھی کے

دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ دنیا کے تمام عیسائیوں کا ہمیشہ اس کے برخلاف عمل رہا ہے۔
اور پھر کون مسلمان ہے جو یہ بات نہیں سمجھتا۔ کہ عیسائیوں میں تقویٰ (گناہوں سے بچنا) اور طہارت
(نیکی کرنا) اور اعمال حسنہ بالکل فضول قرار دئے گئے ہیں۔ اور نجات محض ایک اسی بات کی
تسلیم پر ہے۔ کہ مسیح ہماری واسطے مصلوب و ملعون ہوا۔ پس اب سے چھوٹے۔ نہ نیکی کرنے
کی ضرورت ہے نہ بدی سے بچنے کی حاجت۔ ساری شریعتیں لغو سب احکام ناقابل التعمیل
نیکی بدی محض نمائشی ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب ×

لالچی عیسائی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ میں نئے عیسائیوں کی نسبت لکھا ہے۔ کہ
وہ ٹکڑا کھانے کے لئے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسپر مصنف امہات بہت بگڑا ہے اور سخت
پیچ و تاب کھایا ہے اور اس غصہ میں لورپول کے نومسلموں کو دین فروش کا خطاب دیا ہے۔
مگر مسلمانوں پر ایسا غصہ آپکا بالکل بیجا ہے۔ آپ کی تو انجیل ہی سے اظہر من الشمس ہے کہ شروع سے
عیسائی مذہب کی بنا لالچ اور طمع پر ہے۔ اور سارے عیسائی اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں کہ عیسیٰ کے ابتدائی
پیرو محض طمع اور لالچی تھے جو محض دنیاوی لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ سر ولیم میور صاحب
صاف اپنی تواریخ کلیسیا میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے حواریوں کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور
فائدوں کی امید میں لگا ہوا تھا۔ مسیح کے گرفتار ہونے ہی سب فرنٹ ہوگئے۔
پس اگر انجیل کا یہ مقولہ ٹھیک ہے کہ شاگرد اپنے اُستاد سے بڑا نہیں ہوتا تو یہ عیسائی لوگ
حواریوں سے کس طرح بڑھ سکتے ہیں۔ انکا ایمان بھی ضرور لالچ اور طمع دنیاوی پر مبنی ہونا چاہئے۔ اور ہے
بھی ایسا ہی۔ یہ ہزارہا چوہڑے چمار جنکو دام فریب میں لا کر پادری لوگ عیسائی بنا رہے ہیں۔ اسکا
اصلی سبب لالچ نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ سینکڑوں پادری جو ہزاروں روپیہ تنخواہ پاتے ہیں اور
بنگلوں میں مزے اُڑاتے ہیں اگر دنیاوی غرض سے نہیں تو اور کونسی بات انکو اس بات کی طرف برانگیختہ
کر رہی ہے۔ آج ہی سب کی تنخواہیں مسدود کر دی جائیں۔ پھر کوئی شخص مسیح کا سچا منادی رہ جائے۔

تو ہم مانیں۔ اگر مصنف کا یہ دعوی صحیح ہے کہ مسیحی صرف روٹی کما کر کھانے کے واسطے بپتسما نہیں
لیتے اور فی الواقعہ سچے دل سے عیسائی ہوتے ہیں تو مصنف اسکا تجربہ کر دیکھیں۔ چھ ماہ کے لئے مشن کا
کل کام بند کرا دیویں اور سب پادریوں اور کیٹی کیسٹوں اور مشن ہسپتالوں کے ڈاکٹروں کو یکقلم موقوف کرادیں
پھر اگر عیسائی عیسائی رہجاویں۔ تو کل دنیا جان لے گی کہ عیسائی روٹی کے واسطے عیسائی نہیں
ہوئے۔ اگر مشن بند نہیں ہو سکتی تو خود ہی مشن کی نوکریاں چھوڑ کر سرکاری ملازمتوں کی تلاش اور
تجارت و زراعت کرکے دکھاویں کہ وہ سچے عیسائی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ سچے عیسائی ہی نہیں وہ
کیونکر ایسا کرینگے۔ اچھا کچھ نہ کرو۔ اسقدر ہی **اعلان** کردو۔ کہ عیسائیوں پر بڑا اعتراض اور الزام ہے
کہ وہ روٹی کمانے کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسلئے **مشن اعلان** کرتا ہے۔ کہ آیندہ جو
عیسائی دین میں داخل ہونا چاہے۔ وہ سچے دل سے ہو۔ اور روٹی و مشن کی غرض سے نہ ہو۔ کیونکہ مشن
کی طرف سے اسکی پرورش نہ ہوگی۔ پھر اگر کوئی عیسائی ہو گیا۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ مولوی صاحب کا قول
جھوٹ اور پادری صاحب سچے ہیں۔

اجی میاں تم دوسرے کرسچنوں کو کیا کہتے ہو۔ اور تو اور تمہارے فخر مولانا مولوی عماد الدین
صاحب بھی محض طمع دنیاوی سے یسوع پر ایمان رکھتے ہیں اور آپکے بھائی بند ہی اسکا اقرار کر رہے
ہیں۔ چنانچہ پادری صاحبوں کے **شمس الاخبار** مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنؤ ۱۵ - اکتوبر سنہ ۱۸۷۵ء
نمبر ۱۵ جلد ۷ میں لکھتا ہے کہ نیاز نامہ جسکے مصنف **صفدر علی** صاحب ہیں عماد الدین کی تائید
لفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہوں اور اگر گذشتہ کی مانند پھر بند رہا۔ تو اس شخص کی بدزبانیوں
اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا۔ جب ان کو یا ہر پندرہ روپیہ کو بھی کوئی نہ پوچھے اور مشن سے ستر روپیہ ماہواری
اور کوٹھی ملے جسکے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولھو بھی بنا لیں ایسے لالچیوں کو کیا
کہنا چاہئے۔

اب آپ کو یقین آیا یا نہیں کہ عیسائی محض طمع دنیاوی سے ایمان لائے ہوئے ہیں اور سچا
ایمان دار ان لوگوں میں النادر کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔ اور اخبار **نور افشاں** مطبوعہ ۱۲
فروری سنہ ۱۸۷۸ء نمبر ۷ جلد ۴ میں بحوالہ نیشنل پیپر کلکتہ لکھا ہے کہ گو پادری اعلیٰ حکام کی مدد سے
کچھ ہی کریں دین عیسوی کا تنزل ہو رہا ہے تو عیسائیوں کا شمار از بس کم ہوتا جاتا ہے۔ اور

سچ تو یہ ہے کہ کبھی کبھی رذیل خاندان کی کوئی بیوہ اس گروہ میں شامل ہو جاتی ہے ان باتوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دین عیسوی میں ضعف آتا جاتا ہے۔ اخبار ڈومنس فرماتے ہیں کہ ہم یہ خبر اپنے ہندوستانی دوستوں کو سناتے ہیں کہ اب ان کو دین عیسوی کے روکنے کے لئے کچھ بیہودہ جہد کرنے کی ضرورت نہیں انکی کوشش بے فائدہ ہونگی۔ اسلئے کہ دین عیسوی پر تنزل کا فتویٰ ہو گیا۔ خواہ پادری صاحبان کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ اس ملک میں کچھ تاثیر نہ ہوگی۔ پس انہیں دی کرنے اور لوگوں کو سنانے دو۔ اہل ہند کے لئے کچھ اندیشہ کا مقام نہیں۔

مصنّف اُمّہات کے دیباچہ پر ایک نظر

تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہب کی اصل کتاب صرف قرآن کریم ہے جو حرف حرف گنا ہوا۔ نقطہ نقطہ شمار کیا ہوا۔ اور لفظ لفظ سلسلہ تواتر سے ثابت ہے۔ اس کے کسی حرف کسی لفظ میں موافق و مخالف کو اختلاف نہیں ہے۔ اُس کے سند لسانی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے متواتر سینکڑوں حافظ کلام ربانی چلے آئے۔ اور سند کتابی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے برابر سینکڑوں۔ ہزاروں اور لاکھوں مجلدات دنیائے اسلام کے ہر ایک قصبہ ہر ایک گاؤں اور ہر ایک محلہ میں شیوع پذیر ہیں۔ پس ساری دنیا میں صرف ایک کتاب قرآن شریف ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا سلسلہ اسناد یہاں تک متصل مسلسل اور متواتر رکھتا ہے۔ کہ اُس کے کسی لفظ کسی حرف کی قطعیت میں کسی عاقل کو ذرہ شک نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو امور اسلام کے متعلق یا آنحضرت صلعم کے اخلاق کی نسبت قرآن شریف میں لکھے ہیں وہ اول درجہ پر قطعی اور یقینی طور پر ماننے کے قابل ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت کے زمانہ میں ہی دشمن اور دوست۔ موافق و مخالف میں پھیل جاتے۔ اور ہر ایک شخص کے کان میں پہونچ جاتے تھے۔ اُن واقعات کی تسلیم میں کسی دشمن و دوست نے اس زمانہ میں ہی تامل نہیں کیا۔ نہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کسی مخالف نے اُن واقعات کی تردید میں ایک حرف تک لکھا۔ پس یقیناً وہ واقعات خواہ آنحضرت صلعم کی حالات زندگی کے متعلق ہوں۔ خواہ اخلاق کے

متعلق اوّل درجہ پر ماننے کے لائق ہیں اور جو اُس کے برخلاف ہونگے وہ یقیناً جعلی بناوٹی اور قطعاً انکار کرنے کے لایق۔ اس لئے مسلمانوں کا یہہ اعتقاد ہے۔ کہ جو حدیث نص قرآنی کے صریحاً مخالف ہو۔ اور کسی طرح پر قرآن شریف سے اسکی تطبیق نہو سکے وہ یقیناً یقیناً موضوع اور بناوٹی ہے۔

اس تمہید کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ص کی صفت میں یہہ الفاظ فرمائے ہیں۔ کہ انک لعلیٰ خلق عظیم کہ تو یقیناً اعلیٰ درجے کے اخلاق پر مخلوق ہوا ہے۔ تیرا کوئی خُلق کوئی عادت شریعت الٰہی اور اخلاق اعلیٰ کے برخلاف نہیں۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ص کا خلق قرآن کریم تھا۔ آنحضرت ص کا کوئی فعل کلام ربانی کے برخلاف نہیں تھا۔ آپکے تمام عادات و اخلاق اللہ تعالےٰ کی شریعت کے مطابق اور فرمان الٰہی کے زیر حکم تھے۔ پس آنحضرت ص کی بعثت کی ابتدائی عمر (یعنی ۴۰ سال کی عمر تک کی چال چلن کی شہادت) تو اسی آیت سے ظاہر ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ۔ میں اس نزول قرآن شریف سے پیشتر ۴۰ سال تک تم میں رہ چکا ہوں تم میری راستبازی۔ صداقت۔ اعلےٰ چال چلن سے کوئی واقف نہیں۔ ساری عمر میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کوئی امر راستبازی۔ عفت۔ عصمت کے برخلاف نہیں کیا۔ پس جب ۴۰ سال تک میں پرلے درجہ کا راستباز۔ نیک نام صادق۔ امین تم میں مشہور رہا۔ تو اب دفعۃً اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے لگے۔ اور الہام الٰہی کا جھوٹا دعویٰ کرنے لگا۔

اور دعویٰ نبوت کے بعد آپکے چال چلن کی اعلیٰ شہادت وہ آیت ہے۔ جو سورہ نون میں ہے۔ اور جس کا ذکر پیچھے کیا گیا۔ کہ انک لعلےٰ خلق عظیم کہ تو یقیناً یقیناً اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاق سے متخلق اور احسن صفات سے موصوف ہے۔

یہہ تو قرآن شریف کی شہادت آنحضرت ص کی ساری عمر کے چال چلن کی نسبت ہے جس کے برخلاف نہ کبھی اُنہوں نے کیا اور نہ بحیثیت ایک مصلح کامل ہونے کے جس کا آپکو اقرار ہے (امہات صفحہ ۵) وہ کبھی کر سکتے تھے۔ کیونکہ اُس شخص کی تعلیم کا قدر کر لوگوں پر کبھی اثر نہیں ہو سکتا جو آپ عمداً اور صریحاً اُس تعلیم کے برخلاف کرے۔ سچے مجددوں اور مصلحین کا سب سے بڑا

فرض یہہ ہوتا ہے کہ پہلے اُس تعلیم پر آپ عمل کرکے نمونہ قایم کریں جسکو وہ لوگوں کے روبرو پیش کیا چاہتے ہیں پس اگر آنحضرت صلعم اپنی شریعت کا ایسا ہی خلاف کرتے۔ یا عملی آیات بنا بنا کر لوگوں کے روبرو **عذر گناہ بدتر از گناہ** کے مصداق بنتے۔ تو آپکی تعلیم کس طرح چل سکتی۔ اور اس **ریفارمیشن** میں آپ کامیاب کس طرح ہو سکتے۔ پس اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ کیا حکم الٰہی سے کیا اور آپکے سچے متبعین کو بھی کبھی اسبات کا شبہ نہیں ہوا۔ کہ آپ اپنے مطلب کے موافق آیتیں گھڑ لیتے ہیں۔

ہمارا قطعی یہہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ کلام ربانی یعنی **قرآن کریم** میں لکھا ہے۔ وہی قطعیت اور یقین کا حکم رکھتا ہے۔ علاوہ براں شریعت کا جس قدر حصہ سلسلہ **تواتر** سے ثابت ہے۔ وہ بھی قطعیت کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن وہ احادیث تو صریحًا قرآن شریف کے برخلاف ہیں یا احاد روایات کبھی کسی عقیدہ یا اصول مذہب کے قایم کرنے کے لئے بکار آمد نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی انکی بناپر ہمارے مذہب پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔ بلکہ **قرآن شریف** کے صریح برخلاف **احادیث یا روایات** تو یک لخت رد کرنے کے لایق ہیں۔

ہماری دین کی مسلمہ کتابوں کا سلسلہ یوں ہے۔ کہ سب سے اول **قرآن شریف** قابل تسلیم اور اسکا ہر ہر لفظ اور ہر ہر بیان لایق یقین ہے۔ اس کے بعد **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** بخاری شریف بشرطیکہ اس میں کوئی حدیث کوئی بیان صریح **قرآن شریف** کے بیانات کے نقیض واقع نہ ہو۔ اس کے بعد **مسلم شریف** بشرطیکہ **قرآن شریف اور بخاری** کے برخلاف اُس کا کوئی بیان نہ ہو۔ اس کے بعد **ترمذی۔ ابن ماجہ موطا** وغیرہ کتب احادیث بشرطیکہ **قرآن شریف** اور **بخاری و مسلم** کو صریحًا برخلاف اُن کا کوئی بیان نہ ہو۔ اور با ایں ہمہ ان کتب احادیث میں جو حدیث ضعیف یا احاد روایات سے ہو۔ وہ بھی کسی دینی اُمنول اور دینی عقیدہ کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتی پس جبکہ ہماری دینی کتابوں کا سلسلہ یہی ہے تو پھر زید و عمرو کی کتابوں اور بکر و خالد کی روایات کی بناپر اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرنا صریحًا انصاف کا خون کرنا اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص عیسائیوں کی مختلف روایات سے عیسائی مذہب پر اعتراض کرے۔ جس کو عیسائی

تو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور پران۔ مہابھارت وغیرہ کی بنا پر آریوں پر اعتراض کرے جنکو
بہت سے ہندو بھی آریہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

جب یہہ اصول تجویز ہو چکا۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ خواہ کوئی قول روضتہ الاحباب
میں لکھا ہوا ہو خواہ مدارج النبوت میں خواہ حیات القلوب میں۔ اور خواہ تاریخ ابوالفدا میں اور
خواہ تفسیر کبیر میں اور خواہ معالم التنزیل میں۔ جب وہ قرآن شریف اور حدیث صحیحہ ثابتہ کے
خلاف ہوگا۔ یک لخت رد کر دیا جائیگا۔ کوئی قول اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہو سکتا کہ وہ مدارج النبوت
یا تفسیر کبیر میں ہے۔ بلکہ صرف اسی وجہ سے کہ وہ قرآن کریم یا حدیث صحیحہ ثابتہ کے مطابق ہے۔ مسلمانوں کے
دین کی اصلی کتابیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ کتب تواریخ کی احاد یا ضعیف
روایتیں جن میں سے اکثر قرآن وحدیث صحیح کے بھی صریحاً برخلاف ہیں۔

اصل یہہ ہے کہ علمائے اسلام (خدا انپر رحم کرے) سادگی سے سب روایات کو کتب
تواریخ اور تفاسیر میں درج کرتے گئے ہیں۔ اُن کی تنقیح اور تنقید کا خیال نہیں کیا پر اُنہوں نے کبھی یہہ
دعوی نہیں کیا کہ ہماری یہہ سب روایات وگذارشات من اوله الی آخره صحیح اور کالوحی من السماء
ہیں۔ چنانچہ مصنف اُمہات نے عجالہ نافعہ سے شاہ عبد العزیز دہلوی رح کا قول جو صفحہ ۸ میں نقل کیا
ہے۔ اُس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ روضتہ الاحباب کو بشرطیکہ الحاق وتحریف سے خالی ہو
منجملہ تصانیف اس باب سمجھتے ہیں کیونکہ شیعہ وغیرہ ان کتابوں میں اپنے اپنے مطالب کے لئے
الحاق اور تحریف بھی کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں بھی
اس امر کو بڑی تفصیل کے ساتھ ثابت اور بیان کیا ہے۔ پس سوائے کتاب اللہ اور احادیث
صحیحہ ثابتہ کے۔ تو کوئی کتاب بالکل تحریف سے خالی ہو اور نہ بکلی اغلاط و اسقام سے مبرا ہے۔

پس مصنف اُمہات کا ہمکو تاریخی واقعات سے انکار کر جانے کا طعن کرنا (امہات صفحہ ۲)
اور یہہ کہنا کہ ہم ان روایات کے برخلاف بھی انہی لوگوں کی زبان سے سنا چاہیں گے۔ جنکو ان
بزرگ علماء اسلام سے بزرگتر ہونے کا دعوی ہو۔ اور نیز اُن کے اقوال کے غلط ہونے پر کوئی دلیل
لانے کا یارا

یہہ پیش بندی اسوقت مفید ہو سکتی ہے اگر ان بزرگ علماء نے یہہ دعوی کیا ہو

کہ ہماری ساری روایات من اولہ الی آخرہ نقداً و منتج اور متواتر یا صحیح ہیں۔ پس جب ان بزرگوں کو اپنی ساری روایات کے صحیح یا الہامی ہونے کا خود دعویٰ نہیں تو اگر کوئی شخص ان کے کلام کو تنقید و تنقیح کر کے غلط اور صحیح روایات کو جدا اور ممتاز کر دے۔ یا غلط روایات کو رد کر دے تو اس میں ان بزرگوں کی کلام کو کیا دھبا لگ سکتا ہے یا ان لوگوں کا دروغ گو یا کم علم یا جاہل یا دشمن اسلام ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے انکو جو روایات ملیں بہ یک نیتی سے سب کی سب اُنہوں نے اپنی کتابوں میں درج کر دیں۔ اور امانت کے طور پر ہم تک پہنچا دیں یہ آگے ایک محقق یا مجدد کا کام ہے کہ وہ حکم اور امام ہو کر صحیح کو غلط سے اور ضعیف کو قوی روایات سے جدا اور ممتاز کرے۔ اور ان بزرگوں کے بعض اقوال کے غلط یا غیر معتبر ہونے کی دلیل جو آپ پوچھتے ہیں تو وہ ہم نے ابھی بیان کر دی جسکے ماننے میں کسی اہل عقل کو ذرا تامل نہیں ہو سکتا یعنی کہ وہ روایت کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے (جو مذہب اسلام کے اصلی ماخذ ہیں) برخلاف ہے اسلئے قابل قبول نہیں ان لوگوں کا ادب و تعظیم اور احسان شناسی ہم پر واجب ہے۔ اور ہم ان بزرگوں کی جوتی کی بھی برابری نہیں کر سکتے لیکن اُن کو درج روایات میں من کل الوجوہ معصوم اور اُن کے اقوال کو کالوحی من السماء نہیں سمجھتے وہ بھی بشری ہستی تھے اندراج روایات یا ذاتی رایوں میں اُن سے بھی غلطی ممکن ہے وہ کوئی رسول یا ملہم تو نہیں تا اُن کی ساری باتیں من اولہ الی آخرہ آسمانی کلام کی طرح قابل حجت سمجھی جائیں +

اور ان بزرگوں کے سب اقوال کے نہ ماننے پر جو آپ بطور پیشبندی ہم کو یہ سناتے ہیں کہ ان لوگوں کی روایات نہ ماننے سے مسلمان لوگ لوگوں کو اپنے اوپر ہنسائیں گے اور استہزا کرائیں گے اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ اگر ہم تحقیق کو کام میں لا کر بعد تنقید و تنقیح کسی روایت کو رد کر دیں تو ہم پر بجز آپ جیسے طینت کے آدمی کے کون شخص ہنس سکتا ہے ہمارے دین کا اصلی ماخذ سب سے اول درجہ پر قرآن شریف ہے اور بعد اس کے ذخیرہ احادیث متواترہ اور صحیحہ ثابتہ ہیں تو اگر ہم کسی کتاب یا تواریخ کی مندرجہ روایت کو قرآن و حدیث کے برخلاف پا کر یک لخت رد کر دیں تو آپ ہی فرمائیں۔ ہم پر کون شخص ہنس سکتا ہے ہمارے اصل دین و ایمان قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ تواریخ کی کتابیں مثلاً وہ جو آپنے حضرت زینب کے عشق کے متعلق مختلف روائتیں اپنی امہات میں درج فرمائی ہیں۔ آپ ہی فرمائیں کہ اگر ہم یک لخت رد کر دیں تو کیوں ہم غیر لوگوں کو اپنے اوپر

بنانا ہمیں کے بعد کون شخص ماننے کیلئے ہمیں مجبور کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی روایت کے اس وجہ سے انکار نہیں کرتے کہ اس سے ہمارے ہمارے نبی صلعم کی ہتک ہوتی ہے بلکہ اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ اس روایت کا اصلی ماخذ یعنی قرآن شریف واحادیث صحیح میں۔ نام ونشان ندارد ہے بس خواہ اس روایت کو ملا باقر اپنی کتاب میں درج کرے خواہ **جلالین** والا خواہ **معالم التنزیل** والا خواہ تفسیر **بیضاوی** والا خواہ **کبیر** والا ہم اس کو یک لخت رد کر دیں گے اس دلیل پر کہ اس روایت کا اصل ماخذ یعنی قرآن شریف وحدیث صحیح میں نشان تک پایا نہیں جاتا +

اس میں کچھ شک نہیں کہ تواریخ اسلامیہ میں آنحضرت صلعم اور صحابہ وغیرہ کے حالات بہ تفصیل درج ہیں۔ جن میں بعض کتابیں زیادہ مستند ہیں اور بعض کم معتبر۔ بعض میں روایات کی تنقید و تنقیح کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ بعض میں کم اور اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ یہ کتابیں ہماری کتب دینیہ میں شامل ہیں لیکن اس بات میں ذرا شک نہیں کہ کتب تواریخ یہ حیثیت ہرگز ہرگز نہیں رکھتیں۔ کہ ہم ان کو من اولہ الی آخرہ الہامی اور کالوحی من السماء سمجھیں یا جس طرح کہ ہم قرآن شریف کے ہر ایک بیان پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کتابوں کی بھی ہر ایک روایت ہر ایک نقل پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے خواہ کوئی تواریخ کیسی ہی معتبر سمجھی جائے اس میں بھی کچھ نہ کچھ روایات ضعیف یا غیر صحیح ضرور ہوں گی اور خود ظاہر ہے کہ تواریخ میں معتبر روایات بھی ہوتی ہیں۔ غیر معتبر بھی۔ احاد بھی ضعیف بھی بلکہ قصہ کی چسپیدگی اور تسلسل کلام کے لئے ان مورخین کو بعض جگہ کچھ اپنی طرف سے بھی بڑھانا پڑتا ہے بعض بیان کے متعلق وہ اپنی شخصی رائے بھی ظاہر کرتے ہیں جو دوسرے کے لئے ماننی ضروری نہیں ہوتی۔ بعض وقت اُن کے بیان یا سمجھ میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک واقعہ کہ کوئی کسی طرح سمجھتا ہے کوئی کسی طرح تو کسی تواریخ کا بیان صرف ایک خاص امر کے لئے کسی طرح حجت قاطعہ اور دلیل شرعی نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی عقیدہ پیدا ہو سکتا ہے۔ دیکھو تاریخ فرشتہ سیر المتاخرین معتبر کو تواریخ قرار دی گئی ہیں۔ مگر تاہم کوئی شخص ان پر ایمان نہیں لا سکتا۔ کہ یہ تواریخ من اولہ الی آخرہ ساری کی ساری سچی اور صحیح ہیں۔ جب ہم کسی تواریخ کو معتبر قرار دیتے ہیں تو ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ بہ ہیئت مجموعی قابل اعتماد ہے جو کہ ہر ایک بیان ہر ایک روائت پر ایمان لانا اور اُسے کالوحی من السماء سمجھنا واجب ہے۔ غرض کہ ان تواریخ پر نہ تو کوئی ایمان لا سکتا ہے اور نہ قسم کھا سکتا ہے کہ یہ شروع سے اخیر تک بالکل صادق صحیح اور

الہامی کتابوں کی طرح ہیں۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو صرف ان تواریخ کی بنا پر کوئی اعتراض قایم کرنا
جن کی ہر ایک روایت کو خود کوئی مسلمان کالوحی من السما قطعی یقینی نہیں سمجھتا۔ کس قدر ظلم اور انصاف
سے برخلاف ہے ہمارا تو اس کتابوں کے مضمون پر بھی خواہ شیخ عبدالحق دہلوی ہوں یا ملا باقر
مجلسی یہی اعتراض ہے کہ یہ روائیں ان صاحبوں نے کہاں سے لیں۔ جن کا کتاب میں کہیں پتا
نہیں تو جو لوگ ان روایتوں کی بنا پر اسلام یا بانی اسلام پر اعتراض کریں اُن کا اعتراض کرنا کس قدر
انصاف سے بعید ہوگا۔ ایسا ہی تفاسیر کا حال ہے۔ بیشک بعض تفاسیر بعض تفاسیر سے معتبر ہیں۔
لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ تفاسیر من اولہ الی آخرہ بالکل قابل التسلیم اور الہامی ہیں۔ ان
میں بھی بعض جگہ صحیح روایات ہیں بعض جگہ ضعیف۔ بعض جگہ محض شان نزول پیدا کرنے کے لئے قیاسی
روایات بھی وضع کر دی گئی ہیں۔ بعض جگہ شخصی رائیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے ہر شخص مجبور
نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف سامنے پڑا ہے۔ احادیث موجود ہیں۔ محقق آدمی آپ پڑتال کر سکتا
ہے اور کھرے کھوٹے کو پرکھ سکتا ہے۔ غرض اگر خواہ کوئی تواریخ ہو خواہ تفسیر جب کسی امر کی نسبت شبہ
پیدا ہوگا۔ تو ہم ورا خدا اور رسول کی کلام پر حوالہ کر کے اُس کی صحت کی جانچ کی جائیگی جیسا
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول اگر تم میں کسی بات میں جھگڑا پڑے
تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر کرو۔ اس بات کی بڑی دلیل کہ ہم لوگ ان تفاسیر یا تواریخ
میں سے معتبر تفاسیر کو صرف بحیثیت مجموعی عمدہ اور معتبر قرار دے سکتے ہیں۔ نہ کہ ہر ایک
روایت اور ہر ایک بیان کو۔ یہ ہے کہ اگر ہم ان تفاسیر وغیرہ کی ہر ایک تفسیر اور ہر ایک بیان
کو الہامی کتابوں کی طرح معتبر سمجھیں۔ تو پھر ہمارے لئے بڑی دقت یہ ہوگی۔ کہ ان تفاسیر و تواریخ
کی کتابوں میں بہت سے بیانات ایک دوسرے کے برخلاف اور متضاد واقع ہیں۔ کہ اگر
ایک کو مانا جائے۔ تو دوسری کتاب کا بیان اُسے رد کرتا ہے پس اگر ان تفاسیر وغیرہ کو من
اولہ الی آخرہ سارے کا سارا معتبر اور مستند سمجھیں تو گویا ہم عیسائیوں[1] کی طرح ایک ہی وقت
متضاد باتوں پر ایمان لانے والے۔ اور ایک دوسرے کے برخلاف بات کے ماننے والے ٹھہریں

[1] جس طرح عیسائی اناجیل کے مختلف بیانات کو مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب
ایک دوسرے کی ضد اور بعض وضع ہیں ٭

گے - اور یہ مراحشہ باطل ہے - پس لامحالہ ہم ان روایات کی تنقیح و تنقید ہی کے لئے مجبور ہوں گے - اور جن روایات کو صحیح عقل و نقل کے مطابق پائیں گے اُسے مان لیں گے - اور اُس کے برخلاف روایت کو یک لخت رد کر دیں گے +

اگر ہر ایک تفسیر اور ہر ایک تواریخ من و لہ اے آخرہ مستند اور ٹہ لوحی من السماء سمجھی جانی ضرور ہے تو پھر عیسائیوں کے لئے بھی بڑی دقت واقع ہوگی - کیونکہ بلا شبہ ان کی تفاسیر و تواریخ میں ضرور اختلاف ہے - حتیٰ کہ خود بائبل بلکہ انجیل میں بھی سخت و بے تضاد ہے - پس ضرور ہوگا کہ وہ بھی ہر ایک بات ہر ایک امر کو کالوحی من السماء سمجھیں - مثلاً حضرت مسیح نے انجیل میں ایک جگہ جہاں ان کی ماں مریم شراب کی قلت کی شکایت کرتی ہے - ماں کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں - اے عورت - مجھے تجھ سے کیا کام - اس قول کی تفسیر میں مفسر بارنس جلد اول ۲۱۹ میں لکھتے ہیں کہ بلا شبہ مسیح نے یہاں ماں کی بہت گستاخی کی - ایسی کہ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ مشتمل بر حقارت نہ ہوگا +

پس عیسائیوں کو چاہئے - کہ مسیح کے اس قول کی تاویل نہ کریں - بلکہ اس گستاخی کو تہ دل سے یقین کریں - اس کے گناہ کے قائل ہوں - اور کفارہ سے ہاتھ دھوئیں - پس ضرور ہوا - کہ ہر ایک تفسیر و تواریخ کے بیان کو ماخذی پر حوالہ کیا جائے - اور الہامی کتاب پر عرض کیا جائے - اگر وہاں سے اُسکی تصدیق ہو تو مان لیں - ورنہ صاف انکار کر دیں میں حیران ہوں - کہ شائق صاحب نے ان تواریخ کی بنا پر کیوں آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے - اور تاریخی واقعات سے آنکھ بند کرنے کا الزام ہم کو کیوں دیا (امہات المومنین صفحہ ۲) تاریخی واقعات سے تو کسی کو انکار نہیں - مگر اس امر سے کس کو شک ہے کہ ان تاریخی واقعات کا سب سے پہلا ماخذ قرآن شریف ہے - جس میں آنحضرت کی نسبت - اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ - وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے پس ایک ریفارمر خاص کر ایسے بڑے دین کا بانی جو کلام الٰہی کے نزول کا بھی ساتھ ہی دعوےٰ کرتا ہے - اسلام ہی کی اشاعت کے لئے سخت سی سخت مصیبتیں برمصیبتیں اٹھا تا رہا - کبھی ممکن نہیں کہ کم از کم اپنے تئیں اخلاق شنیعہ سے بھی باز نہ رکھے اور اگر وہ ایسا ہی کرے صرف لوگوں کو نیک چلنی کی تاکید کرے تو اُس کی بات کو کون مان سکتا ہے - اور اس کا مذہب کیونکر چل سکتا ہے - کیا آنحضرتؐ نے قرآن میں آپ ہی ہو دکو یہ ملامت نہیں کی - اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون

الکتاب افلا تعقلون - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون - کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون

پس اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ تمام ہدایات کے ماننے والے اول المومنین اور اول المسلمین آنحضرت صلعم ہی تھے - اعلیٰ درجہ کے مکارم اخلاق سے متسم - پس جس تاریخ میں اس نے ایسا اتہامات والزامات درج ہوں - خواہ اُس کے لکھنے والا کیسا ہی با اعتبار کیوں نہ ہو کبھی مانی نہیں جا سکتی - کیا آپ نہیں جانتے کہ اگر ہم ان تواریخ کو کالوحی من السماء سمجھ کر - ان کو بالکل اپنا مدار ایمان بنا لیں تو ہم ایک ہی وقت میں دو یا کئی متضاد اقوال و روایات کے ماننے والے ٹھریں گے اور یہ بالکل خلاف عقل ہے - پس ثابت ہوا کہ بحوے اُن تعارضات قطعی کے ان مختلف روایات کو یک لخت رد کر دیں گے اور اصل بیان کو قرآن و حدیث صحیح کے سامنے عرض کر کے اس کی تنقیح و تنقید کریں گے مثلاً زید و زینب کے معاملہ میں جو آپ نے یہ اقوال نقل کیے ہیں - صفحہ ۱۷ - ابن بابویہ و دیگران بسند ہائے معتبر از حضرت امام رضا روایت کردہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روزے برائے کارے بخانہ زید بن حارث برفت - چوں داخل خانہ زید شد - زینب زن او را دید کہ **غسل مے کند** - پس حضرت فرمود کہ سبحان الذی خلقک - چون زید بخانہ برگشت - زنش خبر داد کہ رسول خدا آمد و چنیں سخنے گفت و رفت - زید گمان کرد کہ حضرت ایں سخن را برائے ایں گفتہ است کہ حسن او حضرت را خوش آمدہ حیات القلوب صفحہ ۵۷۳ -

اور پھر صفحہ ۴۷ میں علامہ عبدالرحمن الصفوری الشافعی کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں **کانت بیضاء جمیلۃ** یعنے زینب رنگ کی گوری حسین و جسیم تھی - پس اُس کو نبی صلعم نے دیکھ پایا بلکہ دوں بعد زید کے گھر میں - پس حضرت کو وہ بھلی لگی پس کہا سبحان اللہ مقلب القلوب اور یہ آنحضرت کے خصایص میں سے تھا کہ جب کسی عورت کو دیکھ پاتے اور وہ آپ کو بھلی لگ جاتی تو وہ حرام ہو جاتی اپنے شوہر پر - اور حرام ہو جاتا شوہر پر اس عورت کا رکھنا - زینب سوتی تھی اور اُس نے تسبیح سن پائی - پس اپنے شوہر کو خبر دی - اُس بات کی پس اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھکو اجازت دو تو میں اپنی عورت کو طلاق دوں حضرت نے فرمایا اپنی عورت کو اپنے پاس رکھ اور ڈر اللہ سے اب دیکھو ان دونو نقلوں میں کس قدر اختلاف ہے - کہاں عورت کا ننگی غسل کرنا

اگر سوتے ہوئے دیکھا ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب کے اس ٭ شاے بی باطل ہو گئے - کیونکہ وہ سارا اعتراض صرف اس جاپر لگاتے ہیں کہ زینب کو بے اتفاقیہ حضرت نے ننگی دیکھا تھا - مگر برہنہ غسل کرتے نہ دیکھا + امہات صفحہ ۷۷ +

اور کہاں اُس کے سوتے ہونا۔ کہاں سبحان الذی خلقک کہنا اور کہاں سبحان اللہ مقلب القلوب کہنا اور اسی طرح جس جس دیگر کتابوں میں یہ قصہ ہے۔ بڑے اختلاف کے ساتھ درج ہے۔ جو اس کے بناوٹی اور موضوع ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اور کسی صحیح حدیث میں تو اس کا ذکر ہی نہیں۔ قرآن شریف کے اصل مضمون کے برخلاف ہے۔ جس کا کسی قدر ذکر آگے کیا جاوے گا۔ اس وقت ہماری غرض یہ ہے کہ اگر ان کتب تواریخ کو بمنزلہ بائبل یا قرآن کے ہم اپنا ایمانی یا دینی اصل قرار دیں۔ تو پھر ہم ایک ہی وقت میں متضاد خیالات مختلف روایتوں۔ رطب و یابس حکایات پر ایمان لانے والے ٹھیریں گے۔ جس طرح پر کہ عیسائی لوگ ان مختلف انجیلوں پر ایمان لا رہے ہیں + +

سخت افسوس کی بات ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے مولوی فیروز الدین صاحب کی تاریخ محمدی کو بھی دیکھا۔ مگر ان سے اس نوٹ کو ملاحظہ نہ فرمایا۔ جو تاریخ محمدی کے جلد کے اول صفحہ ۳ دہم میں آٹھ برس اس سے پیشتر درج کرکے انہوں نے عیسائیوں کو دیا تھا۔ ہم کو [illegible] نے ماخذ یعنی قرآن و حدیث صحیحہ پر اعتراض کریں یا تمام تفاسیر و تواریخ کو بنائے اعتراض نہ قرار دیا کریں چنانچہ وہ نوٹ یہ ہے مخفی نہ رہے۔ کہ کتاب روضۃ الاحباب جو تواریخ محمدی پادری عمادالدین کا ماخذ ہے۔ کوئی اتنی بڑی کتاب نہیں ہے۔ اور نہ صرف روضۃ الاحباب بلکہ جس قدر مستند فارسی کی بلکہ عربی کی بھی تاریخیں ہیں۔ ساری بالکلیہ ماننے کے قابل نہیں۔ بلکہ کئی جگہ صرف عام مورخانہ بیان ہے ان تاریخوں کو بہیئت مجموعی خود محققین مستند نہیں سمجھتے۔ وہی تاریخ نبوی قابل اعتماد ہو سکتی ہے جس کی روایات کو مصنف نے احادیث صحیحہ سے اخراج کر کے درج کیا ہو یا محدثین سے پرکھ لیا ہو۔ رسول خدا صلعم کی حدیث کا سچا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ اس لئے ہر امر جس پر مخالفین نے اعتراض کیا ہو۔ قرآن اور احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہیئے۔ اور اس کے بعد جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ عیسائیوں کو بھی مناسب ہے کہ وہ ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو چاہیں اعتراض کریں۔ بے سوچ سمجھے۔ ہر ایک رطب و یابس تاریخ یا تفسیر کی بات پر معترض نہ ہوں۔ کہ اعتراض مسلمات پر قابل التفات ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے۔ کہ قرآن و حدیث پر کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ انتہی حاشیہ صفحہ

۳۴ وہ تاریخ محمدی مطبوعہ خادم التعلیم پنجاب لاہور ہے ہم نقل کا اصل عیسائی لوگ تو خود اپنی الہامی اور مقدس کتابوں کی بھی ساری روایات کو قابل تسلیم خیال نہیں کرتے۔ دیکھو نور افشان مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۸۷۸ء نمبر ۳۰ جلد ۶ –

تو مسلمان کو ان روایات کے ماننے کے لئے جو صریحاً کلام ربانی کے برخلاف اور رطب و یابس ہیں۔ کیسے مجبور کرسکتے ہیں مسلمانوں نے انجیل متی کے نسب نامہ کو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ثابت کر دکھایا (دیکھو نوید جاوید) اس پر پادری عمادالدین نے اس نسب نامہ کو غلط مان کر الہام ہی سے خارج کر دیا۔ اب جبکہ عیسائی لوگوں کی آسمانی کتابیں اغلاط و غیر معتبر روایات سے میرا نہیں تو وہ ہماری معمولی روایات کو کیوں (خواہ مخواہ معتبر قرار دے کر جن کو وہ اہل مذہب خود نہیں مانتے) بنائے اعتراض ٹھہرا لیتے ہیں۔

آریہ لوگوں کا امہات المومنین کی تصنیف پر خوش ہونا

آریہ لوگ کتاب امہات المومنین کی تصنیف پر بہت خوش ہوئے ہیں۔ کہ اس کتاب کی تصنیف سے اُن کے پیغمبر ؐ کے چال چلن کی نسبت عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئیں۔ جو آج تک مخفی تھیں۔ اور اسی وجہ سے وہ اس کتاب کی تصنیف پر بڑے خوش ہوتے اور مسلمانوں کو نادم کرتے ہیں کہ کیا تمہارا پیغمبر واقعی اس خصوصیت اور ایسے چال چلن کا تھا۔ ان لوگوں کی شیخی تو ساری اسی ایک بات میں کرکری ہو جاتی ہے۔ کہ صاحب اس کتاب کی روایات و بیانات کوئی وحی نہیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے مسلمان مجبور رہوں۔ خود غرض اور قصہ خوان لوگوں سے یہ روایات گھڑیں۔ اور پچھلے لوگوں نے بلاتحقیق اپنی کتابوں میں بھرتی کر دیں۔ ان میں سے بے شمار روایات کا مسلمانوں کے دین کی اصل کتابوں یعنی قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ میں پتہ تک نہیں۔ پس ان روایات کی بنا پر حضرت محمد رسول اللہ اور مذہب اسلام پر کیا حرف آسکتا ہے۔ مہابھارت اور بھاگوت کی روایات پر اُن کے بیانات اگر آریوں کے اصلی ویدک دہرم پر کوئی دھبا لگا سکتے ہیں۔ تو بے شک اُن روایات سے بھی آنحضرت ؐ کے چلن پر اور مسلمانوں کے مذہب پر حرف آسکتا ہے۔ لیکن اگر بموجب

کی گھڑی ہوئی داستانیں - پرانوں کی کہانیاں - مہابھارت کے افسانے اصول مہا آریہ میں کوئی
نقص پیدا نہیں کر سکتے تعریفاً بہ غیر مستند و غیر معتقد روایات کتب تواریخ و تفاسیر بھی اسلام
اور بانیٔ اسلام پر کوئی حرف پیدا نہیں کر سکتیں ہاں آنحضرت صلعم کا چند ایک عورتوں سے
نکاح کرنا اس بارہ میں کسی مسلمان کو تامل نہیں اور نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے - سو اس کی
نسبت اسی قدر گذارش ہے کہ اگر مسلمانوں میں صرف ایک جانب سے کثرت ازدواج ہے - تو آریوں میں
دونوں طرف سے کثرت ازدواج ثابت ہے - وید کو دیکھو اس میں کیسے بیہودہ مسائل ملیں گے کہ ایک
ایک عورت کو دس دس مرد تک سے نیوگ کرنے کا حکم ہے - اور پھر یہ بتا دیا کہ پتی کے ہوتے ہوئے بھی دوسرے
مرد سے مباشرت کرانا ثابت ہے اور دوسرے میں تو کچھ انتہا ہی نہیں - چنانچہ پنڈت دیانند کی وید بھاشیہ
بھومکا صفحہ ۲۱۱ - اور ستیارتھ پرکاش جلد ۱۴۲ میں سب کچھ موجود ہے - خلاصہ یہ ہے کہ خاوند کے مر
جانے یا اس کے بیمار پڑنے سے عورت دوسرے مرد سے یا مرد دوسری عورت سے اولاد کی خواہش میں
نیوگ کرے - ویسا ہی دوسرے مرد کے مرنے اور بیمار ہو جانے کے باعث تیسرے مرد کے ساتھ نیوگ کرے -
اسی طرح دسویں تک نوبت پہنچا دے - یہ وید کا حکم ہے - اسی طرح مرد کے واسطے بھی گیارہ تک عورت کے
مرجانے پر بیوہ عورت کے ساتھ نیوگ کرنے کی اجازت ہے اور جب وہ بیوہ مرد کی ہو جاوے یا
جاوے تو بچے جننے کے لئے دسویں عورت تک نیوگ کرے +

پھر سب سے تعجب انگیز نیوگ کا قاعدہ جو قانون فطرت اور فطرتی غیرت کے بھی برخلاف ہے
کہ اپنا خاوند تندرست مباشرت کر سکتا ہے - مگر اس کی منی قابل تولید نہیں - اس امر میں
وید مقدس کا حکم ہے کہ اپنی چاہتی اور پیاری بیوی کو صرف اولاد کی خاطر [illegible]
ساتھ سلا دے - اس کا نطفہ لیوے اور اپنا بچہ بنا دے +

ایسا ہی حاملہ عورت سے ایک سال تک صحبت نہ کرنے کی حالت میں مرد یا عورت سے رہا نہ جائے
تو کسی سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کر لیں منکوحہ عورت کا خاوند دھرم سیکھنے کے خاطر سفر میں گیا ہو
تو آٹھ برس علم و فن سیکھنے تو چھ سال تجارت کی خاطر گیا ہو تو تین سال خاوند کا انتظار کر کے
نیوگ کرے - جب اپنا خاوند سفر سے گھر لوٹ آوے تب نیوگی کو چھوڑ اپنے خاوند سے
مل جاوے اور بھی کئی حالتوں میں نیوگ کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے کسی شخص کی بیوی کا بانجھ

تو آٹھ سال انتظار کرکے ۔ یعنی اولاد مرجاتی ہو ۔ تو دس سال انتظار کرکے ۔ سدا لڑکیاں ہی
پیدا ہوتی ہوں ۔ تو گیارہ سال انتظار کرکے ۔ عورت دنگہ فساد کرتی ہو ۔ تو فوراً اُسی وقت علیحدہ ہو جائے
اور نیوگ کرلے ۔ یہ باتیں نیوگ کی ہمارے آریہ بھائیوں میں ہیں ۔ پس تعجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے
صرف کثرت ازدواج پر جو ضروری اور جائز امور میں سے نہیں ہے بلکہ محض مصلحت اور تکمیل شریعت
کے [illegible] سے اعتراض کرتے ہیں اور اپنا شہتیر نہیں دیکھتے ۔

امہات المومنین کا اجمالی جواب ۔

ساری کتاب میں مصنف امہات کے آنحضرت صلعم کے چال چلن کی نسبت مفصلہ ذیل تین
بڑے اعتراض ہیں ۔ اور اس سے زیادہ اور کوئی نہیں ۔ (۱) آنحضرت نے بہت سی
بیویاں کرکے عیاشی اور شہوت پرستی کی داد دی (۲) آنحضرت نے بعض بیویوں سے بذریعہ
فریب یا جبر وغیرہ سے نکاح کیا ۔ (۳) بعض باتوں میں آپ نے اپنے لئے خصوصیت رکھی اور باقی
امت کے لئے دوسری طرح کے احکام بنائے ۔ ان باتوں کا اجمالی جواب یہ ہے ۔ کہ آنحضرت پر
کثرت ازدواجی کی وجہ سے عیاشی کا اعتراض اس وقت توجہ کے قابل ہے ۔ جب کہ آپ ثابت
کر دیں ۔ کہ آپ صلعم کی قوم میں کثرت ازدواجی کا رواج نہیں تھا ۔ اور آپ صلعم نے ملکی رواج
کے برخلاف زیادہ عورتوں سے نکاح کرکے اپنے لئے وسعت پیدا کرلی ۔ یا آپ یہ ثابت کر دیں
کہ آپ کے اگلے نبیوں میں کثرت ازدواجی کا رواج نہیں تھا ۔ یا رواج تو تھا ۔ پر اُن سے کناہ
… سدا کثرت ازدواجی پر خوش نہیں تھا اور تعدد ازدواج اس کا حکم تھا ۔ لیکن جب کہ آنحضرت صلعم
کے زمانہ میں تو کثرت ازدواج کا عام رواج اور ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی ۔ اور اگلے
انبیاء اور امتوں میں بھی یہ دستور برابر جاری رہا ۔ اور ممانعت بالکل ثابت نہیں ۔ تو بعد آپ کا
کثرت ازدواجی کی نسبت اعتراض جواب دینے کے لائق تو ایک طرف توجہ کے لائق بھی نہیں ہے
دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ تم اپنی کتاب میں خود آنحضرت کی نسبت لکھتے ہو ۔ کہ اب تو
حضرت عرب کے بادشاہ تھے (امہات صفحہ ۱۰۰) پس جو شخص ایک قوم کا بادشاہ ہو ۔ اسے

مکر یا فریب یا جبر کی کیا ضرورت ہے ۔ بادشاہوں کو اگر چاہیں تو جورؤں کی کیا کمی ہو سکتی ہے اکبر جہانگیر وغیرہ بادشاہوں کی طرف خیال کرو ۔ خوشامد کی مارے ہندو لوگ آپ بیٹیاں دے جایا کرتے تھے ۔ پس ایک شخص جس کے قوائے بھی اعلےٰ درجہ کے تندرست اور صحیح ہوں ۔ خوبصورت بھی اول درجہ کا ہو ۔ قوم کا بادشاہ بھی ہو ۔ نبوت کا بھی دعویٰ ہو مقدس بھی تسلیم کیا جائے ۔ ایسے لوگ کیا خوشی سے بیٹیاں نہیں دے سکتے ۔ جو مکر یا فریب یا جبر وغیرہ کی ضرورت پڑی ۔ اس بات کو خیال میں لاؤ اور پھر خیال لاؤ کہ اس قسم کی سب روایتوں کی تردید کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ ایک شخص جو ۴۰ سال پہلے صادق مصدوق امین معزز اور ممتاز قوم کا مرجع و ماوائے رہ چکا ہو ۔ اور دین ہی کی خاطر ۱۳ برس تک سخت سے سخت مصیبتوں میں رہا ہو اور بادشاہ بننے مال و دولت اکٹھا کرنے اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان کی عورات سے نکاح کرنے وغیرہ کی کچھ پروا نہ رکھتا ہو ۔ اور ساری جوانی خدا کی یاد ۔ عبادات شاقہ ۔ ریاضات و مجاہدات تبلیغ رسالت و اشاعت توحید میں صرف کر دی ہو ۔ کیا بڑھاپے میں آ کر دیس میں جا کر وہ ایسے چال چلن کا ہو سکتا ہے جیسا کہ تم ظاہر کر رہے ہو ۔ بلکہ آخر عمر میں تو انسان بڑا سنجیدہ اور متین ہوتا ۔ اپنے چال چلن پر کسی قسم کا دھبہ لگانے سے بچتا اور اپنے تئیں اپنی قوم کی نظر میں معزز ممتاز ۔ مقدس ٹھہرانا چاہتا ہے ۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ عورات کے معاملہ میں کسی مخلص نے ذرا بھی آپ صلعم پر طعن نہیں دھرا ۔ نہ کسی کے اعتقاد میں فرق آیا ۔ جس سے اظہر من الشمس ہے کہ ازدواج کے معاملہ میں آپ صلعم نے جو کچھ کیا ہو گا ۔ خواہ وہ ہم تک پہنچا ہے ۔ یا نہیں ۔ بالکل ملک کے قانون کے موافق اور بناوٹ سے دور ہو گا ۔ اور اس سے اس قسم کی سب روایتوں کا جو آپ کے تقدیس کے برخلاف بیان ہو رہی ہیں ۔ غلط اور نامعتبر ہونا بدیہی الثبوت ہے (۱) **تیسرے** امر کے جواب میں یہ گذارش ہے ۔ کہ کسی امر میں آپ صلعم نے اپنے لئے خصوصیت نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالےٰ نے اور نبیوں کی طرح آپ کو بعض امور میں خاص خاص اجازت دی اور خاص خاص احکام نازل کئے ۔ بے شک ہم آپ صلعم پر اپنی شرع کے برخلاف کرنے کا الزام بڑے زور سے لگاتے ۔ اگر قرآن شریف میں وہ احکام خدا کی طرف سے آپ کے لئے خاص نہ ہو جاتے ۔ یعنی قرآن شریف میں تو ان کا کوئی ذکر نہ ہوتا اور

پرائیوٹ طور پر آپ بیان کر دیتے - کہ یہ حکم میرے لئے خاص ہو چکے ہیں - لیکن جب کہ جو حکم
امت کے لئے ہیں - وہ بھی قرآن شریف میں موجود ہیں - اور جو آپ ﷺ کے لئے خاص کئے گئے ہیں
وہ بھی قرآن شریف ہی میں ہیں - تو آپ کو امت کے اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں
کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی شرع کے برخلاف کیا - جو حکم آپ کی امت کے لئے ہوا - وہ امت کے لئے
شرع ہے - جو آپ کے ہوا - وہ آپ کے لئے شرع ہے پس آپ ﷺ پر شرع کی مخالفت کا الزام لگانا
کسی شخص کو نہیں پہنچتا ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے - کہ وہ اس کی وجہ دریافت کرے
کہ آنحضرت ﷺ کو بعض امور میں خصوصیت کیوں دی گئی - سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ
دستور ملکی اور سنت قدیمہ کے موافق چند ایک نکاح کر چکے - تو ارادہ الہی اس امر کی طرف متوجہ
ہوا - کہ جس طرح اسلام میں اور سب امور اور احکام کی تکمیل کی گئی ہے اسی طرح **ازواج** کے
معاملہ میں بھی ایک تکمیل اور حد بست کر دی جائے - تو خدا نے ایسا کیا - کہ باقی امت کو تو چار
ازواج تک نکاح کرنے کا حکم دیا - مگر اس میں یہ شرط رکھی گئی ہے - کہ ان میں سے ایک جورو
مر جائے - تو وہ ان کے بدلے میں دوسری جورو کر سکتا ہے - آنحضرت کی ازواج کو بوجہ اس
حقیقی ہونے سید المرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ ہو چکنے کے تعظیماً وار یا چونکہ کوئی شخص نکاح
میں نہ لا سکتا - اور اسی وجہ سے خدا نے بھی ممانعت کر دی - کہ آنحضرت کی ازواج کو
آپ ﷺ کے وفات کے بعد کوئی شخص نکاح میں لا وے - سو اس کی بجائے آنحضرت ﷺ کو آپ ﷺ کوئی نئی
عورت کرنے یا بدلنے کی ممانعت کر دی گئی اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی تعداد ازواج میں زیادہ تر مصلحت یہ
بھی تھی - کہ **دین** کی اشاعت میں ان سے مدد ملے اس لئے ان کے پاس باری باری
رہنے کی بھی قید نہ رکھی گئی - تاکہ جس عورت کو زیادہ دیر تک مسائل دین کی تعلیم کرنی چاہیں
روک نہ رہے - +

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امت کے لئے دوسرے احکام سکھلائے اور اپنے لئے خاص
احکام بنائے - وہ اس بات میں غور کرے - کہ اگر یہ ساری کارروائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے
نہ ہوتی - تو آنحضرت ﷺ کو کیا پڑی تھی - کہ امت کو اور طرح کے احکام سکھلا کر خواہ اپنے اوپر شرع
کی مخالفت کا الزام لیتے - انہوں نے تعداد ازواج کو اہم میں کیوں نہ رکھ دیا - عدل کی شرط

یوں لگا دی۔ تاکہ آپ پر کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہوتا۔ پس جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر غور کیا جاتا ہے۔ صاف معلوم ہے۔ کہ آنحضرت ص کا جعل اور افترا نہیں بلکہ سب الہی احکام ہیں جن میں سے بعض اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کے لئے اُن کی حالت کے لحاظ سے خاص کئے۔ اور باقی سب احکام میں امت اور آنحضرت کے لئے شراکت رکھی +

یہ خاص احکام صرف حضرت رسول مقبول ہی پر نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ انبیاء سابقہ پر بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ توریت وغیرہ سے ثابت ہے حقیقت میں **نبی** اور اس کی **امت** کی حالت ایک نہیں ہوتی **چونکہ** وہ دین کی اشاعت کا ابتدا ہوتا ہے۔ اس لئے مصلحتہً بعض احکام اُن کے لئے خاص کرنے پڑتے ہیں۔

تعدد ازواج پر مصنف امہات کی رائے اور اُس پر بحث

مصنف **امہات** اپنی کتاب کے نمبر ۲ میں لکھتے ہیں کہ تمام عیسائی قائل ہیں کہ **عہد قدیم میں کثرت ازدواجی اس زمانہ کی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع تھی**۔ بنی اسرائیل نے اس رسم کو اپنے پیشینوں کی تقلید میں جاری رکھا۔ اُن کے انبیاء و صلحائے امت نے اسکو جواز کو تسلیم کیا۔ مگر عہد جدید میں جو مسیح موعود کی بعثت سے شروع ہوا اور جس نے بنی آدم کی **ترقی تہذیب** کا نیا سنہ جاری کیا۔ وہ رسم جو طلاق کے ساتھ ہمیشہ رہی ہے اُٹھ گئی +

میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ لکھنا بالکل غلط بلکہ اغلط ہے حضرت مسیح نے انجیل میں کہیں نہیں فرمایا۔ کہ کثرت ازدواجی منسوخ ہوگئی۔ یا توریت میں کوئی حکم بدل گیا۔ بلکہ وہ تو صاف فرماتے ہیں۔ کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ جو کچھ وہ تمہیں کہیں۔ وہ کرو۔ +

اور پھر فرمایا۔ کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اسے پورا کرنے آیا ہوں۔ اور جو کوئی توریت کے سب سے چھوٹے حکم کو ٹالتا ہے۔ اور ویسا ہی دوسروں کو سکھاتا ہے آسمان

کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا (متی ۵ باب ۱۷) پس حضرت مسیح ؑ انبیاء سابقہ
کے برخلاف کس طرح تعلیم دے سکتے تھے۔ اور موسیٰ ؑ کی توریت کو چھوڑ کوئی نیا حکم اس کے برخلاف
کس طرح دے سکتے تھے۔ وہ تو صرف توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے۔ اور صرف بنی اسرائیل
کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے تھے نئی تعلیم جسقدر آنجناب کی طرف یا حواریوں کی طرف
منسوب کی جاتی ہے سب بناوٹی اور جعلی معلوم ہوتی ہے۔

اور یہ بھی یوں ہی جب سارے انبیا شریعت قدیمہ ہی کی تعلیم دیتے آئے۔ تو حضرت
مسیح ؑ کس طرح شرائع سابقہ کے برخلاف نئی تعلیم دے سکتے تھے۔ ایک نبی قدیم تعلیم میں موقعاً
تجدید و اصلاح تو رسم زمانہ کے بموجب کر سکتا ہے۔ مگر دفعتہً شریعت ہی کو خورد و برد نہیں کر سکتا +
پس جب مسیح ؑ خود بھی توریت ہی پر تعمیل کرتے رہے۔ دوسروں کو بھی اسی کی تعمیل کے لئے حکم دیا۔
تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ توریت کے بالکل نقیض تعلیم اُن کی طرف منسوب کرنا صریحاً غلط ہے اب اگر
مسیح ؑ نے بالکل نئی تعلیم جاری کی۔ تو مسیح ؑ کا وہ فرمان غلط ہے۔ کہ میں توریت کو منسوخ کرنے
نہیں آیا۔ اور اگر وہ فرمان صحیح ہے۔ تو جس قدر نئی تعلیم توریت کے برخلاف ان کی طرف منسوب
کی جاتی ہے۔ وہ غلط ہے۔ دونوں میں سے ایک بات کی تسلیم سے عیسائیوں کو چارہ نہیں ؟

پس جب مسیح توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے۔ اور فریسیوں اور فقیہوں کے اقوال پر بھی عملدرآمد
کرنے کے لئے تاکید فرماتے ہیں۔ تو پادری صاحب کا دعویٰ کہ مسیح نے نئی تہذیب جاری کی۔ نرا
دروغ بے فروغ ہے۔ کیا آپ بچوں کا دل بہلاتے ہیں۔ انجیل متی کی ان اُردو عبارات کو
اور کوئی نہیں سمجھ سکتا +

اچھا تھوڑی دیر کے لئے آپ کی خاطر مان لیتے ہیں۔ کہ مسیح ؑ نے بقول پولوس توریت
کو عیب دار پا کر اس کا تختہ پلٹ دیا (عبرانی ۷ باب ۱۸ وغیرہ) اور اس کا قطرہ یا شوشہ تک
ایک طرف اسے تقویم پارینہ قرار دے کر اس کا نام و نشان نہ چھوڑا۔ بلکہ شریعت کے پیروں
کو لعنتی قرار دیا۔ (عبرانی رومی وغیرہ) اور تہذیب کا نیا سنہ جدید کر کے تمام شریعت
تقوے اور طہارت۔ حلت و حرمت۔ سب کو خیرباد کیا۔ (طیطس باب ۱۵) اچھا تو
فرمایئے۔ تہذیب کے اس نئے سنہ میں مسیح ؑ نے نماز کا نعت دیا کہ دیدہ تو ریت شریعت

یا زیادہ جوروں کا کرنا حرام ہے - مسیح علیہ السلام نے فقیہوں اور فریسیوں کو زناکاری و نفاق پر
ضرور جا بجا کوسا اور متنبہ کیا - مگر یہ کہیں بھی نہ فرمایا - کہ اے ایک سے زیادہ نکاح کرنے والو
یا بہت سی عورتیں رکھنے والو - تم پر افسوس - اگر اس سے بچا ہونا آپ کا مقصود ہوتا - تو ضرور
صاف صاف کثرت ازدواج کو آپ اڑاتے - ہاں اسقدر تو آپ نے ضرور فرمایا - کہ **شروع
میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت پیدا کی** اور کہ عورت ماں باپ کو چھوڑ کر مرد
کے پاس جا رہتی ہے - اس لئے ان کو یگانگت انتہا کی رکھنی چاہیئے - اور پیار اور محبت سے یکجا رہنا
چاہیئے - طلاق نہ دینا چاہیئے - (متی ۱۹ باب ۴-۵) مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا -
کہ مسیح علیہ السلام نے کثرت ازدواجی کی ممانعت کی - بلکہ اس سے تو پہلے سے بھی کثرت ازدواجی کی صورت ہو گئی
کہ اس سے پیشتر امر طلاق تو جائز تھی جس کی وجہ سے بقول آپ کے کثرت ازدواجی میں کچھ خفت ہو
سکتی تھی - اب طلاق بھی جائز نہیں رہی - جتنی شرعی جوروں ہوں - اپنے پاس ہی رہنی
چاہیئیں - چنانچہ ان فریسیوں کا جو آزمائش مسیح علیہ السلام کے لئے آئے تھے - سوال بھی طلاق ہی کی
بابت تھا - کثرت ازدواجی کے روا یا ناروا ہونے کی نسبت ان کی کوئی گفتگو نہ تھی - متی ۱۹ باب
۳ دیکھو - اور فریسی اسکی آزمائش سے اس کے پاس آئے - اور اس سے کہا کیا - روا
ہے - کہ مرد **ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو طلاق دیدے** - اس کے جواب میں
مسیح علیہ السلام نے فرمایا - اور سمجھایا کہ عورت کو بے موجب محض عیاشی کی خاطر طلاق نہیں دینی
چاہیئے - اس لئے کہ شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی - اور کہا کہ اس لئے
مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا - اور اپنی جورو سے ملا رہے گا - اور وے دونوں ایک تن ہونگے -
پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے +

پس مسیح کے اس جواب سے اور فریسیوں کے سوال سے اس کے سوائے اور کوئی نتیجہ مستنبط
نہیں ہوتا - کہ مسیح علیہ السلام نے عورت اور مرد کو یکتن ہو کر رہنے کا حکم دیا - اور محبت اور یگانگت رکھنے
کے لئے ہدایت فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی - اس سے ایک ہی جورو کرنے یا کثرت شادی کے متعلق
کوئی گفتگو نہیں ہے +

ڈاکٹر صاحب - آپ ان الفاظ سے کہ خالق نے شروع میں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت

پیدا کی۔ دھوکا نہ کھائیں۔ اور نہ سمجھیں۔ کہ اس سے ایک مرد کے لئے ایک ہی عورت کا ہونا نکلتا ہے
یہ الفاظ محض کمال اتحاد اور یگانگت کی تاکید کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کو ایک زوجہ رکھنے
سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ فریسیوں کا سوال کثرت ازدواجی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق نہیں
تھا۔ ان کا سوال محض **طلاق** کے متعلق تھا کہ کیا مرد کو روا ہے۔ کہ ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو
چھوڑ دے۔ اس کا جواب مسیح ؑ نے دیا کہ شروع میں خالق نے ایک مرد اور ایک عورت بنائی۔
پس ان دونوں کو ایک جسم اور نہ جدا ہو کر رہنا چاہیئے۔ اور انسان کو یہ تعلق ہرگز توڑنا نہیں
چاہیئے +

نزول توریت سے پیشتر حضرت ابراہیم واسحاق ویعقوب جیسے انبیاء نے شرع کثرت ازدواجی
پر عمل کیا ہے۔ پس بنی اسرائیل ہی کے لئے کثرت ازدواجی جائز نہیں ہوئی۔ تا کہا جائے۔ کہ ایک ہی
مرد اور ایک ہی عورت کے الفاظ سے کثرت ازدواجی کی ممانعت مقصود ہے۔ یہ تو واقعہ نفس الامر کے
کہ آغاز دنیا اور انبیاء قدیم سے کثرت ازدواجی کا رواج رہا۔ پس اس ایک ہی مرد اور ایک ہی لفظ
کے مفہوم سے یہ مغالطہ کھانا۔ کہ شروع میں ایک مرد کی ایک ہی عورت ہوئی تھی۔ ٹھیک نہیں
ہے +

فریسیوں نے مسیح ؑ سے طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا۔ اور اسی کا مسیح ؑ نے جواب دیا۔ پس مسیح ؑ
کی اس گفتگو اور طرز کلام کو کثرت ازدواجی کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ اور
محض طلاق کی ممانعت میں مبالغہ مقصود ہے۔ تو اس سے حضرت مسیح ؑ نے اپنی قوم میں کثرت ازدواجی کو
بھی وسعت دی نہ کہ گھٹایا۔ کیونکہ اس سے پیشتر آخر بنی اسرائیل میں طلاق تو تھی۔ انسان پچھلی
جوروں کو چھوڑ کر نئی جورو کر سکتا تھا۔ مگر مسیح ؑ کے اس قول نے طلاق کی ممانعت قطعاً کر کے
کثرت ازدواجی کو اور بھی وسیع کیا۔ اور اس امر کی تاکید کی +

اور حضرت مسیح ؑ کے اس قول سے کہ **شروع سے ایسا نہ تھا**۔ یہ مقصود نہیں کہ
شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے لئے سوا رکھی گئی۔ اور اب منسوخ ہو گئی۔ بلکہ حضرت
مسیح ؑ کے اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے۔ کہ شروع سے
کثرت ازدواجی نہ تھی۔ تو یہ تو واقعہ کے برخلاف ہے۔ حضرت ابراہیم۔ اسحاق۔ یعقوب وغیرہ سب

انبیاء عظام ۔ جو توریت سے پیشتر ہوئے ہیں ۔ کثیرالازدواج تھے ۔ تمام دنیا میں کثرۃ الازدواجی کا کمال رواج رہا ۔ پس (شروع سے ایسا نہ تھا) ان الفاظ کو مسئلہ کثرت ازدواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں +

ڈاکٹر صاحب کا قول متی ۱۹ باب ۸ سے یہ سمجھنا ۔ کہ انسانی سخت دلی نے جوروں کی تعداد بڑھائی یہ بالکل غلط ہے ۔ سخت دلی کو کثرت ازدواجی سے کوئی تعلق نہیں ۔ سخت دلی کے الفاظ محض طلاق سے تعلق رکھتے ہیں ۔ کیونکہ فریسیوں نے حضرت مسیح سے یہی کہا تھا ۔ کہ پھر موسےٰ نے کیوں حکم دیا ۔ کہ طلاق نامہ اُسے دے کے چھوڑ دے پس انہوں نے حضرت موسے ع کے مجوزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی سو اسکا جواب حضرت مسیح ع نے دیا تھا ۔ کہ تمہاری سخت دلی کے سبب ۔ تم کو جوروں چھوڑ دینے کی اجازت دی ۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا ۔ یعنی نزول توریت سے پیشتر طلاق قطعاً نہ تھی ۔ جو روں کو پاس ہی رکھنے کا حکم تھا ۔ کسی طرح طلاق دینے کی اجازت نہ تھی ۔ تم کو صرف تمہاری سخت دلی اور قساوت قلبی کے سبب سے طلاق کی اجازت ہوئی ۔ کیونکہ تم لوگ عورتوں سے حسن معاشرت اور حسن سلوک نہیں کرتے ۔ اس لئے تم کو طلاق کی اجازت دیدی گئی ۔ کہ کسی روز وہ عورتیں تمہارے پنجہ ظلم سے تو چھوٹ جائیں ۔ ورنہ تم لوگوں سے پیشتر لوگ سخت دل نہیں تھے ۔ نہ عورتوں کو ستایا کرتے ۔ اور اس لیئے ان میں طلاق بھی جائز نہ تھی +

پنڈت لیکھرام صاحب یقیناً یاد رکھیں کہ کثرت ازدواجی سخت دلی کا نتیجہ نہیں ۔ بلکہ طلاق سخت دلی اور بد سلوکی کا نتیجہ ہے ۔ اور طلاق ہی کے ساتھ سخت دلی کا تعلق ہے آپ کی یہ منطق بالکل غلط ہے ۔ جو آپ خواہ مخواہ حضرت مسیح ع کے فرمان کے برخلاف سخت دلی کا تعلق کثرت ازدواجی کے ساتھ لگاتے ہیں +

اور ڈاکٹر صاحب کا یہ لکھنا ۔ کہ کثرت ازدواجی کی رسم ہمیشہ طلاق کے توام رہی ہے ۔ کسقدر غلط اور عظیم الشان دروغ ہے +

طلاق کا جواز تو صرف بنی اسرائیل کو ہوا (دیکھو متی ۱۹ باب ۸) اور کثرت ازدواجی حکم طلاق سے پیشتر بھی اس زمانہ کی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع تھی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت

اسحاق یعقوب وغیرہ انبیاء کثیر الازواج تھے مگر طلاق اُس زمانہ میں بالکل جایز نہ تھی ۔ طلاق صرف یہودیوں کی سخت دلی کے سبب سے مقرر ہوئی ۔ پس طلاق اور کثرت ازدواجی کو لازم ملزوم قرار دینا کسقدر راستی کے برخلاف اور صداقت کا خون کرنا ہے ؛

کثرت ازدواج اور طلاق لازم ملزوم ہرگز نہیں ہے انہیں کوئی تلازم نہیں ہے ۔ سینکڑوں لوگ کثیر الازواج ہوگذرے طلاق کسی کو نہیں دیتے ورنہ توریت سے ثابت ہے کوئی بھی کسی عورت کو طلاق نہیں دیتا تھا اور کوئی شخص ایک ہی عورت نکاح کرکے اُسے طلاق دیکے پھر دوسری عورت نہیں کرتے ۔ پس کثرت ازدواجی اور طلاق کو لازم ملزوم کہنا کس منطق کا نتیجہ ہے ۔

ڈاکٹر صاحب ! اگر صاحب تو مجھے بھی منطق بھی پوری ہی ثابت ہے کہ ارسطو افلاطون اور بیکن کو بھی مات کردیا ۔ معمولی علوم سے بھی اسقدر جہالت اور کتاب بنانیکا ارادہ کرنا زیبا ہے ریش و فش ۔

جب طلاق اور کثرت ازدواجی لازم ملزوم نہ ہوئے تو اس کثرت ازدواجی کی مسیح نے کہیں ممانعت نہیں فرمائی اور طلاق کو منع کردیا تو اُس سے کثرت ازدواجی کو اور وسعت ہوگئی ۔ نہ کہ کچھ کمی ۔ اور ایسا ایک اور دلیل ہے کہ گو پروٹسٹنٹ بوجہ کمی تعداد کے زیادہ بیاہ نہیں کرتے مگر اور بہت سے عیسائی فرقے تعدد ازدواج کو جایز رکھتے ہیں ۔ چنانچہ امریکہ میں فرقہ مارمن ہیں اور بہت سے عیسائی بادشاہ عیسائی پادری زیادہ بیاہ کرتے رہے ۔ چنانچہ امام فن مناظرہ اہل کتاب نے تنبیہ حائریہ میں ان لوگوں کو بخوبی ثابت کردیا ہے ۔ وہاں سے دیکھنا چاہئے ۔

اگر کثرت ازدواج کو مسیح نے روک دیا ہوتا تو پولوس رسول اپنے خطوں میں کبھی قید نہ لگاتے کہ کلیسیا کا نگہبان پادری بے عیب ایک جورو کا شوہر پرہیزگار صاحب تمیز شایستہ مسافر دوست ہو (۱ تمتاؤس ۳ باب ۲) بے الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو (طیطس ۱ باب ۶) کیونکہ اگر مسیح نے ایک سے زیادہ جورو رکھنے سے روک دیا ہوتا ۔ تو ایک جورو کی قید کی کیا حاجت تھی یہ بات ایک احمق سے احمق بھی سمجھ سکتا ہے ۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے اس حکم ممانعت طلاق سے کثرت ازدواج کو ہرگز نہیں روکا اور یہ کہ ان تو عیسائیوں میں

سی جورؤں کرنے کا عام رواج تھا تب تو اس قانون کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی
کہ ایک جورو والا ہو ورنہ کوئی صاحب سمجھا ئیں کہ ایک جورو کی قید کیوں لگائی گئی اور پہ تو
بہ ہے کہ پادریوں کو [illegible] حکم میں کثرت ازدواجی کی ممانعت نہیں ہے تاکہ مصلحتاً ایک صلاح
دی گئی ہے کہ ایک جورو رکھیں کیونکہ ایک جورو کرنے والے دنیا کے کاروبار میں اسقدر گرفتار
نہیں ہوتے جس قدر زیادہ جورؤں والے ہیں پس یہہ کوئی ممانعت نہیں۔ تاکہ یہ مصلحت ہے۔ اب
اگرچہ میں نظیریں دے سکتا ہوں کہ عیسائیوں کے پیچھے عیسائی۔ رشاہ [illegible] بہت سی بیویاں ر
[illegible] اور وہ سب بیوہ [illegible] کے موافق سمجھے جاتے ہیں (الوج
[illegible] اور عیسائیوں نے خود بھی کثرت ازدواجی کے متعلق [illegible]
تالیف کی ہیں اور انکی پادری کثرت ازدواجی کے فتوے دیتے رہے ہیں لیکن چونکہ خود انجیل
سے کثرت ازدواجی کی اجازت ثابت ہے اور اسکی کوئی روک نہیں اسلئے کچھہ ضرور نہیں کہ اس
بارہ میں زیادہ خامہ فرسائی کی جائے۔ البتہ حیرت ہی تو اس بات پر حیرت ہی کہ مسیح نے کثرت ازدواجی
کی ممانعت نہیں کی۔ حواری کثرت ازدواج کو جایز قرار دیتے۔ اور مصلحتاً پادریوں کو ایک
زوجہ کرلینے کی صلاح دیتے اور مسیح کے اقوال سے کثرت ازدواجی کے برخلاف کچھہ نہیں
سمجھتے۔ عیسائی بادشاہ وغیرہ بہت سی بیویاں اور باندیاں جمع کرتے رہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب
فناک بھی نہیں سمجھتے اور مسیح اور حواریوں کے بالکل برخلاف کثرت ازدواجی کو انجیل کے اصل
منشاء کے برخلاف بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر کا یہہ قول بھی غلط ہے کہ کثرت ازدواجی سخت دلی
کا نتیجہ ہے۔ بلکہ کئی حالت میں رحم دلی کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہے۔ جس زمانہ میں عورات کی کثرت
ہو اور لوگ بوجہ جنگ وغیرہ کے مارے جائیں۔ اس زمانہ میں کثرت ازدواجی عین
رحم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور صاحب یہہ عجیب ہے کہ انسانی سخت دلی نے جورؤں
کی تعداد بڑھائی۔ اور عقلا نے اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا۔ انسانی
سخت دلی نے بڑھائی۔ خدا نے نہ بڑھائی۔ جس نے کبھی ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ انکو برکت
دیئے کا وعدہ فرمایا ہو [illegible] رسم پر چلتے تھے (دیکھو اصلاح سہو)۔
اور آپ کا قول کہ عقلا نے اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا وہ کونسے عقلا تھے جنہوں نے

طلاق سے اسکی برائی کو کم کیا - ان کا نام تو لیا ہوتا - کیونکہ تم آپ ہی تو کہتے ہو کہ حضرت مسیح نے منع کیا اور کسی نے نہیں کیا (متی ۱۹ باب ۸) پس آپ کا یہہ لکھنا کس قدر غلط ہے کہ عقلا نے کیا اور کیا وجہ کہ خداوند تعالی نے [illegible] کو کم نہ کیا اور دیگر عقلا نے [illegible] کی اتنی لمبی چوڑی کتابیں تو اپنا پورا الہام کر دیں - اور [illegible] [illegible] بلکہ ہمیشہ روا رکھا اور اسپر چلنے والوں کو جنت کا وعدہ دیا - اور کیا سارے انبیا سخت دل تھے - جنہوں نے کثرت ازواجی پر عمل کیا جو کہ توریت کے نزول اور حضرت موسیٰ سے بھی پیشتر تھے وہ لوگ یہہ سخت دلی کا فعل کیوں عمل میں لائے - حضرت مسیح کے جد امجد حضرت ابراہیم نے کیوں تین عورتیں کیں - حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیوں چار جورواں کیں - یہہ لوگ تو سب پیغمبروں کے سردار اور خلیل اللہ گذرے ہیں اور تمہارے ابن اللہ کے جد امجد گذرے ہیں - انہوں نے یہہ سخت دلی کا اور ناپاک کام کیوں کیا - یہہ صرف تمہاری خباثت باطنی سبب [illegible] [illegible] انبیا کو [illegible] [illegible] سخت دل اور [illegible]

صاحب من دنیا کی تہذیب ایک اضافی امر ہے جس کا معیار ہر زمانہ میں بدلتا رہتا ہے - ان انبیا کا فعل نہایت ہی اعلے اور شائستہ تھا - بیشک انکو سخت دل [illegible] تو اپنے [illegible] [illegible] فعل کی تحسین کرتے ہیں

اور تمہارا [illegible] (۱۱۹) یہہ لکھنا کس قدر حماقت [illegible] [illegible] حضرت داؤد و سلیمان کا بہت سی عورتوں کا فراہم کرنا - یہہ قدیم رواج تھا [illegible] لوگ اسکو شان بادشاہی سمجھتے تھے اور اسلامی سلاطین اب بھی سمجھتے ہیں ہم اسکو معیوب جانتے ہیں - اور داؤد و سلیمان کی حمایت اس بارہ میں کرتے شرماتے ہیں اور ہمکو جرأت نہیں کہ ہم اس عیاشی کو معجزہ یا خرق عادت کہدیں کیا یہہ لطیفہ نہیں کہ تم آپ ہی اس فعل کو اس زمانہ کی تہذیب کے رو سے حلال و مشروع بتاتے ہو - اور آپ ہی اس فعل داؤدی و سلیمانی سے شرماتے ہو اور اسکو عیاشی بتاتے ہو - جس کو خدا نے بھی تحسین کی نظر سے دیکھا اور یہ تمہاری نیک بختی اور سعادت ہے کہ اپنے ابن اللہ کے جد امجد حضرت داؤد کو

کو جس کی عیسائی تین یک تعریف کرتے ہیں۔ عیاشی اور عیب ناک بتاتے ہو۔ اور آپ کے یہہ الفاظ کہ محمد بدیہ سے ہی بد وم کی تہذیب کا نیا سنہ جاری ہوا۔
تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ تہذیب اور شایستگی سے مذہب مسیحی کو کیا تعلق ہے جس مذہب میں تکمیل شریعت لعنت بلکہ لعنت کا موجب ہو۔ نیکی کرنا۔ بدی سے بچنا۔ تقوی اور طہارت سب فضول ہو۔ اعمال رائیگان اور مفت میں نجات ہو۔ سوائے گندگی۔ بدتہذیبی۔ بگال گلوچ وغیرہ کے جو آپ صاحبوں کا کام ہے اور اس کتاب سے ظاہر ہو رہا ہے اور کچھ پایا جاوے کیا تہذیب کی اصل یہی ہے ایسے مذہب سے ہو سکتی ہو۔ یا دری ٹیلر صاحب تک تو عیسائی چال چلن۔ زناکاری۔ شرابخواری کی شکایت کرتے کرتے تھک گئے اور انہوں نے ان تین لعنتوں کو مسیحیوں کے لئے لازم ملزوم ٹھیرایا۔ اور آپ نئی تہذیب کا ذکر کرتے ہو۔ نئی تہذیب دیکھنی ہو۔ تو یورپ کی سوسائٹیوں کا اندرونی حال دربار لندن کے اسرار۔ پیرس کے اسرار مطالعہ کرو تو آپ کو نئی ترقی تہذیب کے نئے سنہ کا پتہ لگ جائیگا۔
شراب نوش قوم کوئی عیسائیوں سے بڑھ کر ہے ہی نہیں۔ اور شراب وہ ام الخبائث ہے جو تمام گناہوں۔ شرارتوں گندگیوں اور ناپاکیوں کی جڑ ہے تمام عقلمند اس کی خباثت اور برائی پر متفق ہیں جو مذہب مسیحی کے رو سے مشروع اور جایز ہے۔ بلکہ مسیح نے معجزہ کے طور پر سب سے پہلے شراب ہی بنائی۔ پلوس ہاضمہ کی کمزوری کے لئے اجازت دیتا ہے۔ بلکہ عشاء ربانی میں شراب اس رسم مقدس کی ایک جزو اعظم ہے۔ پس جن لوگوں میں شراب جیسی ام الخبائث چیز جایز ہے۔ وہ کسی قوم کو بدتہذیبی کا الزام نہیں لگا سکتے۔ ان کو تو مارے شرم کے آپ چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہئے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تکمیل شریعت کے لئے کثرت ازدواجی کا جایز ہونا تو ضروری تھا تاکہ خلق کو گناہ ہو کے لئے کوئی عذر نہ رہے۔ اور بہر حال زنا کرنے سے دوسرا نکاح کر لینا بہتر ہے اور چونکہ کثرت الازدواجی انبیاء کا فعل ہے اسلئے بجز احمق کے کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں۔ شرعی نکاح ایک آدھ کر لینا اس میں کیا برائی اور کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شرابخواری تو ایسا ناپاکی اور بدتہذیبی کا کام ہے کہ شرابخواری سے بڑھکر کوئی عیاشی نہیں۔ کثرۃ الازدواجی کی مذمت میں انسان

کتنا ہی مبالغہ کرے۔ مگر بہر حال شراب خواری سے اُسکا درجہ کم ہی رہے گا شراب تو انسان کو انسانیت سے خارج کر دیتا ہے۔ تو بین یا کئی عورتیں ضرورت کے موافق شرع مطابق انسان کرے تو اس میں کیا قباحت کیا عیاشی ہو گئی ہے مگر شراب خواری تو انسان کو دین و دنیا کے کام کا نہیں چھوڑتی اور زنا اور عیاشی کی طرف مائل کر کے انسان کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنا دیتی ہے ہزارہا خاندان کو شراب نے تباہ کیا۔ جرائم کی تعداد بڑہا ئی سلطنتیں خاک میں ملا دیں چنانچہ یورپ میں بھی شراب کی قباحتوں پر دھواں دھار لیکچر دیئے جا رہے ہیں جو اسلام میں پہلے ہی سے پرلے درجہ کی ناجائز۔ ممنوع اور اسکی صورت تک دیکھنا حرام ہے اب آپ ہی انصاف کریں کہ پرہیزگاری کا درجہ اسلام میں زیادہ ہے۔ یا عیسائیت میں عیسائی تہذیب کے موافق تو زنا کی سزا ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے بھی اُس زانیہ عورت کو سزا نہیں دی تھی جس کا انجیل یوحنا کے ۸ باب میں ذکر ہے۔ پس جس مذہب میں شراب خواری عام رایج اور جائز ہے۔ زنا کی کوئی سزا مقرر نہیں۔ مفت میں نجات ہے۔ تقوے و طہارت کی ضرورت نہیں۔ اس مذہب سے بڑھکر اور کس مذہب میں عیاشی زیادہ ہو گی۔

عیسائیوں میں طلاق

کثیر الازواجی کی عیسائی مذہب میں ممانعت نہ ہونے کا ذکر تو اوپر ہو چکا۔ اور ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی ساری شیخی کرکری ہو چکی۔ اب طلاق کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ کہ آیا جیسا کہ ڈاکٹر صاحب لکھ رہے ہیں۔ سچ مچ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں ہے یا بعض حالتوں میں عیسائی مذہب میں بھی طلاق ہو سکتی ہے۔ سو یہاں تک غور کی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں ہے افسوس ہے کہ ایسا فاحش جھوٹ بولتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو شرم نہیں آئی۔ اور بلا شبہ آپ نے انکا حصہ بیان مسیح کا جو طلاق کے متعلق تھا قصداً چھوڑ دیا ہے۔ مسیح نے تو زنا کی حالت میں عورت کو طلاق دینے کی اجازت دیدی ہے۔ پس اگر عورت مرد کا تعلق ایسا ہی غیر منفک تھا۔ جیسا کہ

کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اسکا مرد زانی اور ہرجائی ہو تو وہ بھی مرد سے تو اپنا قطع تعلق کر کے اسکی طلاق
لے لے۔ کیا یہہ صریح بے انصافی اور ظلم نہیں ہے۔ پھر آپکا یہہ کہنا کہ عقل کے برخلاف اور صریح
جھوٹ ہے کہ فطرت نے کسی ایک کی رعایت نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے
کے وقت آپ عشاء ربانی کھا رہے ہیں۔ یا ہاضمہ کی کمزوری کے لئے تھوڑی سی پی رہے ہیں
جو صریح انجیل کے بھی برخلاف اناپ شناپ ہانک رہے ہیں۔ پھر آپ یہہ تو بتلائیے
کہ مرد اپنی جورو کا زنا کس طرح ثابت کرے۔ ایک مرد ہے۔ جس نے اپنی عورت کو
ایک مرد کے ساتھ ناگفتنی فعل کرتے ہوئے پکڑا۔ اور دوسرا اسوقت کوئی گواہ
شاہد نہیں۔ اب آپ بتلائیے کہ [illegible] عورت سے سلوک کیا کرے۔ قانوناً
تو اسکو چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہیں یوں چھوڑ دے۔ تو عورت پہلے
زنا کا قانونی ثبوت مانگیگی۔ سو آپ فرمائیں کہ اس حالت میں وہ امر نہیں عورت ہی کو ساتھ
صحبت کرتا رہیگا۔ یا نہیں۔ پس تمہارے یسوع کا یہہ نص حکم یہاں بھی کسی کام نہ آیا۔
اگر آپ یہہ کہیں کہ وہ اس عورت کو بلا ثبوت و شہادت چھوڑ دے تو پھر تمام عیسائیوں کے لئے
بڑی گنجایش ہو جائیگی۔ جس عورت کو چھوڑنا چاہا جھٹ زنا کا الزام و اتہام لگا دیا اور چھوڑ دیا
اس بات سے روکنے والا ان کے لئے کون آدمی ہو سکتا ہے اگر آپ یہہ جواب دیں کہ کوئی
شخص مسیح کا سچا پیرو کہلا کر اپنی عورت کی نسبت جھوٹا الزام نہیں لگا سکتا۔ تو یہہ محض طفل
تسلی ہے۔ جبکہ ہر ایک عیسائی کا یہہ خیال ہے کہ نجات کے لئے تقوے اور طہارت اور
اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سارے گناہ معاف
ہو چکے ہیں اب کوئی گناہ ضرر نہیں کر سکتا۔ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہی ہے تو ناپاکوں
کو یعنی غیر عیسائیوں کے لئے کوئی شے پاک نہیں تو ہر عیاش طبع عیسائی کیوں نہ جھوٹے
الزام عورتوں کو لگا لگا کر نکالنا چاہیگا اور نئی عورات سے مزے اڑانا [illegible]
ضرور کہیں۔ یا تو اس بات کے قایل ہوں کہ عیسائیوں کے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ یا یہہ کہ
ایسی حالت میں سزا ہوگی تو مسیح کی جان مفت میں گئی۔ دونوں حالتوں میں ایک
سے چارہ نہیں ٭

پھر میں کہتا ہوں کہ آپ صاحبوں کا خدا یا ابن خدا بھی عجیب ستار العیوب ہے جو طلاق کو صرف
زنا ہی کے وقوع پر منحصر رکھتا ہے اگر کمال نشوز و اعراض کی حالت میں بھی طلاق کی اجازت
ہوتی تو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوئی ہے یا اور کسی وجہ سے - اور تمہاری عورات
کا پردہ ڈھکا رہتا - اب کہ عورات کی طلاق صرف زنا پر منحصر ہے - مطلقہ عورت کی نسبت
زنا کا اعتراف اور اُسی زانیہ کرکے پکا زنا سے متقدم ہے - واہ ستار العیوب خدا ہو تو ایسا ہی ہو
اور احکام ہوں تو ایسے ہی ہوں - انہی احکام پر ڈاکٹر صاحب فخر کر رہے ہیں کہ دنیا میں سوا
عیسائیوں کے مذہب نہیں جس میں کثرت ازدواج و طلاق منع ہو بیچارے عیسائی مذہب نے تو نہ
کثرت ازدواج کو روکا ہے نہ طلاق کو آپ کیوں تعلی کی لیتے ہیں اور خواہ مخواہ ڈینگ ہانکتے ہیں
یہ آپکا سارا فخر بیجا ہے - بلکہ گوز شتر کا مصداق ہے نخل کی نص تو ہم نے بیان کردی - اب آگے
ماننا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے -

صرف زنا ہی کی حالت میں جواز طلاق اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق
کے عدم جواز نے عیسائیوں کو اسقدر دقت میں ڈال رکھا ہے کہ انہوں نے خود نشوز و اعراض کی
حالت میں طلاق کے جواز و استحسان پر بڑے بڑے مضامین لکھے ہیں - اور طلاق کے متعلق
بڑے بڑے قوانین درج کئے ہیں - چنانچہ **ڈاکٹر ہملٹن صاحب** زنا کی حالت
میں طلاق کے جائز ہونے اور نشوز و اعراض کی حالت میں ناجائز ہونے کی
نسبت جو ریمارک کرتے ہیں - وہ اس بارہ میں بالکل اسلامی مسئلہ کی طرف جھکے ہیں
چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اذیت اور مصیبت کا باعث ہو - تو ہرگز خیال نہیں
کرنا چاہیے - کہ خدا ہے ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا - یہ دل کی سختی کو اس
شخص سے منسوب کرنا ہوا جو اس عورت کو اپنے پاس نہ رہنے دے نہ اس شخص سے جو اسکو ایسی صورتوں
میں اپنے گھر سے نکال دے - نا موافقت سے عورت کو رکھنا ایسی سختی ہے جس میں طلاق سے زیادہ
بے رحمی ہے - طلاق ایک مصیبت ہی جو ایک بدتر مصیبت کے عوض اختیار کی جاتی ہے -
تمام معاہدے بد عہدی سے ٹوٹ جاتے ہیں پھر اس پر کونسی معقول دلیل ہے کہ نکاح کا معاہدہ
ٹوٹ نہیں سکتا - اور سبب یہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدوں سے مختلف ہے یعنی خدا کی شرط

عورتیں ایک ساتھ نکاح میں آسکتی ہیں۔

یہ حضرت ابراہیم جیسے مقدس اور پاک نبی نے تین جورواں کیں یعنی سارہ ہاجرہ اور قطورہ حضرت موسیٰ کی دو جوروئیں تھیں حضرت یعقوب کی چار جورواں تھیں حضرت سموئیل کے باپ کی دو جوروآں تھیں (سموئیل ۱ باب) اور یہی حال اسحاق اور تمام بنی اسرائیل کا ہے حضرت داؤد نے متعدد جورواں کیں اور ان کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ انہیں کبھی الزام نہیں لگایا (اول سلاطین ۱۵ باب ۵) حضرت سلیمان کی ۷۰۰ جورواں اور ۳۰۰ حرمیں تھی (۱ سلاطین ۱۱ باب) حضرت سلیمان کے بیٹے رحبعام کی ۱۸ جورواں اور ۶۰ حرمیں تھیں ۲ (تواریخ ۱۱ باب) حضرت سلیمان کے پوتے ابیاہ کی ۱۴ جورواں تھیں (تواریخ ۱۳ باب ۲۱) حضرت جدعون کی بھی بہت سی عورتیں تھیں (قاضی باب ۸) اور عیسو برادر یعقوب کی بھی دو جورواں تھیں اور عیسائیوں میں ایک فرقہ مورمن نامی ہے ان میں ہر عیسائی کو ۱۴ عورتیں رکھنے کی اجازت ہے اور مارٹین لوتھر نے فلپ نامی ایک رئیس کو دو جورواں رکھنے کی اجازت دی تھی۔ اور بعض جگہ اینٹی لوتھر صاحب فرماتے ہیں کہ انسان دس یا زیادہ جورواں تک رکھ سکتا ہے (مراۃ الصدق صفحہ ۹۴)۔

پس جب کثرت ازدواج کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل میں بھی اسکی ممانعت نہ ہوئی اور تمام قوموں میں بھی مسلم ہے۔ تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو دین و ایمان سے فارغ اور انبیاء الٰہی کی سنت سے بیزار ہے پس شایق صاحب نے جو رسم کثرت ازدواج کو نبی لکھا ہے (امہات صفحہ ۱۰) سنت نبی نہیں بلکہ سنت انبیاء لکھنا چاہیئے تھا جبکہ ایسے ایسے مقدس مقرب رسول اس مبارک رسم پر عمل کرتے رہے تو اسکو مقدس اور مبارک نہ کہنے میں وہی شخص تامل کر سکتا ہے جس میں ایمان و انصاف کی ذرا بھی بو نہیں۔

پس کثرت ازدواج کی رسم تو تمام مذاہب تمام اقوام میں مروج رہی اور مروج ہے مگر سوائے اسلام کے اس رسم کو احسن طریق پر اپنے مذہب میں کسی نے شامل نہیں کیا۔ نہ اس رسم قدیم میں کسی نے اصلاح و تجدید کی یہ اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اسنے اس رسم میں نہایت عمدہ اور شائستہ اصلاح کی جس سے بڑھکر ممکن نہیں۔ یعنی اسلام نے پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر چار عورات پر محدود کر دیا یعنی اشد ضرورت کی حالت میں بھی چار سے زیادہ عورات کا رکھنا حرام اور ناجائز قرار دیا اور پھر چار عورتوں میں بھی عدل و انصاف کی ایسی پابندی

لگائی کہ سوائے اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ تعالے نے قرآن شریف میں حکم دیا ہے۔ کہ تم کو دو یا تین یا چار عورات تک کرنا جائز ہے مگر اس کے یہہ معنے نہیں۔ کہ تم پر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار ہی کرو۔ ایک امر کا جائز ہونا امر دیگر اور مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اسپر عمل کرنا امر دیگر ہے۔

اگر بصورت عدم ضرورت قیامت تک کوئی شخص اس رسم پر عمل نہ کرے تو گنہگار نہیں ہوسکتا کیونکہ یہہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی بلکہ دنیا میں زیادہ تر مصروف ہونے کے ڈر کی وجہ سے اگر کوئی شخص صرف ایک ہی کرے۔ یا ایک بھی نہ کرے تو اسلام اسپر کوئی جبر نہیں کرتا۔ نہ گناہ علید کرتا ہے۔

ہاں جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ ہو اس کے لئے ایک اور بہ شرط ضرورت ایک سے زیادہ نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ لیکن جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ نہیں وہ اگر ایک جورو بھی نہ کرے۔ تو اسپر کوئی تشدد و جبر نہیں۔

یہہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئیے اور کبھی نہ بھولنا چاہئیے کہ تکمیل شریعت کے لئے ایک سے زیادہ عورات کی اباحت بیان کرنی امر دیگر ہے۔ مگر اسپر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنا امر دیگر۔ بلاشبہ قرآن شریف میں حسب ضرورت چار تک ازواج کرنے کی اباحت ضرور ہے مگر یہی حکم نہیں کہ ضرور ایک سے زیادہ بیویاں ہی کرے۔ پس اگر اہل اسلام بصورت عدم ضرورت ایک ہی جورو پر ہمیشہ کے لئے کفایت کریں تو انپر کوئی جبر نہیں ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو (جو کثرت ازواج کو حرام سمجھتا ہے) کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اسکے لئے اُسکی شریعت میں کوئی علاج نہیں۔ مگر اسلام میں اسکا علاج موجود ہے۔ دنیا میں سینکڑوں چیزیں حلال اور مشروع ہیں مگر اس کے یہہ معنے نہیں۔ کہ ان سب چیزوں کو ضرور ہی استعمال میں لائے۔ ایسا ہی بشرط ضرورت و اقتضائے حالت تعدد ازدواج کی اجازت اسلام میں ضرور ہے مگر ضروری احکام میں سے ہرگز نہیں ہے۔

اور جس قدر تعدد ازدواج کے متعلق ثبوت دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم اسلام سے پہلے ہی دنیا میں بڑے زور کے ساتھ بلا بے اعتدالیوں کے ساتھ جاری تھی - اسلام نے اس رسم کو جاری نہیں کیا - بلکہ اسلام نے جو کچھ اس بارہ میں کیا وہ یہ کیا کہ ہر قسم کی رخنہ بندیاں کیں پہلے رسم تعدد ازدواج کو محدود کیا - اور محدود کرنے کے بعد عدل[1] کی شرط ایسی لگائی کہ بمشکل کوئی شخص نکاح ثانی کی جرأت کر سکتا ہے اور بجز خاص خاص ضرورتوں کے اس رسم کو خوشی سے کوئی کم اختیار کر سکتا ہے -

اصل یہ ہے کہ اس بارہ میں جو کچھ قدر دنیا پر قرآن نے احسان کیا ہے اس کی دنیا اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی - انصاف ورنہ امت کا بھاری بوجھ گردن پر تھا اگر یہ عام طور پر ایک ہی بیوی کا حکم دیا - لیکن چونکہ قانون قدرت ایسا ہی پڑا ہے کہ بعض اوقات انسان کو اولاد کی خواہش اور بیوی کے عقیمہ ہونے کے سبب سے یا بیوی کے دائمی بیمار ہونے کی وجہ سے یا بیوی کے ایسی بیماری کے عارضہ کی وجہ سے جس سے مباشرت ہرگز ممکن نہیں جیسے بعض عورتیں خروج رحم کی جن کا یہ پردے کے ساتھ ہی خون کی یا عوارض نکلتی ہے اور کبھی کبھی دس دس سال ایسی بیمار رہتی ہیں اور یا بچے کی کا زمانہ پیری عمر رسیدہ کی وجہ سے یا اس کے جلد جلد حمل دار ہونے کی وجہ سے یا ایک مرد کے نہایت قوی الشہوت ہونے کی وجہ سے تاکہ وہ عفت و عصمت کو تھام سکے - ناچار دوسری بیوی کی ضرورت پڑتی ہے - اس لئے اس قدر تعدد کے جواز کے لئے حکم دیدیا - اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگا دی - سو یہ انسان کی حالت پر رحم ہے تا وہ فطرتی ضرورتوں سے پیش آنے کے وقت الٰہی حکمت کے مدارک سے محروم نہ رہے - پس ہم ثابت زور سے کہتے ہیں کہ قرآن شریف نے تعدد ازدواج کو بڑھایا - ہرگز نہیں - بلکہ جہاں تک ممکن ہو گھٹایا اور گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لایا

[1] کئی صحابہ جن کی ازدواج ایک سے زیادہ تھیں - اُن کے عدل کا یہ حال تھا - ایک صحابی کی نسبت روایت ہے کہ ایک وبا میں اتفاقاً اسکی دونو جورواں ایک ساتھ فوت ہو گئیں تو اسکو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ پہلے کسکو دفن کرے آخر قرعہ ڈال کر جس کا نام پہلے نکلا - اسکو پہلے دفن کیا -

اور ہر ایک افراط کو دور کر دیا گیا اور تشریح کر دی گئی کہ کن عورتوں کو کرنا چاہئیے۔ اور کس حد تک اور وہ حدود مقرر کئے گئے جو عقل اور اخلاق کے برخلاف نہیں اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت ازدواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہیں۔ جو وہ اپنی عورتوں کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہیں۔ جو اسلام کے طفیل سے اُنکو حاصل ہوئی۔ تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے۔ کہ النبیان کے ولیر اس قسم کا تصرف۔ کہ جسنے ان شہوت پرستونکی حالتوں کو بالکل پھیر دیا۔ بے شبہ وہ ربانی تصرف تھا۔ اور ایزک ٹیلر صاحب نے افریقہ میں مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبۂ ولورہیمپٹن کے چرچ کانگریس کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی۔

تعدد ازواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں روکا۔ اور داؤد جسکا دل خدا کا سا تھا اسکو عمل میں لایا۔ اور انجیل میں صاف طور سے ممنوع نہیں ہے۔ محمد نے تعداد ازواج کی بے حد اجازت کو محدود کر دیا۔ تعدد ازواج کے سبب مسلمانوں میں بدکاری کم ہے۔ ہمکو خبردار رہنا چاہئے کہ شاید ایک برائی کو بے وقت دور کرنے میں ہم اسکی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی برائی قایم کر دیں۔

مسٹر کارلایل جو اس زمانہ کی دنیا میں ایک نہایت مشہور شخص ہے۔ اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ کے لیکچر دوم میں لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی میل الی الشہوت کی نسبت بہت تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں وہ حالتیں جو ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جس کی پروانگی نبی عربی نے دی وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھیں۔ انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروج اور غیر معیوب پایا۔ مگر اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا۔ کہ اُن کو روک دیا۔ نہ صرف ایک ہی طرح سے۔ بلکہ کئی پہلو سے۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب مانٹیگو کی رائے یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں ۸ یا ۹ سال کی عمر میں نکاح کرنے کے لائق ہو جاتی ہیں پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ ۲۰ برس کی عمر میں بڑھاپا طاری ہے

پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہی۔ کہ ان ملکوں میں جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری کرے اور تعداد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جائے۔

مسٹر ہگنیس صاحب لکھتے ہیں کہ علم تواریخ انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں جو تعدد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کی متصور ہو سکتی ہے اور گو کہ شمالی ملکوں کے رہنے والے میڈک کے سے مزاج کے جاندار بھی ہیں متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتی ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ سر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا صفحہ ۱۰۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایشیا کے گرم ملکوں کی تاثیر سے دو گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں جہاں دونوں برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتی ہیں۔ مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہوئی کہ ضعیفی میں بھی قوی اور طاقتور ہوتے ہیں اگر یہ بات سچ ہی تو بانی اسلام کے لئے اسبات کی کہ انہوں نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہی۔ ایک بڑی وجہ یہی ہے اسد عقلی طور پر تعدد ازدواج کا ثبوت یہہ ہے کہ:۔

(۱) اللہ تعالی نے مرد میں قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہی فطرتی امر اس بات کو مقتضی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے۔

(۲) مرد عورت کے باہمی تعلق سے اصل غرض بقائے نسل ہی اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی جوروان کرے اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہی اور عورت دس شوہر کرکے بھی ایک بچہ سے زیادہ جن نہیں سکتی۔ پس عورت کو مرد سے کسی حالت میں مساوات نہیں ہے اور یہاں سے حکمت الہی اسکی مقتضی معلوم ہوتی ہے کہ مرد کو اس نے کئی جوروں کے واسطے اور عورت کو ایک ہی جورو کے واسطے پیدا کیا ہے۔

(۳) عورت جلنے کیواسطے ہی نہ جنوانے کے واسطے اور مرد جنوانے کے واسطے ہی نہ جننے کے واسطے۔ پس عورت بہت سے شوہر کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ بہت سی اولاد جننے

کے واسطے ہے۔ اور مرد بچہ جننے کے واسطے نہیں۔ بلکہ جورؤوں کرنے کے لئے سب۔

(۴) خدا نے اپنی مخلوقات سے کوئی دو چیزیں مساوی پیدا نہیں کیں دیکھو اجرام سماوی شجر و انہار وغیرہ ہر شے کو۔ پس اسی قیاس کے موجب ضرور ہے کہ مرد اور عورت کی حالت میں بھی تفاوت ہو یعنی یا مرد عورت سے افضل ہو۔ یا عورت مرد سے افضل ہو اور چونکہ مرد کی فضیلت ہر حال میں اور ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ مرد بہت خدمت کرنے والوں کا مستحق ہو۔ نہ اس کے خلاف عورت۔

(۵) انجیل میں ہے کہ کوئی آدمی دو خاوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا (متی ۶ باب ۲۴) مگر ایک خاوند بہت سے خادموں سے خدمت لے سکتا ہے۔ پس عورتیں زیادہ مردوں کے مناسب حال ہیں نہ برعکس اس کے۔

اب کثرت ازدواج کے ترک ہونے کے نقصانات سے ہی واقف ہونا چاہئیے جس کو پڑھکر ڈاکٹر شایان صاحب امید ہے کسی قدر شرمندہ ہونگے۔ انگلستان میں اس رسم کے ترک ہونے کے سبب بیشمار عورتیں غیر منکوحہ ہیکر دو گناہ عظیم یعنی زنا اور اس کے چھپانے کے لئے قتل اطفال و لد الزنا میں کثرت سے مبتلا ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ایوننگ مائیڈشن مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۹۶ء سے معلوم ہوا کہ انگلینڈ خاص میں بحساب ۳ ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہیں کیونکہ دس برس میں تیس ہزار معصوم قتل ہوئے۔ جنکے چھوٹی چھوٹی قبروں سے بھرے ہیں۔ مگر تین ہزار ان میں سے بے کفن دفن ہو چکے ہیں۔ بعضے گرجا گھروں میں۔ بعض اصطبلوں میں۔ بعض مکان کی چھتوں پر۔ بعض خالی قبرستان میں۔ بعض کو اعداد کے صندوقوں میں۔ بعضے نالوں میں گھر کا کوڑا پھینکنے کے مکانوں میں۔ خندقوں میں۔ بعضے نالوں میں۔ مکانوں کی نیو میں ریل گاڑی میں نشستگاہوں کے تلے۔ ریلوی گھر میں جہاں اسباب رکھا جاتا ہے وہاں پوٹلی میں بند ہے ہوئے۔ کاغذ میں لپٹے ہوئے اور راہوں اور خندقوں میں ننھی ننھی لاشیں یا خالوں میں ٹکڑے کئے ہوئے تابدانوں میں ملتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کتنے بے گناہ بچے مقتول ندیوں اور دریاؤں میں

قبر سے گئے کہ جنکا نشان بھی نہیں ملا۔ سال گذشتہ میں لنڈن جو پایہ تخت انگلستان کا ہے فقط اسکی گلیوں میں ۱۸۳ لاشیں ننھے ننھے بچوں کی پڑی ہوئی ملیں یہاں بہت سی ایسی عورتیں اور بعض مرد بھی ہیں جو دیکھنے میں بھلے آدمی ہیں انکا پیشہ یہہ ہے کہ بچوں کو ماؤں سے لیکر اپنے گھروں میں پالنے کو لاتے ہیں اور بھوک پیاس یا استعمال زہر وغیرہ سے بچوں کو ہلاک کرتے ہیں بعض حرامکار مائیں ایسی ہیں کہ دو .. ۲ سے تیر تک ان قاتلوں کی نذر بخوشی کرتی ہیں .... اگرچہ ہزاروں اسطرح قتل ہوتے ہیں تب بھی وہ نطفہ حرام جو زندہ ہیں تعداد میں بیشمار ہیں یہہ حال جو لکھا گیا۔ فقط انگلنڈ کا تہا سکاٹلنڈ اور ویلز اور آیرلنڈ اس سے علیحدہ ہیں۔ ورنہ فقط ویلز میں مجھے یاد ہے کہ ایکسال عدد اولاد نکاحی ۱/۲ اور اولاد الحرام ۱/۲ تھے۔ از اودہ اخبار نولکشور نمبر ۲۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ ۷ نومبر ۱۸۷۱ء۔

امید ہے کہ تعدد ازدواج کی عدم اجازت کے نقصان سے اب تو شایق صاحب ضرور واقف ہوگئے ہونگے اور دل میں کچھ شرمائے ہونگے۔ اگرچہ ایسے آدمیوں کو شرم بھی نہیں آتی۔

مقدس پولوس کی ترغیب سے عیسائیوں کے مقدس فادروں اور پادریوں نے جب گوسائیوں کی روش اختیار کی تو تالاب صاف کرانے کے وقت ان بزرگ پادریوں کی یہہ کرامت ظاہر ہوئی کہ ان کے موجود رہنے کی وجہ سے چھہ ہزار حرامی بچوں کی کھوپڑیاں اسمیں سے نکلیں جو انہوں نے بغرض اخفاے ثمرہ زناکاری اُس تالاب میں ڈالدی تہیں۔ اور معلوم نہیں کہ زیر زمین کتنے ایسے بے گناہ دفن کئے گئے ہونگے۔ یہہ تو سچے واقعات ہیں جنکی تسلیم میں کسیکو تامل نہیں۔ پس اب ڈاکٹر احمد شاہ صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیوں صاحب اب بھی آپکو سنت نبوی (نکاح) کی خوبی اور تعدد ازدواج کی فضیلت معلوم ہوئی ہے یا نہیں اور کیا اب بھی کہیں دنیا میں کسیکو منہ دکہاؤ گے

یہہ تو ممالک یوروپ میں سے ایک مہذب ملک کی زناکاری کا حال ہے اور شراب نوشی کا یہہ حال ہے کہ ۱۳ کروڑ پونڈ کے قریب روپیہ ہرسال برطانیہ میں شراب کشی اور شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے۔ اور ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ شراب کی بدولت لنڈن میں صدہا خودکشی کی واردات ہوتی ہیں۔ اور خاص لنڈن میں شاید منجملہ ۳۰ لاکھ آدمی کے ۱۰ ہزار آدمی سے نوشح ہونگے۔ ورنہ سب مرد اور عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لنڈن کا کوئی جلسہ اور کوئی سوسایٹی ایسی نہیں جس میں سب سے پہلے برانڈی اور ایل شراب کا انتظام

کہا جاتا ہو۔ لنڈان کے بڑے پڑھے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود دین دار کہلانے کے اول درجہ کے نوش ہوتے ہیں (ریبہ ہنیبہ یکم فروری ۱۸۹۳ء)

نامحرم لوگوں کو جوان عورتوں کا بوسہ لینا جائز ہی نہیں بلکہ یورپ کی نئی تہذیب میں ایک امر مستحسن قرار دیا گیا۔ کوئی دعوی سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جس کا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی۔ استعدہ ... کہ ... الگزینڈر صاحب ایک چٹھی میں لکھتے ہیں کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو ... ملک میں پائے جاتے ہیں۔ انمیں سے ایک شخص میری نظر میں ایسا نہیں جس کی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو بلکہ سب دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تعدد ازدواج کے لئے عدل کا مشروط ہونا

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالی نے تعدد ازدواج کی اجازت بے شک دی ہے مگر ساتھ یہ بھی کہدیا ہے۔ کہ فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم یعنی اگر تم کو اسبات کا خوف ہو۔ کہ کئی بی بیوں میں برابری نہ کر سکو گے تو اس صورت میں ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔ یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو اُس پر قناعت کرو۔ تا کہ تم ناانصافی سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ چونکہ پورا پورا عدل اور مساوات کلی محبت اور دلی الفت اور مباشرت وغیرہ میں محالات سے ہے۔ بعض حالتوں میں عورت کو کئی معذوریاں ہوتی ہیں اور بعض اوقات مرد کو کئی مجبوریاں اور عدل حقیقی ناممکنات میں سے ہے اسلئے ضرور تھا کہ اللہ تعالی اُس عدل کی تفصیل کرتا جس میں انسان عقلاً بیس۔ خود نہ ہو سکے سو وہ عدل یہی ہے کہ گو دلی اُلفت اور مباشرت میں مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ آدمی کے اختیار اور فطرت سے باہر اور از قبیل تکلیف مالا یطاق ہے۔ لیکن مواجب اور حقوق۔ اور شب باشی میں سب کے ساتھ مساوات ملحوظ رکھے اور ایک طرف زیادہ مائل اور دوسری طرف سے بے پرواہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ سورہ نسا کی ۱۲۹ آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء ولو حرصتم فلا

حضرت نے فرمایا جو میرے بس میں ہے میں انصاف کرتا ہوں مگر دلی محبت میرے اختیار میں نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص دو بیویوں میں انصاف نہ کریگا تو قیامت کو آدھے دھڑ سے اُٹھے گا۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ یعنی خواہ تم کتنی ہی سعی کرو۔ دلی محبت۔ دلی الفت
معاشرت اور ہر ایک امر میں برابری اور عدل حقیقی تو محال ہے۔ لیکن وہ **عدل** جو انسان
کی وسعت اور مقدور کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور کرنا چاہیئے اور وہ یہی ہے کہ فلا
تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ یعنی انسان ایک ہی بیوی کی طرف نہ جھک پڑے۔ کہ دوسری
معلقہ ہو جاوے یعنی نہ بیاہی ہو اور نہ مطلقہ۔ بلکہ دونوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ مواجب
اور حقوق اور حسن معاشرت اور نسب باشی وغیرہ میں جو اسکے حد اختیار کے اندر ہیں۔ سبکو
برابر سمجھے اور ہر انسانی حد تک ہر ایک کے ساتھ سلوک کرنا یہی **تقوی** کی راہ ہے۔ جیسا
کہ اللہ تعالی تقوی کی نسبت بھی ایک جگہ فرماتا ہے **واتقوا اللہ حق تقاتہ** اللہ سے اتنا
ڈرو جتنا اسکا حق ہے اور پھر تفصیل کر دی۔ کہ **فاتقوا اللہ ما استطعتم** کہ جہانتک تمہاری وسعت
ہے وہاں تک ڈرو کہ یہی ڈرنے کا حق ہے بہرحال نسب باشی خرچ اخراجات و مواجب و
حقوق میں سبکو مساوی رکھنا جو انسان کی استطاعت کے اندر ہے۔ شرط عدل ہے
لیکن دلی الفت و محبت یکساں ہونا۔ یہ انسانی فطرت سے باہر ہے اور اس لئے یہ
شرط جو از قسم تکلیف مالا یطاق ہے۔ مقرر ہو نہیں سکتی اور اگر سچ پوچھو تو استقدر عدل بھی انسان
سے سخت مشکل ہو اور بغیر اشد ضرورت کے انسان استقدر تعلقات کا بوجھ اٹھا نہیں
سکتا اور اس لئے ان شرائط پر بھی ایک دوسری شادی کرنے کی بمشکل جرأت ہو سکتی ہے
سو اس لئے غالب اور اصلی حکم ایک ہی بیوی کرنیکا سمجھنا چاہئے۔ اور ایک سے زیادہ کا بوجھ
وہی اٹھائیگا جو استقدر مشکلات کا متحمل ہو سکے گا۔ جو ایک آزاد منش انسان کے لئے ایک
طوق گردن اور زنجیر پا سے کم نہیں۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ شایق صاحب لنگ بنا اور اگلی شرایط پر تو مطلق جرح
نہیں کر سکے۔ جن میں عدل وغیرہ کی کوئی تردید نہیں تھی۔ چیا سے ایک عورت کر کے پھر ساری عمر
اسکی خبر لی جاتی اسلامی تعدد ازدواج پر جو نہایت انصاف اور عدل پر مبنی ہے۔ خواہ مخواہ
معترض ہیں۔ کیا دونوں عورتوں کی نگہداشت خبرگیری۔ خرچ اخراجات۔ نسب باشی یہ سب واقعی
عجیب سی بات ہے کہ شایق صاحب **عدل** بین النسا کو ایسی بات سمجھتے ہیں

ہماری خیال میں تو اسلامی احکام افراط تفریط سے مبرا اور اعتدال پر مبنی ہیں۔ کہ کسی عقلمند کسی فلاسفر کو حرف رکھنے کی جرأت نہیں ہو سکتی اور آپ خواہ مخواہ باتیں بنا کر اپنی جہالت آپ طشت از بام کر رہے ہیں۔

جب ایک عورت کی پوری پوری خوگیری کرنے میں قصور ہونے لگے تو پھر اللہ تعالی نے صاف سورہ نسا کی آیہ ۱۲۹ و ۱۳۰ آیت میں اس عورت کو یا تو بطور بر کھنے یا یک لخت چھوڑ دینے کو حکم فرما دیا ہے جس نا انصافی یا عورت کو تکلیف دہی کا واہمہ بھی دل میں نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفوراً رحیما اور اگر تم آپس میں موافقت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرنے سے بچتے رہو تو اللہ تعالی غفور رحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت میں جو زیادتی ہوگی معاف کر دیگا۔ اور اگر میاں بی بی میں اصلاح کی صورت کوئی نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ غیب سے دونو کو بے نیاز کر دیگا۔ اللہ تعالی کے ہاں بڑی گنجایش اللہ کی تدبیر بڑی محکم تدبیر ہے۔ اب اس سے بہتر اور حکیمانہ احکام دنیا کی کسی کتاب کسی ہدایت میں نہ پاؤ گے۔ آگے جو عمل نہ کرے اسکا قصور ہے نہ کہ حکم دینے والے کا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

آنحضرت صلعم کی کثرت ازدواجی

مصنف امہات نے اپنی کتاب میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ کثرت ازدواجی ایسا شنیع امر ہے کہ آجکل کئی مسلمان بھی اسکو اچھا نہیں سمجھتے۔ پس جس شخص نے یہ بنیاد ڈالی اور خود اسپر عمل کیا۔ وہ کس طرح سے نیک ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں صرف اسقدر گذارش ہے کہ کثرت ازدواجی بری ہو یا بھلی اسکے بنیاد ڈالنے والے ہرگز ہرگز حضرت محمد رسول اللہ صلعم نہیں ہیں۔ اسکی اصل بنیاد ڈالنے والے تمہارے یہی مقدس انبیا اور رسول ہیں۔ اور امم سابقہ میں حضرت رسول کریم صلعم پر

تمہارا اعتراض محض نافہمی اور خباثت طبعی کی وجہ سے ہے۔ تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا انہیں انبیاء کی نسل سے پیدا ہوا۔ جو صرف دو چار بلکہ بعض انمیں سے سینکڑہ اور ہزار جورواں رکھتے تھے اور وہ خدا کے پاک نبی تھے۔ خدا نے انکو کبھی اس بارہ میں الزام نہ دیا۔ بلکہ بہتوں کو برکت کا وعدہ کیا (دیکھو اصلاح سہو پادری فنکس صاحب)۔

پس اب تمکو یہہ اعتراض حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ کرنا ہے۔ تو انبیاء سابقہ اور اپنے یسوع مسیح پر کیجئے۔ جس نے اور بہتیری باتوں پر یہود کو تنبیہ کیا یہہ کبھی نہ کہا۔ کہ فریسیو اور فقیہو تم پر افسوس۔ کہ تم اسقدر جورواں رکہتے ہو۔ اگر یہہ امر برا ہوتا۔ تو حضرت عیسی علیہ السلام ضرور اسکی قباحت اور شناعت کو بیان کرتے۔

پس حضرت رسول کریم صلعم پر تمہارا یہہ اعتراض بالکل لغو اور فضول اور نہایت درجہ کی ہٹ دھرمی اور عناد ذاتی کی وجہ ہے۔ ورنہ تم یہہ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہہ سنت سنت محمدی نہیں بلکہ انبیاء سابقہ کی سنت ہے جس پر تمام مقدس انبیا بلا تامل عمل کرتے رہے اور کسی کو خدا نے منع نہ کیا۔ بلکہ بقول تمہارے پادری فنکس صاحب کے بہتوں کو برکت کا وعدہ دیا۔

پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اوروں کے لئے تو تعدد ازواج موجب برکت ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ملامت۔ انبیا شرایع اور اصول میں قریباً سب مساوی اور مشترک ہوتے ہیں۔ جو امر ایک کے لئے روا ہے۔ دوسرے کے لئے بھی روا ہو سکتا ہے نہ کہ ایک کے لئے حلال۔ مشروع اور موجب برکت ہو جائے اور دوسرے کے لئے حرام۔ نامشروع اور موجب ملامت بن جائے۔

ہمارے رسول کریم صلعم نے تو تعدد ازواج کے بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہی کیا کہ اسکو حتے الامکان گھٹایا اور محدود کیا۔ اور پھر عدل کی شرط لگا کر ایک طرح اس رسم کو کمزور اور شاذ و نادر کر دیا۔ پس تمہارا یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم نے تعدد ازواج کو رواج دیا بالکل غلط اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت صلعم سے پیشتر تمام مذہبوں اور تمام قوموں

اور خصوصاً ملک عرب میں کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے دنیا میں تشریف لا کر اس رسم کو محدود کیا۔ اور اعتدال قایم کیا۔

قرآن شریف کی خاص منشا حتے الامکان ایک ہی بیوی پر کفایت کرنے کی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام سابقہ کے دستوروں اور انبیاء سابقہ کی شریعتوں کے برخلاف عدل کی ایسی شرط قایم کی۔ جسپر کوئی شخص چلنے کی بمشکل جرأت کر سکتا ہے۔ اور سوائے اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

آنحضرت صلعم نے اس رسم کو ضروری چھوڑ کبھی افضل بھی بیان نہیں فرمایا۔ قرآن و حدیث کا رجحان حتے الامکان ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کی طرف ہے اور زیادہ بیویوں کے کرنے کے لئے کوئی جبر یا تشدد یا تحریک کرنے والا امر نہیں ہے۔ بجز قدرتی اور فطری ضرورتوں کے جو بمجبوری انسان کو لاحق ہو جائیں۔

اب رہے آپکے وہ طعن جو آپنے اپنی کتاب صفحہ ۲۴ - ۲۶ میں کئے ہیں انکا جواب سنیئے۔

پہلا طعن آپکا یہ ہے کہ جو تعداد قرآن اور شریعت اسلام نے ازواج کے بارے میں مقرر کی۔ حضرت صلعم نے اُس سے بدرجہا تجاوز فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قوم کے دستور اور انبیاء سابقہ کی شرایع کے بموجب اگر کئی ایک نکاح کئے تو اس میں آنحضرت صلعم پر کیا طعن ہو سکتا ہے۔ اگر یہ دستور آپکی قوم اور انبیاء سابقہ کی آئین میں نہ ہوتا تو البتہ آپ پر حرف آ سکتا لیکن جبکہ آپ صلعم نے وہی کام کیا جو قدیم سے سدا اور بابرکت چلا آتا تھا تو اسمیں آپنے کیا عیب کیا۔

اور یہ امر کہ آپنے تعداد ازواج میں اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپنے کوئی برخلاف نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت رسم ازواج کو چار میں محدود کیا آپکو اپنی موجودہ بیویوں کو پاس رہنے دینے اور آیندہ اور بیویاں نہ کرنے کا حکم کیا اور دوسرے

مومنوں کو چار تک بیویاں ایک ساتھہ رکھنے کی اجازت دی بلکہ آنحضرت ص کے لئے
یہہ تشدد ہوا کہ آیندہ کوئی بھی بیوی نہ کر سکیں جب کہ اور لوگوں کی ہو ہاں اگر مر بھی
چلی جائیں تو اَور بیویاں اُسکی جگہ کر سکتے ہیں -

پس تم یہہ اعتراض کبھی نہیں کر سکتے کہ آنحضرت ص نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا - اگر
آنحضرت کے لئے موجودہ بیویوں کو نکاح میں رہنے دینے کے لئے خدا کی طرف سے حکم
نہ آچکا ہوتا تو بے شک آپ کہہ سکتے تھے - کہ آنحضرت ص نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا
جو حکم خاص اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ص کو فرمایا اسپر آپ نے عمل کیا اور جو حکم اُمت کو ملا - اُمت نے
عمل کیا شریعت الٰہی سے نہ اُمت نے تجاوز کیا نہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک شخص کے
لئے جو خدا کی طرف سے حکم ہو جائے - وہی اُسکے لئے شرع ہوتی - آنحضرت ص کو اپنی موجودہ
بیویوں پر کفایت کرنے کا حکم دیا - اور آیندہ کے لئے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی بیوی نئی
نہ کریں - اُمت کو چار تک رکھنے کا حکم دیا مگر یہاں اسقدر رعایت موجود ہے - کہ اگر ان
بیویوں سے کسی کو طلاق دیدیں یا کوئی مر جائے تو اُسکی جگہ اَور بیوی کر سکتے ہیں مگر آنحضرت ص
کے لئے دونو طرح تشدد ہے نہ آپ اُن میں سے کوئی بیوی چھوڑ سکتے ہیں - نہ نئی کر سکتے ہیں اور
یہہ سب باتیں نص قرآنی سے ثابت ہیں جنکے مقابل وہ احادیث بیہودہ جو انکے برخلاف
ہیں نا قابل تسلیم یا لایق تاویل صحیح ہیں -

تم جو کہتے ہو کہ اگلے انبیاء کی کثرت ازدواج قابل اعتراض اسلئے نہیں کہ انہوں نے
اپنی شریعت سے تجاوز نہیں فرمایا - انکی شرایع میں وہ امر جایز تھا - اور آنحضرت ص کی شریعت میں
باوجودیکہ چار تک محدود ہو چکا تھا - پھر بھی انحضرت نے اُس سے تجاوز فرمایا اور اپنی شریعت کی
لحاظ سے گنہگار ثابت ہوئے - اسلئے کہ ہر ایک نبی یا غیر نبی شریعت کے لحاظ سے عاصی و خاطی
ثابت ہوتا ہے اور آپکا بڑا بھاری اعتراض ہے - تو یہی ہے (امہات صفحہ ۱۳۴-۱۳۵) -

اسکا جواب اوپر ہو چکا کہ آنحضرت ص نے ہرگز شریعت الٰہی سے تجاوز نہیں فرمایا اگر آنحضرت ص
کو خدا کی طرف سے وہ ازدواج جایز نہ ہو جاتیں اور پھر اُن ازواج کو اپنے پاس رہنے دیتے - تو
بلا شک و شبہ آپ پر شریعت اور حکم الٰہی سے عدول کا الزام آسکتا - لیکن جب کہ آپ نے

خدا ہی کے حکم سے موجودہ اطلاع سہنے دیں تو پھر آپ پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا - کیونکہ
آپ نے اس شریعت و حکم الہی سے (جو خدا نے آپ کے لئے خاص کیا) ہرگز تجاوز نہیں فرمایا
اس بات میں آپکے چاروں طعن کا جواب آجاتا ہے کہ آنحضرت م نے حکم الہی
کے برخلاف ہرگز ہرگز نہیں کیا - اگر صرف ہبہ نفس سے (بلا مہر) کوئی عورت آپکے نکاح میں
آسکتی ہے یا باری بانٹنے میں آپ اختیار دیئے گئے یا آپکی مطلقہ ازواج کو مصلحتہً نکاح ثانی
ناروا رکہا گیا - تو یہہ سارے احکام خاصہ خدا کی طرف سے آپکی شرع یعنی قرآن شریف
میں موجود ہیں - پس آپ پر یہہ الزام لگانا کہ آپنے قرآن شریف یا اپنی شرع کے برخلاف
کیا سوائے بدباطن اور خبیث طبع اور نافہم آدمی کے کوئی نہیں کہہ سکتا - کیونکہ یہہ سب خدا
کی طرف سے آپکو احکام و اجازتیں حاصل ہوئیں جو کلام ربانی یعنی قرآن شریف میں موجود ہیں
نہ کہ آپنے اپنی طرف سے عمداً کسی حکم کے خلاف کیا - پس ڈاکٹر احمد شاہ نے جس قدر
اعتراض آنحضرت صلعم پر کئے ہیں سب کے جواب میں ہم کو یہی کہنا کافی ہے کہ صاحب آپکا
آنحضرت صلعم کی نسبت خلاف شرع عمل کرنے کا الزام لگانا محض باطل اور لغو اور پوچ ہے
آنحضرت صلعم نے کبھی بھی حکم الہی کے برخلاف نہیں کیا -

جن احکام میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو مخصوص کردیا اور آپنے انہی پر عمل
کیا ان احکام کی نسبت کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا تا وہ یہہ اعتراض کرے کہ آپنے
فلاں حکم میں فلاں امر کے برخلاف عمل کیا ہے کیونکہ وہ بھی تو خدا ہی کا حکم ہے - پس ایک
شخص اس امر کی مصلحت اور حکمت تو پوچھ سکتا ہے کہ فلاں خاص امر میں اللہ تعالی
نے اپنے نبی کو مخصوص اور مختار کیوں کیا - لیکن یہہ اعتراض کرنے کا اُسے ہرگز ہرگز حق
حاصل نہیں کہ وہ شرع سے عدول کرنے کا الزام آپ پر لگائے - کیونکہ جو احکام آپ کے لئے
خاص تھے وہ بھی تو خدا ہی کی طرف سے اور احکام الہی ہی ہیں جن پر آپنے عمل کیا -

یہہ خاص احکام صرف حضرت ہی کے لئے ہی مخصوص نہیں - قریباً سب مذہبوں
میں خاص خاص لوگوں کے لئے خاص خاص احکام پائے جاتے ہیں - ہندوؤں میں
برہمنوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں جو دوسری قوموں کے لئے روا نہیں -

آریوں میں نیوگ صرف دو جنا قومیں یعنی برہمن چھتری اور ویش ہی کر سکتے ہیں۔ شودر نہیں
کر سکتے۔ پھر برہمن۔ برہمنی۔ کھتری اور ویش عورت سے کر سکتا ہے۔ مگر کھتری اور ویش
قوم کا برہمنی عورت سے نہیں کر سکتا۔ توریت کے رو سے کاہنوں اور لاویوں کو خاص
خاص حقوق بخشے گئے ہیں۔ جیسے شانہ۔ کلیجی۔ جھوجھ۔ پہلا میلہ۔ پہلی شراب۔ پہلا
تیل پہلی اون (استثنا ۱۸ باب ۳۲۔ ایسا ہی مسکن کے خرچ بھی مرید مقرر تھے اور انکی
خدمیں رعایتیں ملحوظ رکھی گئی تھیں۔ سونا۔ سونے کے برتن۔ بکرے۔ مینڈھے۔ بیل
بخور۔ شمار ۷ ۱۰۔ ۳۵ باب۔ گھر کے لئے سال بسال ثلث مثقال بخشنا
شمار ۱۱ باب ۳۲۔ آدمی پیچھے پانچ مثقال یہ فدیہ ہارون اور انکی اولاد کے لیے
شمار ۳ باب ۴۰ خروج ۳ باب ۱۲-۱۶ تاریخ ۳۴ باب ۲-۴ ۔

عیسائیوں کے خدا کے دادا داؤد علیہ السلام کو مذبح کی روٹیاں کھا لی جائز ہو گئیں جو اسکو
اور اسکے ساتھیوں کو کھانی روا نہیں اور صرف کاہنوں کے لئے جائز نہیں (متی ۱۲ باب۔
خروج ۲۹ باب ۳۲) اور عیسائیوں کے خدا اور ابن خدا کو سبت کی حرمت روا رکھنی معاف
تھی اور اسکے شاگردوں کو سبت کے دن بالیں توڑ توڑ کر کھانی بھی جائز اور ان کے لئے مخصوص
حکم تھا جو دوسروں کے لئے روا نہ تھا (متی ۱۲ باب ۳، ۵) انہوں کو سبت کے دن ہیکل
میں سبت کی حرمت رکھنی معاف کر دی گئی تھی (متی ۱۲ باب شمار ۲۸ باب)۔

پس ان خاص احکام کی وجہ سے کسی مذہب اور کسی بانی مذہب پر اعتراض نہیں
ہو سکتا۔ گو مخصوص احکام ہی سہی۔ مگر آخر ہیں تو خدا کی طرف سے۔ پس ان احکام مخصوصہ
کی مصلحت اور حکمت تو البتہ قابل دریافت ہوتی ہے۔ لیکن ان احکام پر کسی کو بھی اعتراض
کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ ویدوں میں برہمنوں نے اپنے حقوق
قایم کرنے کے لئے آپ یہ حقوق لکھ دیئے یا کاہنوں اور لاویوں نے اپنے لئے آپ کلام

۱؎ اسکے برخلاف حضرت رسول کریم صلعم نے اپنے سب ذاتی فایدے ترک کر دئے تھے۔ سو
ہاشم پر زکوٰۃ و صدقہ حرام کر دیا گو کیسے ہی مسکین و غریب ہوں۔ امام حسین جب بچے تھے انہوں نے صدقے کی
ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلعم نے زور سے مع رال اور منہ سے نکلوا دی۔

مخصوص کر دے۔ یا خدا کے بیٹے یسوع مسیح نے سبت کی حرمت کو توڑنا اپنے لئے آپ مقرر کر دیا یا پولوس مقدس نے اعمال نیک سے بچنے کے لئے اور تقوی۔ طہارت اور ملت موحرمت کی حیثیت سے نجات پانے کے لئے اعمال نیک کو لغو اور فضول قرار دیا اور ہوائے نفسانی کی وجہ سے انکو سب کے لئے سور۔ بندر۔ گوبریلے۔ گو پاک ٹھیرا دیا۔ پس جب ان محض خودغرضی کے احکام کو آپ لوگ خدا کے احکام سمجھتے ہیں اور اپنے پیشواؤں مذہب پر اعتراض نہیں کرتے تو اُن مخصوص احکام کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مقرر ہوئے۔ آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنا سب باعث ہے۔

پس ڈاکٹر صاحب ہیکیں نہیں (امہات ۱۳۵) میں اُن کو بار بار سمجھا دیتا ہوں کہ آنحضرت صلعم اپنی شریعت کے ہرگز برخلاف نہیں کیا۔ جو احکام آپ کے لئے مخصوص ہو گئے اُن پر آپ نے عمل کیا۔ جو احکام آپکی اُمت کے لئے معین ہوئے۔ آپ صلعم کی اُمت نے تعمیل کی۔

سوا اگرچہ آنحضرت صلعم کے اُن نکاحوں میں مقاصد اور اغراض بھی ملحوظ معلوم ہوتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کفار کے اُس طعن سے بچنے کے لئے کہ وہ آپکو ابتر اور بے نسل کہتے تھے۔ اولاد نرینہ کی خاطر بھی بعض نکاح کئے ہوں۔ کیونکہ جس طرح اپنا حقیقی بیٹا اور مرد ذات باپ کے مقاصد کو اچھی طرح پورے کر سکتا ہے عورت ذات اور دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت مریم کی والدہ نے بھی کہا تھا۔ کہ لیس الذکر کالانثی یعنی مرد ذات عورت کی طرح گیا گذرا نہیں ہوتا۔

ان تعلقات اور نکاحوں سے لوگوں کی دشمنی اور جنگ و جدل کو کم کرنا بھی آپکا مقصد ضرور معلوم ہوتا ہے۔ مختلف لوگوں اور مختلف قوموں سے رشتہ داری تعلقات قریبیہ پیدا کرنا۔ تاکہ اسلام کی راہ میں جو روکیں اور عداوتیں ہیں وہ کم ہو جائیں اور تبلیغ رسالت

۱؎ الہی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور صلحاء کے مقرر بھی نرینہ اولاد کی خواہش کی ہے مگر عام لوگوں اور اُن میں فرق اتنا ہے کہ عام لوگوں کی نیت دنیاوی وراثت قائم رہنے کی ہوتی ہے مگر انبیاء کی نیت اولاد سے یہ ہوتی ہے کہ نیک بخت ہوں اور حکمت سے دین قائم کریں۔

معاون اور مددگار زیادہ ہوں ہیں۔ معہذا ؑ بعض تالیف قلوب۔ کسی غریب اور بیوہ عورت کی دستگیری۔ وغیرہ بھی ان نکاحوں کے ضرور مقاصد معدوم ہوتے ہیں جو کہ و اتفاقیہ ثابت ہیں مگر اصلی غرض اصلی منفعت اور حکمت ان نکاحوں کی وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے جو خود اللہ تعالیٰ کے پرحکمت کلام سے مفہوم ہوتی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کو ارشاد فرماتا ہے کہ

يا ايها النبي قل لازواجك ان كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين امتعكن واسرحكن سراحا جميلا۔ وان كنتن تردن الله ورسوله والدار الاخرة فان الله اعد للمحسنات منكن اجرا عظيما

اے نبی تو اپنی ازواج سے کہدے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش چاہتی ہو تو آؤ کچھ مال و متاع دیکر میں تمکو خوش سلوکی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کی طالب ہو اور ثواب آخرت کے لئے تبلیغ رسالت میں امداد و معاونت کرنیوالی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے ثواب عظیم مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو تعدد ازواج کی رخصت محض دینی امداد کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی۔ جبھی تو فرمایا کہ اگر اللہ و رسول کی طالب ہو تو فقرو فاقہ

سلہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے ساتھ نکاح کی غرض صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ تاکہ الوہیت مخالفت اور عداوت کم ہو جاوے کیونکہ ابوسفیان کفار مکہ کی فوج کا سپہ سالار اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا۔ آپ کا مقصود خود اس نکاح سے پورا ہو گیا۔ [illegible] الافکی دشمنی اور عداوت کو [illegible] حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح [illegible] حضرت ابوبکر [illegible] اتحاد و یگانگت پیدا کرنی تھی حضرت زینب [illegible] نکاح کیا کہ [illegible] اور اس کے لواحق کی دلجوئی ہو۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ماننے کی وجہ سے ایک گونہ تکلیف پہونچ گئی تھی۔ جویریہ کے نکاح سے جو فایدہ ہوا اس کا [illegible] صاحب کو خود بھی اقرار ہے کہ اس نکاح کی برکت سے تمام بنی مصطلق رہا کر دئے گئے۔ صفیہ کے ساتھ نکاح کرنا یہود کے ساتھ رشتہ داری پیدا کرنے اور انکی نفرت خفت میں پیدا کرنے کا خیال تھا اور ایسا ہی ہر ایک ام المومنین کے حال پر غور و فکر کی جائے تو ہر ایک کے نکاح سے کوئی نہ کوئی فایدہ اور خوبی ملحوظ ہوئی ہے ؂

منظور کرو۔ نہ عملی طور پر رخصت ہوئے تو مدینہ میں آنحضرت صلعم کو معاش کی طرف سے بھی ہر طرح فراغت تھی۔ اُن عورات کو زیور وغیرہ سامان دنیاوی مہیا کر دینا کون سی بڑی بات تھی کیونکہ یہہ تو عیاش آدمی کی عین خوشی ہوتی ہے لیکن آنحضرت صلعم اپنے پاس تو کچھہ رکھا ہی نہیں کرتے تھے سب دینی اخراجات اور غربا و مساکین اہل حاجات میں خرچ کر دیتے اور اپنے یہاں محض فقر و فاقہ اور خدا کا نام ہی تہا چنانچہ احادیث صحیحہ سے بپایہ ثبوت پہونچ چکا ہے کہ آنحضرت صلعم کی گذران محض فقیرانہ تھی۔

پس آنحضرت صلعم نے جس قدر ازدواج وغیرہ مدینہ میں کیں زیادہ تر دین کی اشاعت اور تبلیغ رسالت میں معاونوں کی تعداد بڑہانے کے لئے کی۔ کیونکہ آپ بہ نفس نفیس شاذ و نادر ہی کبھی عورتوں میں وعظ کیا کرتے۔ جس سے آپکے افعال و اقوال آپ کی قریبی رشتہ دار عورتوں اور ازواج مطہرات کو معلوم ہوجاتے اور وہ اوروں کو بتلایا کرتیں۔ زیادہ تر آپکی رسالت اور احکام کی تبلیغ آپکی ازواج ہی کے ذریعہ سے تھی۔ چنانچہ تمام دنیا جانتی ہے کہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہ جیسی عالمہ فاضلہ عورت دنیا بھر میں آج تک کوئی نہیں ہوئی۔ احادیث نبوی کی صحت کا زیادہ تر مدار انہی پر ہے۔ اور ایسا ہی باقی ازواج سے بہت سی روایات نبوی مروی ہیں۔ بہرحال آنحضرت صلعم کی غرض کثرت ازدواج سے اسلام کا لوگوں میں جلدی شایع ہوجانا تہا تاکہ انکی معاونت سے آپکے احکام جلدی اور عام طور پر شایع ہوجائیں۔ اور سب کو معلوم ہوجائیں۔

اگر یسوع کی طرح آپ غیر عورتوں کے ساتھہ محبت اور بے تکلفی کرتے یا آپکی شریعت چند اخلاقی احکام تک ہی محدود ہوتی۔ تو زیادہ نکاحوں کی آپکو ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اسلام میں معاد و معاش کی ہر جزئی کے متعلق بے شمار احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں جس سے کتب احادیث بھر رہی ہیں اور جو بے شمار انہیں ازواج سے مروی ہیں۔ پس اس کے لئے صحابہ مردوں کی طرح معزز صحابیہ رضہ عورتوں کی بھی آپکو ضرورت تہی جنکی صداقت اور راستبازی کا پہلے آپ امتحان فرمائیں۔ اور یہہ بلاواسطہ اُن کو احکام الہی بتائیں اور وہ کم و کاست دوسروں کو پہونچائیں۔ پس عورتوں کی صداقت اور

راستبازی - دیانت و امانت کا حال آپکو ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا تھا اور نہ وہ اس قابل ہی ہو سکتی تھیں تاوقتیکہ ان میں سے کئی عورتوں کو آپ نکاح میں لاکر اپنی صحبت میں رکھیں اور انکو الہی تعلیم کے رنگ سے رنگین کریں - سو اس لئے آپنے یہ سب نکاح کئے اور یہی وجہ ہے اللہ تعالی نے آپ کو ایام سابقہ کے دستور کے موافق اسی عشرت پر کاربند ہونے کی اجازت دی اور یہی وجہ تھی کہ ان کو طلاق دینا اور آپکی وفات کے بعد انکے دوسرا نکاح کرنا مردود ہوا - ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً تاکہ دوسرے کے نکاح میں آکر اس الہی تعلیم انکی اشاعت میں فرق نہ آجاوے اور بیوہ اور آزاد رہ کر اسلامی مشنری بنی رہیں - کیونکہ جب عورت دوسرے کے نکاح میں آجائے تو پھر اس کے بس اور اطاعت میں ہو جاتی ہے اور مجبوراً اسکو اسکی اطاعت کرنی پڑتی ہے اور طوعاً و کرہاً اسکے اخلاق سے خوگیر ہو جاتی ہے پس ضرور تھا کہ جب اللہ تعالی نے ازواج مطہرات کو اشاعت دین و تبلیغ احکام رسالت کے لئے منتخب و متعین فرمایا تھا تو عمر بھر کے لئے بیوہ اور آزاد رہیں اور آزاد ہو کر یہ خدمت بجالائیں - پس اگر ایسے عظیم الشان کام کے لئے اللہ تعالی نے آنحضرت اور آنحضرت کے ازواج مطہرات کے ساتھ کچھ خواص لگا دیئے - تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں بلکہ نہایت مناسب اور ضروری معلوم ہوتی ہے -

حضرت مسیح نے غیر عورتوں کو اپنی تبلیغ رسالت کے لئے معاون و مددگار بنایا - بلکہ ان کا اختلاط اور پیار بہ نسبت مردوں کے عورتوں کے ساتھ زیادہ معلوم ہوتا ہے سامری عورت سے مسیح نے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کی - اس عورت نے آگئے اپنی قوم کو آگاہی دی - بہت سی عورتیں جو جلیل سے یسوع کی پیروی ہو کے اسکی خدمت کرتی آئی تھیں دور سے دیکھتی تھیں مریم مجدیہ اور یعقوب اور یوسی کی ماں مریم زبدی کے بیٹوں کی ماں انہیں میں تھی (متی ۲۷ باب ۵۵) علی ہذا القیاس کتنی عورتیں جو بد روحوں اور بیماریوں سے چنگی ہوئی تھیں اور یوحنا ہیرودیس دیوان کوزا کی جورو اور سوسنہ اور بہتیری اور جو مال سے اسکی خدمت کرتی تھی اسکے ساتھ تھیں (لوقا ۸ باب ۲ - ۳) اور یسوع مرتھا کو اور اسکی بہن اور العازر کو پیار کرتا تھا (یوحنا ۱۱ باب ۵) یہانتک کہ یسوع کی قبر کے پاس خدا کے فرشتہ کو بھی

ایک عورت ہی نے دیکھا۔ صلیب کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی یسوع کو ایک عورت ہی نے دیکھا تھا اور دوسرے حواریوں کو اسکی خبر دی تھی۔ فاحشہ عورات تک سے حضرت مسیح کا پیار اختلاط ثابت ہے چنانچہ پیچھے مفصل بیان ہو چکا۔

اب دیکھو کہ عیسائی دین کو عورات سے کس قدر مدد ملی اور اشاعت مذہب میں ان عورات نے کہاں تک معاونت کی کہ کسی حواری نے بھی اتنی مدد نہ دی تھی۔ بلکہ حواری صلیب کے وقت سے سب فرار ہو گئے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ دینی امداد کے لئے مرد و عورت دونو کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت مسیح نے بلا نکاح کئے غیر عورات سے اختلاط رکھا جس سے مخالف کو انکے چال چلن پر قوی شبہ کی گنجایش ہے اور اس شبہ کو روکنے والی کوئی بات نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے دستور قومی اور سنت انبیاء سابقہ کے موافق حکم الہی سے نکاح کرکے ازواج مطہرات سے تبلیغ رسالت میں امداد لی۔ غور کرو کہ ان دونوں میں تقوے اور طہارت کی راہ کونسی ہے اور بدظنی سے دیکھنے کے لایق کس کا معاملہ ہے؟

حضرت مسیح نے عورات سے بے تکلفی برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی قوم بدکاری زناکاری اور گندگی میں اول درجہ پر ہے۔ حضرت رسول کریم نے نکاح کرکے عورات سے تعلق پیدا کیا تو آپکی امت تقوی اور طہارت میں اسقدر بڑی سبقت لے گئی کہ دنیا کی کوئی قوم اسکا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتی [illegible] [illegible] متعصب مسلمانوں کو بھی اسلامی تقوے و طہارت کا قایل ہونا پڑا۔

اور چونکہ آنحضرت صلعم کے ازواج [illegible] العلوم رسالت کی تعلیم یافتہ تھیں۔ اس لئے تقوی۔ طہارت۔ اعلے درجہ کا چال چلن رکھنے کلام الہی کے پڑھنے پڑھانے کتاب و حکمت کے سمجھنے سمجھانے وغیرہ کی خاص ہدایتیں کی گئیں۔ چنانچہ وہ ہدایتیں سورہ احزاب میں اس طرح پر ہیں۔

یٰنساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ مبینۃ یضعف لہا العذاب ضعفین وکان ذٰلک علی اللہ یسیرا ۝ ومن یقنت منکن للہ ورسولہ

وتعمل صالحاً نؤتها اجرها مرتين واعتدنا لها رزقاً كريماً ۔ ینساء
النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول
فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولاً معروفاً ۔ وقرن فی بیوتکن
ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی واقمن الصلوة واتین الزکوة
واطعن الله ورسوله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل
البیت ویطهرکم تطهیراً ۔ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت
الله والحکمة ان الله کان لطیفاً خبیراً ۔ ان المسلمین والمسلمت
والمؤمنین والمؤمنت والقنتین والقنتت والصدقین والصدقت
والصبرین والصبرات والخشعین والخشعت والمتصدقین
والمتصدقت والصائمین والصئمت والحفظین فروجهم
والحفظت والذاکرین الله کثیراً والذکرت ۔ اعد الله لهم
مغفرة واجراً عظیماً ۔ اے نبی کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے کسی علانیہ ناشایستہ حرکت کی
مرتکب ہوگی اُسکو دوہری سزا دیجائے گی اور یہہ اللہ پر آسان سی بات ہی اور جو کوئی تم میں سے
اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گی اور اعمال صالحہ بجا لائیگی ہم اُسکو اُسکا اجر بھی دوہرا دینگے
ایک رسول کی صحبت کا دوسرا اس عمل نیک کا اور ہمنے اُسکے لئے عزت کی روزی تیار کر
رکھی ہے ۔ اے نبی کی بیبیو تم کچھہ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں ۔ تمہارا ادب اور درجہ بڑا ہے
اور تم اہل بیت نبوت ہو ۔ پس اگر تم وصف تقوی سے موصوف ہونا چاہتی ہو تو دبی زبان سے
کسی کے ساتھہ بات نہ کرو نہو کہ جسکے دل میں کسی طرح کا کھوٹ ہی وہ (تقوی وطہارت کے
خلاف تم سے کوئی آرزو پیدا کرے اور بات کہو تو عام دستور کے موافق ۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو
اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے ناز و سنگار دکہاتی نہ پھرو اور نماز پڑہو اور زکوۃ دو اور اللہ اور
اُسکے رسول کی اطاعت کرو ۔ اے اہل بیت رسالت خدا کو تو یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح
کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک بنانے کا حق ہے ۔
(تمکو اعلے درجہ کی صفت تقوی سے موصوف کردے) اور تمہارے گھروں میں جو کلام ربانی

کی آیات اور دانائی کی باتیں سنائی جاتی ہیں اُن کو یاد رکھو اور ظاہر و باطن کو یکساں پاک و صاف کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ باریک بین خبردار ہے۔ یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں راستباز مرد اور راستباز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہوں کو تھامنے والے مرد اور تھامنے والی عورتیں۔ اور کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں خدا نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

پس یہ وہ ہدایات اور اخلاقی باتیں ہیں جو کلام ربانی میں موجود ہیں اور جن پر عمل کرنا نبی کی ہر ایک بی بی پر فرض تھا جس سے اُن کا چال چلن حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے گھر والوں کا اعلےٰ درجہ کا تقویٰ و طہارت کلام ربانی ہمیشہ پڑھنا۔ نماز کا پڑھنا زکوٰۃ کا ادا کرنا خدا اور رسول کی سچی اطاعت اظہر من الشمس ہے۔ جس شخص کے گھر کی یہ تہذیب یہ شائستگی اور یہ تقویٰ و طہارت ہو۔ اُس پر کوئی شخص ناشائستگی یا بدتہذیبی یا بدکاری کا الزام لگانے والا وہی آدمی ہو سکتا ہے جس کا اپنا چال چلن نہایت درجہ کا گندہ اور ناپاک ہو اور جن روایات سے کلام ربانی کے برخلاف ثابت ہو وہ بھی یک لخت رد اور انکار کر دینے کے لایق ہیں کہ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کا ان ازواج کے ساتھ تعلق تبلیغ رسالت میں مدد پیدا کرنے کے لئے ہی تھا۔ اور گو کوئی شخص اس سے کیسا ہی انکار کرے لیکن ان ازواج سے حقدر دین کو امداد ملی ہے اور شرع کے مسایل و احکام جلد منتشر ہوئے ہیں یہ ایک فیکٹ (حقیقت) ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

پس ڈاکٹر احمد شاہ کا یہ صلاح دینا کہ کیوں نہ ایسا ہوا کہ محمد صاحب لوگوں کو تعلیم دینے اور لوگ آ کے اپنی بیویوں۔ ماؤں۔ بہنوں۔ بیٹیوں وغیرہ کو (امہات صفحہ ۲۶) ایک نہایت ہی قصور صلاح ہے اور ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ کیوں نہ مسیح کے پاس اُن عورتوں کے خاوند اور متعلقین آ کر مستفیض ہوتے۔ جو اُن کی صحبت میں موجود

رہ کرتی تہیں اور پہر خاوندوں اور متعلقین نے آگے اُن عورتوں کو وہ فیض پہونچایا۔ جب کہ
اپنی قوم کے دستور کے موافق انبیاء سابقہ کی سنت کے موافق آنحضرت صلعم کئی نکاح کرسکتے
تھے۔ تو کیا ضرورت تہی کہ وہ اس سسٹم سے فایدہ نہ اُٹھاتیں اور مردوں پر مرد اور عورتوں دونوں کی تعلیم
و تفہیم کا بوجھ ڈالیں جبکہ ایک مرد ہمجنس کے ساتھ جس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرسکتا اور ہر قسم کے
مسایل پوچھ سکتا ہے۔ غیر جنس سے کبھی اس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو نہیں کرسکتا جس طرح
مردوں کے لئے مرد واعظوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عورتوں کے لئے عورتیں واعظوں
کی۔ یہی وجہ ہے کہ جس محلہ میں کوئی عورت دیندار اور احکام شرع سے بخوبی واقف ہوتی
ہے اُس سے سب عورتیں تعلیم کرنے آتیں اور دیندار بن جاتی ہیں اور جہاں عورتیں دیندار
نہیں مرد کتنے ہی کیوں نہ دیندار ہوں۔ عموماً عورتیں جاہل ہی رہتی ہیں۔ اس وقت جبکہ
اسلام ابھی شروع ہوا تہا۔ اور مرد و عورت واعظوں کی عام ضرورت تہی اور تعلیم و تلقین کی اشد حاجت
تہی اگر آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کو اسلامی مسایل کی تعلیم دی۔ اور اُن کو اسلام کا
مشنری بنایا جس سے اشاعت اسلام او تبلیغ رسالت میں نہایت ہی سہولت حاصل ہوگئی
تو آپکو اسکی نسبت اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ ازواج مطہرات دن رات آنحضرت صلعم
کی خدمت میں رہکر جس قدر جلد دین اور دینی احکام و مسایل سیکھ سکتی تہیں۔ دوسرے کو یہ کب
ممکن تہا؟ ہمارا تو یہی خیال ہے کہ اسلام کے مسایل اور احکام کا عرب میں اسقدر جلدی
پہیلنا اور دنیائے اسلام کو معلوم ہونا اسکا زیادہ باعث ازواج مطہرات نبوی ہی تہا۔
مخالف خواہ اپنی بدباطنی اور خبث باطنی سے جس قدر چاہے اعتراض کیا کرے۔ لیکن آنحضرت صلعم
کی ازواج مطہرات سے دنیائے اسلام کی جس قدر تربیت اور تعلیم کا فیض پہونچا ہے
اُس سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ دوپہر کے وقت آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا۔

ل احادیث میں متعدد ایسی حدیثیں روایت ہوئی ہیں کہ آنحضرت صلعم سے بعض مسایل عورتیں خود بھی دریافت کر لیتی
تہیں جو شرم و حیا کے متعلق ہوتے۔ وہ ایک آدھ دفعہ ہوا ہے اور اُس سے اگر ظاہر ہوتا ہے۔ تو
یہی کہ اس قسم کے مسایل کی دریافت کے لئے ازواج مطہرات کا بیچ میں واسطہ ہونا کسقدر ضروری تہا۔ ایسا ہی
حضرت نے عورتوں کو وعظ بھی کیا ہے مگر بہت کم زیادہ تر یہ کام ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے ہوتا تہا۔

بیا ہیبیع ہ کے ہم نشین عورتوں کے ...... اُنہیں سے نکاح کرنا - اور آپکا دوسرا اعتراض جو مہر کی بات
ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رعایت کرکے بے مہر نکاح جایز رکھا اور دوسروں کے لئے مہر مقرر کیا
یہہ بھی تمہارا اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے - آنحضرت صلعم نے کہیں اپنے لئے بے مہر
نکاح روا نہیں رکھا - یعنی جو آپ نکاح کرینگے اُس میں آپ صلعم کو ضرور مہر مقرر اور ادا کرنا ہوگا - ہاں
اگر کوئی عورت اپنی مرضی سے بے مہر آپکے نکاح میں آنا چاہے اور آپ اُسے قبول کرلیں
تو یہہ دوسری بات ہے مگر اسمیں آپکی طرف سے کیا جبر یا بے رعایتی ہے ایک عورت اپنی مرضی
سے بے مہر نکاح میں آیا چاہتی ہے - خدا تعالی نے یہہ امر آپکے لئے جایز رکھا - اس میں
قباحت کیا ہوگئی -

کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ زیادہ تر نکاح حضرت صلعم نے ہجرت کے بعد ہی
کئے - جب کہ معاش کی طرف سے بھی کوئی تنگی نہیں رہی تھی تو اسوقت یہہ خیال کرنا کہ حضرت صلعم
نے مہر کے خرچ سے بچنے اور خاص رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم گھڑ لیا تھا - کیسا لغو اور
نامعقول اعتراض ہے - مہر کی تعداد تو اسلام میں کوئی زیادہ نہیں - ایک لوہے کا چھلا - بلکہ
حدیث صحیح کے موافق صرف قرآن شریف کا سیکھنا بھی بطور مہر معین ہو سکتا ہے تو
آپ صلعم کی نسبت یہہ خیال کرنا کہ مہر سے بچنے کے لئے آپنے یہہ ہبہ نفس کا مسئلہ مقرر کرلیا تھا
کس قدر رد اہیات خیال ہے -

ہاں مہر کی جگہ اگر آپ اپنی ازواج کا نان ونفقہ اپنی اُمت کے ذمے مقرر کردیتے
تو البتہ اُسوقت یہہ اعتراض آپکی نسبت قابل سننے کے ہوتا - کیونکہ نان ونفقہ کا خرچ
مہر کی نسبت بدرجہا زیادہ ہے - لیکن مہر کی رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم بنا لینا - جسکی
تعداد کم از کم چند ایک پیسے بھی یا ایک آدھ سورہ قرآن کا سکھانا بھی ہو سکتی ہے نہایت ہی
نامعقول اعتراض ہے -

اگر قرآن شریف میں یہہ حکم ہوتا - کہ جس عورت کو تو چاہے - بلا مہر نکاح
میں لے آ - تو البتہ آنحضرت صلعم کے لئے کچھہ رعایت اور اعتراض کی گنجایش تھی - لیکن
جبکہ ایک عورت اپنی مرضی سے آپ ہی مہر چھوڑتی اور خود ہی نکاح میں آنا منظور کرے

تو آپ کے نکاح میں آسکتی ہے تو پھر اس خصوص میں اعتراض کرنا اگر حماقت اور بے سمجھی نہیں تو اور کیا ہے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مہر مقرر ہونے کے بعد اگر کوئی عورت اپنا مہر خاوند کو چھوڑ دے تو چھوڑ سکتی ہے۔ اور بغیر اگرچہ یہی حکم آنحضرت صلعم کی نسبت مقرر ہو گیا کہ اگر کوئی عورت پہلے ہی بے مہر آنحضرت صلعم کے نکاح میں آنا چاہے تو آسکتی ہے۔ تو اس بات میں رسول صلعم کو کونسی خاص آزادی اور سبکدوشی حاصل ہو گئی۔ کیا نان و نفقہ سے بری کرائے گی۔ یا اُنکا نان و نفقہ امت پر ڈالا گیا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

علاوہ اسکے علماء میں اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آیا اس طرح پر کوئی عورت آنحضرت کے نکاح میں آئی بھی یا نہیں۔ اور جنہوں نے مانا ہے اُنہوں نے بھی صرف ایک عورت بتائی ہے۔ پھر اُسکے نام میں بھی اختلاف ہے مگر ہمارا یہاں تک خیال ہے وہ یہہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی نے موجودہ بیویوں کو آنحضرت صلعم پر جائز رکھا۔ اسی طرح کوئی ایک عورت انمیں سے بلا مہر مقرر ہوئے صرف بلفظ ہبہ نفس آپ کے نکاح میں آئی ہوگی۔ اللہ تعالی نے اُس نکاح منعقدہ کے جائز ہونے کے لئے ایسا حکم فرمایا وامرأة مومنة ان وهبت نفسها للنبي ان اراد النبي ان يستنكحها اگر کسی مومن عورت نے بلا مہر ہی کے نکاح میں آنا چاہا۔ تو وہ بھی نبی کے لئے جائز ہے بشرطیکہ نبی اُسکو نکاح میں لانا چاہے۔

اور لئلا یکون حرج حرج کے معنے کیا ضرور ہے کہ تنگی کے ہی کئے جائیں۔ حرج کے معنے دھکڑ پکڑ اور تردد کے بھی ہیں یعنی یہہ احکام اسلئے تم کو دئے۔ کہ تیرے دل میں دھکڑ پکڑ اور تردد نہ رہے۔

اور آپ کا تیسرا اعتراض کہ دیگر مسلمانوں کو اپنی متعدد عورتوں سے کسی نہ کسی قسم کی رعایت فرض ہے۔ مگر محمد صاحب ہر طرح کی رعایت سے سبکدوش ہیں۔

اسکا جواب یہہ ہے کہ جب نص قرآن سے آپ ثابت کر چکے کہ آنحضرت صلعم کو ہر ایک عورت کے پاس باری باری سے رہنا فرض نہیں تھا۔ بالعموم سب کے ساتھہ عمدہ برتاؤ کرنا۔ اور سبکو خوش رکھنے کا حکم تھا اور یہہ خدا ہی نے آپ کو رعایت دی تو پھر آپکا یہ اعتراض کرنا

بُری طرح کی حماقت ہے۔ ہاں اگر خدا کی طرف سے یہ حکم ہوتا۔ اور آپ بنچ کے طور پر اپنے لئے یہ عایت مقرر کر لیتے تو آپ پر خلاف حکم خدا کرنے کا الزام آسکتا تھا لیکن جو کچھ آپ نے کیا حسب الٰہی حکم اور اسکی اجازت سے کیا تو پھر آپ پر مخالفت حکم الٰہی کا الزام لگانا درجہ کی جہالت ہے۔

ہاں آنحضرت صلعم کو باری مقرر کرنے پر مجبور نہ کرنے میں البتہ ایک مصلحتیں ضرور ہیں۔

(۱) چونکہ آپکی کثرت ازدواجی اشاعت دین کے لئے تھی اس لئے آپ کو عام طور پر سب بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت سے نباہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جبر نہ کیا گیا تاکہ جس بیوی کو آپ زیادہ احکام شریعت سمجھنے کے قابل پائیں اس کے پاس زیادہ دیر تک ٹھیر سکیں۔ اور مسایل شریعت سکہا سکیں۔

(۲) چونکہ آپ ساری دنیا کے لئے السید المطاع تھے نہ کسی کے مطیع۔ اسلئے ادب رسالت قائم کرنے کے لئے ایسا حکم دیا گیا تاکہ وہ عورتیں حق کے طور پر آپ سے مطالبہ کریں بلکہ آپ اپنی ذاتی مہربانی سے جتنا سلوک جس کے ساتھ کریں اُسپر وہ قانع اور خوش رہیں تفسیر کبیر میں ہے

اذا لم تجب علیک القسم وانت لاتترک القسم تقر اعینھن الخ

(۳) باوجود اختیار دیئے جانے کے آنحضرت صلعم پھر بھی عدل اور عورات کے حقوق کو اپنے لئے بطور الزام مالایلزم کے سمجھکر خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اجر کے مستحق ہوں۔

(۴) اس آیت میں ہے کہ واللّٰہ یعلم ما فی قلوبکم خدا جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم تہا کہ آنحضرت صلعم اپنی طرف سے کسی طرح قصور کرنے والے نہیں اور سب کے ساتھ عمدہ اور نیک نیتی سے نباہ کرنے والے ہیں اسلئے اجازت عطا فرمائی۔

عدل بین النساء

پھر اگر آنحضرت صلعم نے فی الواقع عدل بین النساء میں کچھ کوتاہی کی ہے۔ تو مخالف کا یہ اعتراض کسی قدر توجہ کے بھی قابل ہے۔ لیکن جب کہ باوجود رخصت کے آنحضرت صلعم نے عدل بین النساء کا وہ نمونہ دکہایا۔ جو کسی نبی یا غیر نبی سے آج تک ہو نہیں سکا۔ تو

پھر یہہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے

آنحضرت صلعم کا عدل بین النساء

بخاری اور مسلم میں یہہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ص نے نو بیبیاں چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ اُن میں سے آٹھ بیبیوں کے یہاں سے باری باری سے تشریف لیجاتے ۔ ایک بی بی سودہ رض نے (بوجہ پیرانہ سالی کے) خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رض کو بخش دی تھی۔ تب سے آپ عائشہ رض کے یہاں دو دن رہنے لگے۔ ایک دن خاص انکا اور ایک بی بی سودہ رض کا (متفق علیہ) یہہ بالکل غلط ہے کہ سودہ رض کو آنحضرت صلعم نے طلاق دی تھی بلکہ حضرت سودہ رض کو کسی وجہ سے آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہو گیا تھا سو انہوں نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رض کو بخش دی۔ آپ نے یہہ درخواست قبول فرمالی۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۴۰)۔

جب رسول کریم ص سفر کرنا چاہتے ۔ تو قرعہ ڈالتے پھر قرعہ میں جس بی بی کا نام نکلتا اُسی کو ساتھ سفر میں لیجاتے ۔ (بخاری و مسلم) اگر کسی بی بی کے ساتھ آنحضرت کا عشق فرہاد و قیس سے بڑھکر ہوتا۔ تو اسقدر تقید کی کیا ضرورت تھی۔ جس بی بی کو چاہتے ساتھ لیجایا کرتے۔ مگر نہیں آنحضرت ص کا انصاف واقعی ایسا تہا کہ آپ ذرا بھی بے انصافی گوارا نہ کرتے اور باوجود اس قسم کے عدل اور انصاف کے آپ فرمایا کرتے کہ اللھم ھذا قسمی فما املک الخ خدایا یہہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے۔ پس مجھ پر مواخذہ نہ کر جو میرے اختیار میں نہیں ہے جب بیماری میں آپ نے انتقال فرمایا تو آپکا جی چاہتا تھا۔ کہ حضرت عائشہ رض صدیقہ کے گھر میں رہا کریں مگر پھر بھی اپنی مرضی سے اُنکے ہاں نہیں رہے۔ بلکہ آپ تمام بیویوں سے اجازت لیکر اُنکی خوشی سے حضرت عائشہ صدیقہ رض کے گھر رہے۔ یہانتک کہ انتقال فرمایا (بخاری)۔

بی بی سلمہ رض سے جب آپ نے نکاح کیا تو اُن سے آپ نے فرمایا۔ کہ میں تمہارے پاس تین رات رہونگا اور یہہ کچھ تمہاری خفت کی بات نہیں ہے۔ باایں ہمہ اگر تم چاہو تو میں سات رات

بھی رہ سکتا ہوں۔ لیکن پھر مجھے سب بیبیوں کے پاس سات سات رات ہی رہنا ہوگا اور اگر
چاہو تو تین ہی رات تمہارے پاس رہکر اور بیبیوں کے پاس دورہ کروں۔ ام سلمہ رضہ نے عرض کیا۔ تب
تین ہی رات تشریف رکھئیے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کنواری کے لئے پہلے ہی پہل
سات رات و بیوہ کے واسطے تین رات ہیں — آنحضرت صہ کے عدل و انصاف
اور یکساں شب باشی کے متعلق یہ وہ احادیث ہیں — جو بخاری اور مسلم جیسی کتابوں
سے ثابت ہیں۔ اب اس کے مقابل آپکا حیات القلوب صفحہ ۲۷۵ والا قول۔ کہ تو عدل بے کنی
میان ما با آنکہ پیغمبر خدائی۔ سوائے شیعوں کی افترا اور لغو گوئی کے اور کیا سمجھا جاوے
(۱) اور آپکا چوتھا طعن کہ آنحضرت صہ نے اپنی عورات سے طلاق کا استحقاق چھین لیا —
آنحضرت صہ نے ہرگز نہیں چھینا بلکہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ ادب رسالت کے لحاظ
سے آنحضرت صہ کے بعد ازواج النبی کے ساتھ کوئی نکاح نہ کرے اور واقعی یہ کیسی بری
بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو دنیا میں رسولوں کا سردار۔ نبیوں کا خاتم اور افضل البشر قرار
دیا جائے اُسکا اتنا ادب بھی قایم نہ کیا جائے کہ اسکی بیویاں اُس کے بعد غیر کا فراش بننے سے بچیں اور
جیساکہ اوپر بیان ہوا اس میں ایک مصلحت یہی تہی۔ کہ اگر ان عورتوں کو طلاق اور ازدواج ثانی
کی اجازت دی جاتی تو اُن کے ازدواج سے جو مصلحت تہی وہ فوت ہوجاتی۔ وہ نئے خاوند کے
پاس جاکر اُسکی اطاعت اور بس میں ہوجاتیں۔ اور اشاعت دین کا کام جو اُن کے متعلق
تہا۔ رُک جاتا اور نئے خاوند کے قبضہ میں آجانے کی وجہ سے ممکن تہا کہ اُن کے خیالات
بدل جاتے۔ اور آنحضرت صہ کی صحبت مبارک سے جو تعلیم اُنہوں نے پائی تھی۔ اس کا اثر
مٹ جاتا

بلا شبہ ہر ایک عورت جو اللہ و رسول کی خواہاں تھی اور دین الہی کی سچی معاون
و مددگار۔ وہ آپ سے نہ طلاق کی خواہاں ہو سکتی اور نہ ایسی عظیم الشان رسول کی زوجہ ہونے کا
فخر حاصل کر چکنے کے بعد دوسرے نکاح کر سکتی۔ لیکن اس صورت میں کہ وہ دنیا و دنیا کی
زینت کی طالب ہو سکے۔ عام اجازت تھی کہ آنحضرت صہ سے طلاق حاصل کر لے۔ اور
دوسرے سے نکاح کر لے۔ آیت تخییر میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو صاف حکم فرمادیا کہ

کہ تو اپنی بیویوں سے کہدے کہ اگر دین کی طالب ہو۔ تو اسی فقر و فاقہ پر قناعت کرو۔ اور اگر
دنیا کی طالب ہو تو میں تمکو بھلی طور پر رخصت کردیتا ہوں۔ پس جس نے اللہ اور رسول کو چھوڑ
دیا سو وہ دینی خدمت کے سرانجام کے قابل بھی نہ رہی۔ اور طلاق پاکر غیر کے ساتھ نکاح
کرنے سے اُسے کوئی روک نہیں ہو سکتی۔

آپ اپنی اُمہات صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ تحدید ازدواج کا حکم بہت پہلے آگیا تھا
اور آنحضرت صلعم کو موجودہ ازواج کی حلت کا پیچھے جبکہ آپ اپنی شرع کو توڑ چکے تھے اور چار سے
زیادہ کر چکے تھے۔ پس جتنی عورتیں آپ نے اس عرصہ میں کیں۔ اسمیں یقیناً آپ نے شریعت کے
حکم کو توڑا اور حرام کو حلال کر لیا۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ سورہ نساء
جس میں تحدید ازدواج کا حکم ہے وہ مکہ میں نازل ہوئی اور مکی کہلاتی ہے اور آنحضرتؐ
کو موجودہ ازواج کے حلال ہونے کا حکم سورہ احزاب میں ہوا جو مدنی ہے۔ اور
بہت پیچھے نازل ہوئی۔

میرے خیال میں یقیناً اسی جہالت کی وجہ سے آپ اسلام سے مرتد ہوئے۔ کہ آپ کو

نوٹ چونکہ آنحضرت صلعم سے محض دینی اغراض کے لئے یہ متعدد نکاح کئے ہوئے تھے۔ اسلئے ایک دفعہ جب کہ
عورتیں فقر و فاقہ پر قانع نہ رہکر دنیاوی مال و متاع مانگنے لگیں۔ انکو حکم دیا گیا کہ اس رسول کے پاس تم محض دینی اغراض کیلئے
جمع ہو۔ دنیا کی بہبودی تمہیں نصیب نہ ہوگی۔ اگر دنیا کی طالب ہو تو طلاق لے لو۔ یہ موقع تھا۔ کہ
جو جو عورت زینت دنیا کی طالب ہوتی وہ بخوشی خاطر طلاق لے لیتی۔ اور دوسرے سے
نکاح کرلیتی۔ پس شایق صاحب کا یہ اعتراض کہ اُن سے طلاق کا استحقاق چھین لیا تھا۔ بیہودہ
منسوخ ہوگیا۔ ہاں اس کے بعد جب ان عورتوں نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کیا۔ اور
اپنی مرضی سے فقر و فاقہ پر صابر رہنے کو پسند کیا۔ تو پھر آنحضرت صلعم کو حکم مل گیا کہ اس کے بعد کہ تیری
ازواج نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کر لیا ہے۔ نہ کسی کو طلاق دے سکتے ہو اور نہ ایک کو طلاق دیکر اسکی
جگہ دوسری بدل سکتے ہو اور نہ انہی کو دوسرا اضافہ کر سکتے ہو۔ پس یہ حکم ہمیشہ قطعی و دائمی ہو گیا کہ دینی خدمات کے قبول کرنے کے بعد
نہ کوئی عورت طلاق پا سکتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ ہاں طالب دنیا ہو تو بیشک اسکی طلاق
بھی ہو سکتی اور دوسرا نکاح بھی کر سکتی ہے اور اس وجہ سورہ تحریم میں بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ عسیٰ ربہ

اسلام کی ذرا بھی خبر نہیں - ورنہ سارے مسلمان اسبات کو جانتے ہیں کہ قرآن کی سورتیں ساری کی ساری ایک دفعہ یا ایک ہی مقام میں نازل نہیں ہوئیں - بلکہ بعض سورتوں کے بعض حصے مکہ میں نازل ہوئے بعض مدینہ میں بعض آیتیں کسی وقت بعض کسی وقت پس آپ کا ساری سورہ النساء کو مکی کہنا یا جہالت ہے یا تعصب - سورہ نساء میں بہت سی آیات کے اندر جہاد کے حکم ہیں اور جہاد کی آیات یقیناً مدینہ میں نازل ہوئی ہیں - یہود کے حالات جس قدر اس سورت میں ہیں وہ سب مدینہ سے متعلق ہیں - منافقین کا گروہ بھی مدینہ میں ہی تھا - جبکہ آپ کو عروج حاصل ہوا - کیونکہ منافق اُسی وقت سے نمودار ہوئے - جبکہ اُن کو کچھ آپکی ترقی کا بھی خیال تھا اور کچھ اپنی برادری کا بھی ڈر تھا - بظاہر آپکے ساتھ رہتے اور در باطن کفار کے ساتھ - دونوں سے صلاح ملائے رکھے تاکہ وقت پر جن لوگوں کا پلہ بھاری ہو - ادھر ہی ہو جائیں - جہاد کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جو اس سورت میں درج ہے وہ بھی مدینہ میں ہی مقرر ہوا - اہل کتاب کی تمام باتیں جو اس سورت میں مذکور ہیں وہ بھی مدینہ سے متعلق ہیں - خاصکر نصاری نجران کی بحث کے وقت جو آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی - کہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للّٰہ ولا الملئکۃ المقربون - مسیح اس بات سے ہرگز انکار نہیں کریگا کہ وہ خدا کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے یہ یقیناً اور بلا شبہ آپکی آخری عمر سنہ ہجری کا واقعہ ہے (دیکھو حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی) پس آپ کا یہ کہنا - کہ سورہ النساء ساری کی ساری مکی ہے یا سورہ احزاب سے پہلے اتری ہے - بڑا بھاری دھوکا ہے جس میں کوئی جاہل آجائے تو آجائے - ورنہ - باخبر آدمی تو کبھی یہ دھوکا کھا نہیں سکتا -

آؤ میں تمکو بتاؤں کہ بعض صاحبوں نے سورہ نساء کا نزول سورہ احزاب سے بھی پیچھے لکھا ہے - چنانچہ قصیدہ تقریب المامول فی ترتیب النزول تصنیف برہان

بقیہ حاشیہ) ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الخ کہ اگر تم اس رسول کی نافرمان ہوگی اور اس خدمت نا لائق ہوگی - تو اسکے بعد قریب ہے کہ اسکا رب تم سے بہتر بیبی خدمت کرنے والی اور دیندار بیویاں نکاح میں دیدے

الجعبری کا ایک یہ شعر ہے۔ الاحزاب۔ مائدۃ۔ امتحان۔ والنساء مع زلزلت
ثم الحدید تا ملا۔ اور ابن ضریس نے فضائل القرآن میں ابن عباس سے جو روایت
کی ہے۔ اس میں مدنی سورتیں اس ترتیب پر ہیں۔ **قولہ** ثم البقرہ۔ ثم الانفال
ثم آل عمران۔ ثم الاحزاب۔ ثم الممتحنہ۔ ثم النساء۔ اب ان اقوال کی تسلیم
تمہارا سارا ہی اعتراض اڑ جاتا ہے۔ کہ جب سورہ نساء اتنی ہی بعد میں تو پھر آنحضرت صلعم کی
نسبت جو حکم ازواج کے متعلق ہو چکے وہ سب پہلے ہو چکے اور عام مومنوں کے لئے ازواج
کی حد پیچھے مقرر ہوئی۔ لیکن سچ یہی ہے۔ کہ ان سورتوں کے بہت سے حصے پہلے اور بہت سے
پیچھے نازل ہوئے۔ ساری یکدفعہ نازل نہیں ہوئیں۔ ہاں جس سورت کا زیادہ تر حصہ پہلے یا پیچھے
نازل ہوا اُسکا نزول دوسری سورت سے پہلے یا پیچھے بیان کیا گیا۔ امر حق یہی ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ
کے اکثر حصے بہت پہلے نازل ہوئے ہیں لیکن یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی تمام قرآن سے پیچھے نازل ہوئی ہے جس کے ۸۱ دن بعد آنحضرت صلعم نے دنیا سے رحلت
فرمائی۔

تو غرض یہ ہے کہ ان سورتوں کے بعض بعض حصے یقیناً آگے پیچھے یا دوسری سورتوں کے
ساتھ ساتھ بھی نازل ہوئے ہیں۔ لیکن الہام الٰہی کے بموجب جس حصے کا تسلسل۔ ملحوظ عبارت
اسلوب بیان۔ فواصل آیات جس سورت سے جہاں اور مطابقت رکھتے تھے وہاں داخل کر دیئے
گئے۔ اس تمام تمہید کی بنا پر ہم بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ گو کتب سیر اور
تواریخ میں بعض واقعات گڈمڈ کر دیئے گئے ہوں لیکن یقیناً اور بلا شبہ تحدید ازواج آنحضرت صلعم کو موجودہ
ازواج کے رکھنے دینے کا حکم ایک ہی دفعہ اسی وقت نازل ہوا ہے۔ جبکہ آپ سب ازدواج رسم عرب
وسنت انبیاء سابقہ کے موافق کر چکے تھے۔ پھر اس وقت جبکہ حکمت الٰہی اس بارہ میں
بھی تکمیل شریعت کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور دوسروں کے لئے تو ازدواج کی تحدید کی گئی۔ اور آنحضرت صلعم
کو آئندہ ازدواج کرنے سے روک دیا گیا۔

۱ بلکہ سچ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو اور عورتیں کرنے کی ممانعت اور نو پر اکتفا پہلے ہو چکا
ہے اور دوسرے مومنوں کو ۴ عورتوں کا حکم بعد میں ہوا ہے آنحضرت صلعم کی نسبت سب احکام پہلے مخصوص

جس شخص کا یہہ خیال ہے کہ پیغمبر صاحب صلعم اپنی مرضی کے موافق آیات گہڑ لیا کرتے تہے وہ بہی اگر غور کرے تو یقیناً معلوم کر سکتا ہے کہ اگر بقول اُس کے آنحضرت صلعم یہہ قرآن شریف آپ ہی بنا لیا تاہم آپ نے اپنی نسبت یہہ کبہی اعتراض نہ رہنے دیا ہوگا کہ اوروں کو چار سے زاید ازواج چہڑا کر آپ اس حکم پر عمل نہ کریں۔ اپنی نسبت بہی ضرور اسی وقت جواز نساء موجودہ کا حکم گہڑا ہوگا۔ اس طعن کا آنحضرت صلعم کو اسوقت آپ ہی ترخیال ہوگا۔ قوم کا سرگروہ مذہب کا پیشوا (جو آپ ہی جہوٹ آیات گہڑ سکتا ہے) اپنی نسبت ایسی اعتراضات کا کب موقعہ چہوڑتا ہوگا۔ پس یہانتک ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے وہ یہی ہے کہ یقیناً اور بلاشبہ بحکم تحدید ازواج کے ساتہہ ہی آنحضرت صلعم کو بہی ضرور بجواز نساء موجودہ کی نسبت[1] وحی نازل ہوئی ہے اور اُسکے برخلاف تمام اقوال باطل اور روایات ناقابل تسلیم ہیں۔

ڈاکٹر اسمعیل شاہ نے جو یہہ قول نقل کیا ہے کہ حکم لا یحل لک النساء من بعد منسوخ ہو کر آنحضرت صلعم کو آیندہ پہر اور عورتیں کرنے کی وسعت ہوگئی تہی۔ بالکل غلط ہے قرآن شریف کو کبہی کوئی حدیث منسوخ نہیں کر سکتی۔ آنحضرت صلعم قرآن شریف کے تابع اور محکوم تہے نہ اسپر حاکم اور اسکے احکام کو رد کرنے والا۔ حضرت عایشہ رضہ کے وہ الفاظ جن سے آپ یہہ مطلب نکالتے ہیں ما مات رسول اللہ صلعم حتی احل لہ النساء رسول خدا صلعم فوت نہیں ہوئے تا وقتیکہ اُن کے لئے عورتیں حلال نہیں ہوگئیں اگر یہہ حدیث صحیح ہو تو ان الفاظ کا مطلب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جو ۴ سے زیادہ ازواج رکہیں آنحضرت صلعم فوت نہیں ہوئے تا وقتیکہ آپکی کثرت ازدواج کی بابت تنزیل میں ظاہر نہیں ہوچکی یعنی آنحضرت صلعم کے لئے نو[2] عورات کا ہونا حکم الٰہی سے تہا۔ چنانچہ اس مطلب کو حضرت انس رض کا قول بہی تقویت دیتا ہے جو تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ

بقیہ حاشیہ) ہو چکے تہے۔ پہر وہ تحدید ازدواج کے حکم پر باقی عورتیں کس طرح چہوڑ دیتے۔ سچ پوچہو تو آنحضرت صلعم کیلئے اپنی نکاح منکوحہ کے برخلاف صرف موجودہ ازواج پر انحصار ایک قید شدید تہی جو ہوائی نفس کے سخت برخلاف ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے لا یحل لک النساء ای من بعد التسع وہو فی حقہ کالاربع وحقنا و من بعد الیوم حتی لو ماتت واحدۃ لم یحل لہ نکاح اُخری الخ

[1] قد علمنا ما فرضنا علیہم (دیکہو معلوم ہے جو ہمارا یا مسلمانوں پر) سے آپ نکالتے ہیں کہ آیت صاف بتلا رہی ہو چکی ہے اور حقوق

خاندان زیش ۔ نوشت ہی بعرف غریبی کا عذر تہا سو غریبی اسی طرح تجارت سے رفع ہو سکتی تہی پس شایق صاحب کا آپکو غریبی کا طعن دینا اور غریبی کی وجہ سے کوئی بیوی نہ کرسکنا کچھ ٹھیک نہیں ہے ۔ جو شخص تجارت سے ایک دفعہ مستقل نفع کما کر لائے وہ اس سلسلہ کو برابر جاری رکھنے سے اچھے خاصے دولتمند ہو سکتا اور بخوبی خانہ داری چلا سکتا ہے ۔

البتہ مسیح ؑ کی نسبت زینب عشق میں ٹیں کا مقولہ ٹھیک آ سکتا ہے جس کہ یہودی کوئی رشتہ دینہ دے سکتے تھے ۔ کیونکہ معاذ اللہ انکو ناجایز پیدایش کا آدمی سمجھتے تھے اور انکی غریبی کا یہ عالم تہا کہ لومڑیوں کو ماندیں اور پرندوں کو بسیرے تھے پر ابن آدم کو جگہ نہیں ملتی تہی ۔ جہاں سر رکھے سو مسیح ؑ کو کوئی عورت تو نہ مل سکی ساری عمر تجرد رہا ۔ یہودا اسکریوطی اور مریم مگدلینی وغیرہ عورتوں سے ضرور رابطہ اتحاد رکھتا رہا جس سے مخالف کو بدظنی کا پورا موقع مل سکتا ہے جس کے رفع کرنے کے لئے عیسائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں ۔

آنحضرت صلعم ابتدا ہی سے نیک چلن ۔ راستباز ۔ صادق اور امین القوم مشہور تھے آپ انکی دیانت و امانت اور تجارت میں برکت دیکھکر حضرت خدیجہ رض نے آنحضرت صلعم سے نکاح کرلیا ۔ نکاح کے وقت آنحضرت صلعم کی عمر ۲۵ سال کی تہی اور حضرت خدیجہ رض کی ۴۰ سال تہی ۔

حضرت خدیجہ رض سے آنحضرت کے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں حضرت زینب ۔ رقیہ ۔ ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رض لڑکے بہی تین چار ہوئے ۔ مگر وہ بچپن میں ہی فوت ہوگئے حضرت خدیجۃ الکبری نے سنہ ۳ قبل ہجرت ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ آنحضرت صلعم کا ۵۰ برس کی عمر تک اس ۶۵ برس کی بیوی سے نباہ کرنا اور صرف ایک ہی نکاح پر کفایت کرنا واقعی آپکے زہد و اتقا کی اعلے دلیل ہے ۔ حالانکہ بعثت کے بعد کفار مکہ آپکو اعلی سے اعلی خاندان

---

[۱] پادری عماد الدین صاحب اپنی تاریخ محمدی میں بہ روایت صاف لکہتے ہیں کہ کفار مکہ آنحضرت صلعم کو اعلے سے اعلے خاندان کی لڑکی سے نکاح شادی کرنے کا لالچ دے رہے تہے مگر آپنے ہرگز نہ مانا ۔

[۲] حضرت خدیجہ کا آنحضرت صلعم پر ایمان لانا یہ بہی آنحضرت صلعم کی صداقت کا بڑا نشان ہے ۔ وہ خدیجہ جسکی تم اتنی تعریف کرتے ہو کہ عرصہ کی جہالت اور الکی رسمیں انکی گہر میں کہیں جگہ پاتی نہیں با وجود خود شایستہ اور تعلیم یافتہ ہونے کے جب آنحضرت صلعم کی نبوت تسلیم کرے اور آپ پر ایمان لائے تو واقعی بڑی دلیل ہے آپکی صداقت کی ۔ دیکہو حضرت مسیح پر نہ مریم ایمان لائی نہ انکی بہائی ۔ انہوں نے انکو دیوانہ سمجہا ہوا تہا ۔

کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا وعدہ دے رہے تھے۔ چندہ اکٹھا کر کے سب برادہ دولتمند قوم بنا دینے کو بھی تیار تھے۔

آنحضرت صلعم کا حضرت خدیجہ رض کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کرنا بیشک اعلیٰ شرافت اور وفاداری وغیرہ کی وجہ سے تو ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ بات غلط ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس واسطے نکاح ثانی نہ کیا کہ حضرت خدیجہ رض اور ان کے رشتہ دار عیسائی تھے اور انجیل میں تعدد ازدواج منع ہے کیونکہ حضرت خدیجہ الکبریٰ تو آنحضرت صلعم پر ایمان ہی لے آئی تھیں اور حضرت ورقہ بن نوفل نے بھی آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے ہوئے تھے اور حضرت خدیجہ رض کے دیگر رشتہ دار عیسائی نہ تھے اور انجیل میں تعدد ازدواج ہرگز ہرگز منع بھی نہیں۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے۔ پس یہ کہنا کہ بسبب عیسائی کے سبب سے آنحضرت صلعم دوسری شادی نہ کرسکے بالکل غلط ہے۔

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قوم نصاریٰ کا عموماً ابتر احوال نہایت ناگفتہ بہ ہے چنانچہ اُس زمانہ کے عیسائی شاعروں کے حالات سے عیسائی سوسائٹی کا پورا احوال منکشف ہو رہا ہے یہ بات کسی تاریخ دان پر پوشیدہ نہیں کہ عرب میں قبیلہ بنی ثعلب عیسائی تھے اور وہی تمام عرب میں سے بڑھ کر فسق و فجور ظلم و تعدی شراب خواری اور شہوات نفسانیہ میں منہمک و مستغرق تھے چنانچہ اس قبیلہ سے ایک شاعر عمرو بن کلثوم ثعلبی ہے جس کا قصیدہ سبعہ معلقہ میں مندرج ہے اُسکی سوسائٹی کا پورا احوال ظاہر ہو جاتا ہے اُس کے قصیدہ کا ایک یہ شعر ہے۔

الا ہبی بصحنک فاصبحینا ۔ ولا تبقی خمور الاندرینا
وکاس قد شربت ببعلبک ۔ واخری فی دمشق و قاصرینا

یعنی اے میری معشوقہ (یہ معشوقہ اسکی ایک والدہ بھی تھی) شراب کا پیالہ اٹھا۔ اور قصبہ اندرینا میں جو عمدہ شراب پلاتی تھی وہ سب بھر لا دے تاکہ ایسا کر کہ شراب کے ذخیروں میں کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر کہتا ہے کہ میں نے مقام بعلبک میں بہت شراب پی ہے اور اس قدر دمشق میں پی۔ اور ایسا ہی مقام قاصرینا میں۔ سچ ہے کہ عیسائیوں کو شراب خواری کے سوائے اور کام ہی کیا تھا یہی تو ان کے دین کی جزو اعظم ہے جو عشاء ربانی میں بھی داخل ہے لیکن عجیب تر یہ ہے کہ یہ عیسائی اپنی حقیقی والدہ پر عاشق ہو گیا اور یاد رہے کہ اُس زمانہ کے شعرا

آجکل کے شعرا کی طرح فرضی تک بندی نہیں کیا کرتے تھے - بلکہ انکے اشعار اپنے اور زمانہ کی حالت کا فوٹو اور فن تاریخ کا سرمایہ ہوتے تھے - چنانچہ بہت سی تواریخ عرب انہی شعرا کے اشعار سے لیگئی ہے - ہم ایک اور لطیفہ سنیئے - اس زمانہ کا ایک عیسائی شاعر اخطل نامی گذرا ہے - جو پکا عیسائی دین پر مضبوط اور گرجا کے وعظ کو یاد رکھنے والا اور صلیب کو ہر وقت اپنے سینہ پر لٹکائے رکھتا تھا (دیوان اخطل صفحہ ۳۲۴) اسکا ایک دیوان عربی جو اسکی اخلاقی حالت کا فوٹو کھینچتا ہے - وہ اپنی پیرانہ سالی کا حال بیان کرتا ہے ؎

بان الشباب وربما عللته بالغانيات و بالشراب الاصهب

جوانی مجھ سے جدا ہو گئی اور میں اسکو روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت وقت تک خوبصورت عورتوں اور سرخ شراب کے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے - اب یہہ شعر صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل ہونے کے پھر بھی زناکاری کی حالت میں مبتلا رہتا تھا - (مانیہ دو سے زیادہ بہت سے نکاح کر لیتا تھا - جو وہ بھی ڈاکٹر احمد شاہ کے مذہب کے برخلاف ہے) -

اور لطف یہہ کہ یہہ شخص پادری کا منصب بھی رکھتا تھا اور گرجے میں وعظ بھی کیا کرتا تھا - مگر گرجے میں حسن پرستی سے جایا کرتا تھا معاش اسکی اسی شعر سے ظاہر ہے ؎

ان يدخل الكنيسة يومًا يلقى فيها جآذرًا و ظباء

اگر ہمارے گرجے میں کوئی شخص داخل ہوتا ہے تو ہرن بچے اور ہرن اسمیں پائیگا - یعنی بہت سی خوبصورت اور حسین عورتوں کو دیکھکر حظ اٹھائیگا گویا اس میں میاں اخطل لوگوں کو نصیحت دیتے ہیں کہ گرجا ضرور جانا چاہیئے اور لطف اٹھانا چاہیئے -

اب دیکھا ڈاکٹر احمد شاہ صاحب! آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یہہ قوم کا حال تھا جسپر تم لکھتے ہو کہ قوم عیسائی تھا - اور عیسائیوں کی بہن تھی عرب کی حالت اور انکی رسمیں ابتک ہر جگہ پائی جاتی ہیں (امہات صفحہ ۹۳) آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس زمانہ میں ورنہ تو ایک طرف قوم کے پیشوا پادری کا یہہ حال تھا کہ گرجا میں جاتا اور بظاہر انجیل کو ہاتھ میں لیکر لوگوں کی بہو بیٹیوں کو تاڑتا - اور طرح طرح عورتوں سے حظ اٹھاتا اور والدہ تک کے عشق سے نہ چوکتا -

تا زم برایں ریش و فش ۔
اور حضرت خدیجہ رضہ کے مال سے فایدہ اٹھانے کا جو تم نے بار بار آنحضرت صلعم کو طعن دیا ہے
شاید آپکو مریم مجدلیہ اور ان عورتوں کا حال بھول گیا ہے جو تمہارے مقتدا کے پیشتر حضرت مسیح ع
کی مال سے خدمت کرتی تھی۔ اور اس بدکاری کا کیا ہوا [illegible] نہیں اور کیا [illegible] پیچھے پھرتی
تھیں جو آنحضرت صلعم پر بدظنی کیئے ہو ۔
اور تم نہیں جانتے جن لوگوں میں کثرت ازدواجی کی رسم عام ہو اور وہ ملک اشاعری ہو تبھی
جاتی ہو۔ ان میں یہہ نکاح ثانی کوئی عیب یا قابل روک نہیں سمجھا جاتا۔ اگر حضرت خدیجہ رضہ
جیسے ہوتے یا ان کی اجازت سے آنحضرت صلعم دوسرا نکاح کر لیتے تو ناکامی کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ
رسم اور عادت کیموافق حضرت خدیجہ رضہ بھی آپکو کبھی منع نہ کرتیں۔ خصوصاً جبکہ انکی اپنی عمر ۶۵
سال کی ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضہ کی طرح حضرت ابوبکر صدیق بھی آنحضرت صلعم کے کچھ محسن
تھے انہوں نے جان و مال آپ پر فدا کر دیا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ رضہ کے سوا آپ نے کئی نکاح کئے
مگر حضرت ابوبکر رضہ نے ہرگز کا نہ برا مانا۔ کیونکہ وہ ملک کی رسم کے مطابق ایک معمولی اور ملکی سی
بات سمجھتے تھے۔ پس تمہاری ساری تقریر لغو اور فضول ہے۔

ام المومنین حضرت سودہ

حضرت سودہ رضہ کے باپکا نام زمعہ ماں کا نام شموس بنت قیس تھا انکا پہلا نکاح
شقران بن عمرو سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا عبدالرحمان پیدا ہوا۔ حضرت سودہ
اور ان کا شوہر شقران بن عمرو دونو مسلمان ہو گئے تھے۔ اور جبکہ دوسری دفعہ مسلمان ہجرت
کر کے حبش کو چلے گئے تھے۔ حضرت سودہ رضہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ حبش کو ہجرت کر گئی
تھی۔ جب وہ حبش سے واپس آئیں تو مکہ میں انکے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہ رضہ کی
وفات کے بعد سنہ ۳ قبل ہجرت میں ان سے آنحضرت صلعم نے نکاح کر لیا۔ جس سے اس غریب
بیوہ کی گذران کی صورت بھی نکل آئی۔ سنہ [illegible] ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔

یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم اپنی بیوی سودہ کو پیرانہ سالی کے سبب سے طلاق دینے کے
لئے مستعد ہوئے تھے - سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے اور جن لوگوں نے ایسی روایتیں کی
ہیں وہ اسبات کا ثبوت نہیں دے سکے کہ کس شخص کے پاس آنحضرت م نے ایسا ارادہ ظاہر
کیا - پس اصل حقیقت جیسا کہ کتب معتبر احادیث میں مذکور ہے یہہ ہے کہ خود سودہ ہی نے
اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے دل میں یہہ خوف کیا - کہ اب میری حالت قابل رغبت نہیں رہی -
ایسا نہ ہو کہ آنحضرت م بباعث طبعی کراہت کے جو نشاء بشریت کو لازم ہے - مجکو طلاق دیدیں
اور یہہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر کراہت کا ہی اُس نے اپنے دل میں سمجھہ لیا ہو اور اُس سے طلاق
کا اندیشہ جم گیا ہو - کیونکہ عورتوں کے مزاج میں ایسے معاملات میں وہم وغم اور وسوسہ بہت ہوا کرتا ہی
اس لئے اُس نے خود بخود ہی عرض کر دیا کہ میں اسکے سوا اور کچھہ نہیں چاہتی کہ آپکی ازواج میں
میرا حشر ہو - چنانچہ نیل الاوطار کے صفحہ ۴۰ میں یہہ حدیث ہے قال السودہ بنت
زلقہ حین اسنت وخافت ان یفارقھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یارسول اللہ وھبت یومی لعایشۃ فقبل ذالک منہا - ورواہ ایضاً
سعد وسعید ابن منصور والترمذی وعبد الرزاق قال الحافظ فتواترت
ھذہ الروایات علی انہا خشیت الطلاق - یعنی سودہ بنت زمعہ کو جب اپنی پیرانہ
سالی کی وجہ سے خوف ہوا کہ اب میں شاید رسول اللہ صلعم سے جدا ہو جاؤں گی تو اُس نے کہا -
یارسول اللہ م میں نے اپنی نوبت عایشہ رض کو بخش دی - آپنے اُسکی یہہ درخواست منظور
فرمائی - ابن سعد - سعید بن منصور - ترمذی - عبد الرزاق نے بھی یہی روایت کیا ہے
فتح الباری میں لکھا ہے کہ اسپر روایتوں کا تواتر ہے - کہ سودہ رض کو آپ ہی طلاق کا
اندیشہ ہوا تھا - اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ در اصل آنحضرت صلعم کو کوئی ارادہ ظاہر نہیں ہوا
بلکہ سودہ نے اپنی پیرانہ سالی پر نظر کر کے خود ہی اپنے دل میں یہہ خیال قایم کر لیا تھا -
اور اسی وجہ سے شہ ہجری میں صرف دو سال کے لئے اپنی باری حضرت عایشہ رض کو بخشدی
اگر بالفرض ان روایات کے تواتر اور تظاہر کو نظر انداز کر کے فرض بھی کر لیا جائے
کہ آنحضرت صلعم نے طبعی کراہت کے باعث سودہ کو پیرانہ سالی کی حالت میں پا کر طلاق کا

ارادہ کیا تھا۔ تو اس میں بھی کوئی شناعت عقلی نہیں۔ اور نہ یہ امر کسی اخلاقی حالت کے بخلاف ہے کیونکہ جس امر پر عورت مرد کے تعلقات مخالطت موقوف ہیں۔ اگر اس میں سے کسی نوع سے کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ اُس کے سبب سے مرد اُس تعلق کے حقوق کی بجا آوری پر قادر نہ ہو سکے تو اس حالت میں اگر وہ اصول تقوی کے لحاظ سے کوئی کارروائی کرے تو عند العقل کوئی جائے اعتراض نہیں۔

اُم المومنین حضرت عایشہ صدیقہ

حضرت عایشہ رضہ حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ یہی ہیں جو کنواری آنحضرت صلعم کی نکاح میں آئیں تھیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب انکی منگنی آنحضرت صلعم سے ہوئی تو انکی عمر چھ سال کی تھی۔ اور جب آنحضرت صلعم کے گھر تشریف لائیں تو ۹ سال کی تھیں لیکن یہ روایت وحی الہی نہیں صرف ایک حدیث میں حضرت عایشہ رضہ سے ایسا مروی ہے چونکہ عرب میں تقویم تیری نہیں ہوتی اور تخمینی عمر میں ایک دو برس کا فرق ممکن ہے۔ اسلئے ہو سکتا ہے کہ انکی عمر میں ایک دو برس کا فرق ہو۔ یعنی ۱۰۔ ۱۱ برس کی ہوں۔

حضرت عایشہ صدیقہ رضہ سے آنحضرت صلعم کے نکاح کا موجب خاص کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تا وہ دین کی اشاعت کے لئے ایک کامل مشنری کے طور پر تیار کی جائے چونکہ زیادہ تر کی عورتیں اسقدر جلد اور ایسا پورا فائدہ تعلیم اور رشد ہدایت کا نہیں اٹھا سکتیں جیسے وہ عورتیں کر سکتی ہیں جو سن طفولیت سے کامل کی صحبت اور تربیت میں رہیں۔ اور حضرت عایشہ کے ناصیہ پر رشد اور ہدایت اور زود اعتقادی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت صلعم کو انکی مستعد اور قابل طبیعت کا حال معلوم تھا اور بلا نکاح آپ کسی لڑکی کو صحبت میں

---

[1] پھر اس میں اختلاف ہے بعض روایتوں میں منگنی کے وقت ۷ سال درج ہے۔ اس حساب سے وفات کے وقت ۱۰ سال عمر ہوتی ہے۔

رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے اُن سے شرعی نکاح کا پیغام ڈال دیا۔ اگر صحیح روایات سے ثابت ہو جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے صغر سنی کا عذر کیا تھا تو اُسکی وجہ یہ ہوگی۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کی اصلی غرض سے ابھی آگاہ نہ ہوئے تھے۔

لیکن آنحضرت صلعم کا قیاس بالکل ٹھیک نکلا۔ دنیائے اسلام میں جیسی محدثہ۔ فقیہہ۔ عالم فاضلہ اور نبوت سے مستفیض شدہ ذہین۔ فہیم تیز طبع نکلی ہیں۔ ایسی نہ کوئی آنحضرت صلعم کی بیویوں میں سے ہوئی۔ اور نہ کوئی دوسری عورتوں سے۔ چنانچہ اُن سے احادیث کثیرہ بلکہ آدھا دین مروی ہے۔

اب ہم ڈاکٹر احمد شاہ کے اعتراضات کی طرف ملتفت ہوتے ہیں۔ آپ کا پہلا اعتراض حضرت عائشہ رضؓ کی صغر سنی پر ہے۔ سو اُس کے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ اول تو ان کی عمر وحی یا الہام سے ثابت نہیں کہ رخصت کے وقت انکی عمر ضرور ۹ سال ہی کی تھی۔ عرب لوگ اُمّی ہوتے ہیں۔ اُنکے پاس تقویم تیری نہیں ہوتی۔ اور نہ ایک دو برس کا فرق اچھی طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ تخمینی بات میں ایک دو برس کا فرق کوئی بڑی بات نہیں۔۲؎

اور دوسرے یہ کہ ۹ سال کی عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضرت رسول کریم صلعم کے گھر میں تشریف لے گئیں۔ کچھ ضرور نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے زفاف بھی اُس عمر میں کیا ہو۔۱؎

تیسرے یہ کہ خواہ انکی عمر ۹ سال ہو یا ۱۰ سال بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رضؓ کو آنحضرت صلعم کے گھر بھیجا ہوگا۔ بقول تمہارے جو شخص نکاح ہونے کے وقت صغر سنی کا عذر کرتا تھا اور حضرت صلعم کا اُس پر کوئی جبر بھی نہ تھا تو اُسنے اپنی [illegible] کے بعد بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رضؓ کو آنحضرت صلعم کے گھر میں بھیجا ہوگا۔ خواہ ان کی عمر ۸ سال ہو خواہ نو سال

۱؎ اگرچہ نکاح حضرت عائشہ رضؓ کا ۷ سال میں ہوا تھا۔ مگر حضرت عائشہ رضؓ آنحضرت صلعم کے گھر میں بالغ ہونے پر ۹ یا ۱۰ سال کی عمر میں گئی تھیں۔

۲؎ عیسائی لوگوں کی تواریخی کتابوں میں بہت سی غلطیاں ہیں اور کئی باتیں تخمینی لکھی ہیں۔ عمریں غلط لکھی ہیں۔ انجیل کے موجب جب الہام میں تخمینہ یا غلطی ہو سکتی ہے تو ایک روایت میں تخمینہ کا ہونا کونسی بڑی بات ہے۔

خواہ ۱۰ سال کی ۔ عورتیں ان امور میں خود بہت اچھی طرح واقف ہوتی ہیں ۔ یہ عقل میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی بیوی نے بغیر اطمینان بلوغ اپنی بیٹی کو حضرت صلعم کے گھر میں بھیج دیا ہو ۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا جبر تو اُن پر کچھہ تھا ہی نہیں ۔ پس اسبات میں سارے جواب آپکے اعتراضات کے آجاتے ہیں ۔

اور جو تم کہتے ہو کہ فن طب کے موافق ۹ سال کی عمر ۔ عمر بلوغ نہیں ہو سکتی اور اس سال میں زفاف کرنے کو نسخہ عیاشی کا بتلاتے ہو ۔

اس معاملہ میں آپنے صرف عام لوگوں کو ہی دہوکا نہیں دیا ۔ بلکہ اپنے پیشہ ڈاکٹری کو بھی دہبہ لگایا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ایسا ہی جاہل ڈاکٹر ہوتا ہے حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور کتابوں میں پڑہتے ہو کہ سن بلوغ مختلف ممالک اور مختلف مزاجوں میں نو سے ۲۳ سال تک ہے اور کم و بیش اس عمر میں عورتوں میں بلوغ اور حاملہ ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے ڈاکٹر بوق صاحب جو علوم طبعی اور طبابت کے ماہر اور انگریزوں میں بہت مشہور محقق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ گرم ممالک میں عورتیں آٹھہ یا نو سال کی عمر میں شادی کے لایق ہو جاتی ہیں ۔ اور حال میں ایک ڈاکٹر صاحب جنہوں نے کتاب معدن الحکمت تالیف کی ہے وہ اپنی کتاب تدبیر بقاء النسل میں بعینہ یہی قول لکھتے ہیں ۔ جو اوپر نقل ہوا ۔ اور صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں ۔ کہ ڈاکٹروں کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ نو یا آٹھہ یا پانچ یا چھہ برس کی لڑکیوں کو بھی حیض آتا ہے ۔ ان کتابوں میں کئی اور ڈاکٹروں کا بھی نام لے کر حوالہ دیا گیا ہے ۔ لیکیچ ڈاکٹر واہ صاحب کا ایک چشم دید واقعہ لینسٹ نمبر ۱۵ مطبوعہ اپریل ۱۸۸۱ء میں اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے اس عورت کو جنایا جس کو ایک برس کی عمر سے حیض آنے لگا تہا ۔ اور آٹھویں برس حاملہ ہوئی اور آٹھہ برس ۱۰ مہینے کی عمر میں لڑکا پیدا ہوا ۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب مانٹگو کی زبانی یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں آٹھہ یا دس برس کی عمر میں نکاح

---

[1] زفاف کا حال حضرت تو کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتے کہ معاشرت کی باتیں بیان کرنی شرع میں منع ہیں ۔ حضرت عائشہ رضہ بھی اسی اصول کے موافق بیان نہیں کر سکتی تہیں ۔ پس اس کی بابت جو کچھہ مردی ہے لوگوں کا خیال ہے ۔

کے قابل ہوجاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے قابل جوانی گویا ساتھ ہی شامل
ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ خیال کہ نو برس کی لڑکی سے مباشرت کرنا عیاشی یا زنا کے حکم
میں ہے سراسر غلط ہے۔ آپکی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل کی نص سے اسکو ثابت کرتے
انجیل نے آپکو دھکے دیئے۔ اور وہاں یہ ہاتھ نہ پڑا۔ تو گورنمنٹ کے قانون (۱۲ سالہ) کے
خلاف ہے۔ عتراض کر دیا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے قانون کالوحی من السماء
نہیں ہوتے جس میں رد و بدل نہ ہو سکے۔ یہاں بھی پہلے وہ سالہ قانون تہا جسکے موافق
گویا نو اور دس سال میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ اور اب دوازدہ سالہ مقرر ہوا۔ اگر یہ قانون
الہامی اور کالوحی من السماء ہوا کرتے تو ایک ہی ملک میں آئے دن بدلا کیوں کرتے اور
ملک ملک کا قانون جدا کیوں ہو؟ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق انکی
رسم اور سوسائیٹی کی عام وضع کی بناپر تیار ہوتے ہیں۔ اُن میں فلاسفروں کی طرز پر تحقیقات
نہیں ہوتی۔ یوروپ میں خود ہر ایک ملک میں عورتوں کی بالغ ہونے کی نسبت جدا جدا
قانون ہے۔ گو وہ اکثر خیالات کے لحاظ سے قانونی معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے بنائے
گئے ہیں۔ انکا یہ منشا ہرگز نہیں کہ اس سے کم عمر میں کوئی عورت بالغ ہو نہیں سکتی۔
اور یہ اور ہندوستان کے لئے ایک قانون ثابت کرنے کے لئے جو تم کہتے ہو
کہ عرب و ہند کچھ بہت مختلف نہیں۔ دونوں میں دوازدہ سالہ کا قانون ہونا چاہئے یہ تمہارا
صحیح کہنا ہے۔ عرب و ہند کی آب و ہوا میں بہت اختلاف ہے۔ ساری دنیا عرب کو
بڑے بہاری گرم ممالک میں سے شمار کرتی ہیں۔ عرب کی آب و ہوا۔ عرب کی چستی چالاکی۔ عرب کا
نشو و نما۔ پہاڑی ملک۔ وہاں نو سال سے بھی کم عمر میں عورت کا بالغ ہونا ممکن ہے۔ تم
عرب کو ہند کے قانون پر عمل کرنے کے لئے جبر نہیں کر سکتے اور نہ تمہارا قیاس ہی ٹھیک ہے
اپنے خیال کے موافق تمہاری تسلی کے لئے اسقدر بیان کر دیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر تمکو غیرت
حیا ہوتی تو فن ڈاکٹری کو چھوڑ چلو بھر پانی میں ڈوب مروگے۔
اس مقدس رسول کے مدیار کے حق میں آپکا اس طرح بدظنیاں کرنا اور گالیاں نکالنا کہ

شوخیوں اور گستاخیوں سے پیش آنا محض شیطانی فعل ہے۔ واقعی ان دو مقدس نبیوں یعنی آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح ع پر آپکی طرح بہت افترا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پہلے نبی کو تو زانی قرار دیا۔ جیساکہ آپنے اور دوسرے کو (معاذ اللہ) ولد الزنا قرار دیا۔ جیساکہ پلید طبع یہودیوں نے۔ آپ کو چاہئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔

کاش کہ آپنے حضرت عائشہ رض کی کم سنی پر نہ اعتراض کر دیا۔ جو الہامی کتاب کی بنا پر نہیں بلکہ محض ایک روایت کی بنا پر ہے حالانکہ آپ جانتے ہی ہیں کہ تکمیل نکاح کے واسطے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں بلوغ ہی شرط ہے۔ اگر ہندوستان میں دوازدہ سالہ قانون پاس ہوا ہے۔ تو یہاں کے لوگوں کی خاص حالت اور وضع کے مناسبت کے خیال سے۔ نہ کہ قدرتی قانون۔ قانون ہند کا پابند ہے۔ آنحضرت صلعم نے پچاس سال کی عمر میں جب کہ آپ پورے توانا۔ قوی اور تندرست تھے معمولی رواج کے موافق درخواست کرکے نکاح کرلیا۔ اور حضرت عائشہ رض جیسی امیر گھر کی اور پرورش یافتہ لڑکی سے کم عمر میں بالغ ہونے پر زفاف کرلیا۔ تو کیا بڑی بات ہے۔ لیکن کم عمر بی بی حضرت مریم ع کا جو خدا کے بیٹے کی ماں تھی ستر سے بہتر برس کے بوڑھے یوسف سے جو کئی بڑی بڑی عمر کے بال بچوں کا باپ تھا ماہنوں کا جبراً منگنی کر دینا یہ آپکی نظر میں عجیب نہ معلوم ہوا۔ حالانکہ یوسف نے اپنی بڑھاپے پر نظر کرکے عذر بھی کیا تھا۔ کہ میرے کئی بیٹے ہیں اور میں بوڑھا ہوں۔ اور یہ لڑکی بہت کم عمر ہے اسلئے میں ڈرتا ہوں کہ اسرائیل کی اولاد مجکو ٹھٹھا نہ کرے۔ اسپر بھی کاہنوں نے اس بوڑھے میاں کا عذر نہ سنا اور جبراً مریم کو اوس کے گلے مڑھ دیا۔ حالانکہ اس نکاح میں فایدہ بھی کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ اس منگنی سے تین ماہ بعد وہ بجز روح القدس سے حاملہ بھی پائی گئی۔

پس دونو واقعات میں عجیب طرح کا فرق ہے۔ حضرت عائشہ رض کے معاملہ میں لڑکی کے باپ نے عام رواج کے موافق اپنی لڑکی کی کم سنی کا عذر کیا یا نہ کیا۔ کیونکہ یہ بات کوئی کلام الہی سے ثابت نہیں۔ لیکن مریم کے نکاح کے معاملہ میں تو ایک ستر بہتر برس کا بڈھا تو یہ ثابت کرتا ہے اور اپنے بڑھاپے اور کثیر الاولاد ہونے کا قوی عذر کرتا ہے پر اسکا کوئی عذر مانا نہیں جاتا۔ جبراً لڑکی اس بوڑھے میاں کے حوالہ کی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کو جبراً حضرت یوسف کے حوالہ کئے جانے اور حضرت مریم کے تین ماہ بعد حاملہ پائے جانے نے یہودیوں کو اُس طعن کے کرنے میں بڑی مدد دی ہے جو وہ حضرت مریم اور مسیح کی نسبت ناگفتنی فعل کا الزام دیتے ہیں اور اس طعن سے عیسائی لوگ حضرت مریم کو کسی طرح بری نہیں کر سکتے ۔

ہاں ایک اور بات بھی سنتے جاؤ۔ تمہارے خدا کے جد امجد بلکہ جائے فخر حضرت داؤد نے جس کی طرف خدا کے بیٹے یسوع کو بڑے فخر سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اپنی آخری عمر اور کمال پیرانہ سالی میں ایک لڑکی سے جو حرکت کی وہ بھی تمکو معلوم ہوگی۔ اُس بیماری اور ضعف کی حالت میں اُس خدا کے بیٹے کے دادا سے کچھ ہو نہ سکا ورنہ اُس ننھی سی کنواری لڑکی کو بدن گرم کرنے کے لئے ہی ساتھ سُلا لیا تھا۔ اس واقعہ میں شک ہو تو اپنی پاک اور مقدس کتاب سلاطین کے پہلے باب ۱ سے ۴ کو مطالعہ کرو۔

اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ابوبکر رض اس ڈھب سے اپنی لڑکی چھڑانا چاہتا تھا ۔ اگر حضرت ابوبکر رض نہ دیتے تو آنحضرت صلعم کا ان پر جبر کیا تھا آنحضرت صلعم تو اُن دنوں خود آفات و مصائب کے تیر کا نشانہ اور کس مپرسی کی حالت میں تھے ۔ اس حالت میں اگر حضرت ابوبکر صدیق نہ مانتے تو اس میں انکو مجبوری کیا تھی ۔ شیعہ لوگ تو حضرت ابوبکر صدیق رض کے ایمان کو بھی (معاذ اللہ) منافقانہ ایمان کہتے ہیں۔ تو تعجب ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلعم سے منافقانہ ایمان رکھتے ہوئے پھر اپنی لڑکی اُس شخص سے بیاہ دے جس کا اس پر کوئی جبر یا زور یا تسلط نہیں ہے۔ یہ تو عقلاً ممتنع اور محال معلوم ہوتا ہے ۔ حق یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی اپنی مرضی بھی یہی تھی کہ اس سرور کائنات سے کسی طرح رشتہ ہو جائے۔ مگر جہالت کے زمانہ کے رواجوں کی وجہ سے انہوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک شبہ پیش کیا تھا کہ میں اسلام میں آپکا بھائی بنا ہوا ہوں۔ تو وہ بوجہ بھتیجی ہونے کے آپکے لئے حرام نہ ہو جس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ کہ انت اخی فی دین اللہ و ھی لی حلال تو میرا بھائی ہے خدا کے دین اور خدا کی کتاب میں اور عائشہ شرعاً میرے لئے حلال ہے۔ یعنی تمہاری اور ہماری اسلامی اور دینی اخوت ہے حقیقی نہیں سو یہ سچا جواب تھا۔ اب خواہ مخواہ اعتراض کرنا معترض کی بدطینتی کے سوا اور

کچھہ ظاہر نہیں کرتا۔ اور تیسرا عذر اخلاقی جو آپنے[1] بیان کیا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رض کا مطعم بن عدی سے عہد شکنی کر کے آنحضرت صلعم کو بیٹی دینا۔ یہہ لایق التفات نہیں کیونکہ کسی صحیح حدیث کی بنا پر نہیں ہے اور اگر ہو گا تو صرف اسقدر کہ پہلے حضرت ابو بکر صدیق رض کا مطعم بن عدی کو لڑکی دینے کا خیال ہوگا۔ یہ نہ بات ہونیکے بعد ممکن نہیں تھا کہ وہ خلاف وعدگی کرتے جب کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے انکو کوئی جبر یا زور نہیں تھا۔ قطع نظر اس کے اگر یہہ بات بالکل تسلیم ہی کر لی جائے تو آنحضرت صلعم کا اسمیں کیا قصور ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رض نے آنحضرت صلعم کے سامنے تو یہہ عذر بیان ہی نہیں کیا۔ ان کے دل ہی دل میں ایک خدشہ پیدا ہوا۔

اور یہہ جو تم کہتے ہو۔ کہ ابو بکر صدیق رض کی آرزو تو یہہ تھی کہ کسی طرح وہ اپنی چھوکری کو اس بڈھے کے پنجہ سے رہا کرائے۔

یہہ نہایت ہی بے انصافانہ اور گستاخانہ کلمہ ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ جیسے حضرت ابو بکر صدیق رض آنحضرت صلعم کے وفادار۔ جاں نثار اور فرمانبردار صحابی تھے دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہی نہیں۔ یہاں تک یار غار کا لفظ اعلے درجہ کی دوستی و اتحاد کے لئے ایک ضرب المثل ہی بن گیا ہے۔ پس ایسا جان نثار صحابی رض جو جان و مال اور عیال اور خاندان کو آپ صلعم پر نثار کئے تھا کسی طرح سمجھہ میں نہیں آسکتا۔ کہ آپ کو ایک بیٹی دینے سے دریغ کرتا شاید آپنے آنحضرت صلعم کے صحابہ کرام کو یسوع کے حواریوں کی طرح سمجھہ لیا ہوگا۔ جو ساری عمر بے ایمان اور ضعیف الاعتقاد رہے اور آخرکار ایک یار نے ۳۰ روپے رشوت لیکر اسکو پکڑوا دیا اور باقی کے سب تتر بتر ہو گئے سامد سب سے بڑے میاں پطرس نے عدالت میں تین دفعہ مسیح کا انکار کیا اور قسم کہائی اور لعنت بہی کی۔ اور جہوٹ ہی بولا کہ میں یسوع کو نہیں جانتا۔ جیسا کہ آگے مفصل بیان کیا جائیگا۔

حضرت رسول کریم صلعم کے اصحاب تو بلا کسی غرض نفسانی کے آنحضرت صلعم پر سچا

[1] انجیل کے بموجب تمام عیسائی خدا کے بیٹے اور سب لڑکے ہیں۔ پس سب بہائی بہائی تھے۔ حضرت ابراہیم نے اپنی علاتی بہن سے نکاح کیا (پیدایش ۲۰ باب) ×

ایمان لائے ہوئے تھے اور ایمان ہی کی بدولت انہوں نے گہر بار - مال و عیال سب کچہہ چھوڑ دیا تہا اور آنحضرت صلعم کا ایسا ساتہہ دیا تہا کہ دنیا میں اسکی نظیر نہیں ملتی - چنانچہ نہایت لائق ولیم سیور اور ھسنگس صاحب اپنے ابن اقتداروں اور آنحضرت صلعم کے یاروں کا مقابلہ کر کرکے سر دُہنتے اور شرمندہ ہوئے ہیں کہ سوع کے سب یار محض دنیاوی اور آسمانی بادشاہت کے لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے - اور حضرت رسول کریم صلعم کے یار سچے اور صادق مسلمان ہوئے ہوئے تہے - پس ایسے خالص ایمان والے اول درجہ کے اشخاص کی نسبت سوائے پاگل کے کوئی خیال کرسکتا - کہ انہوں نے ایک معمولی لڑکی دینے میں تامل کیا ہو - فتفکروا یا اولی الالباب -

حضرت عایشہ رضہ کی بریت

غزوہ بنی مصطلق سے واپس آتے وقت مدینہ تہوڑی دور قریب تہا کہ حضرت عایشہ رضہ صدیقہ کو قضاء حاجت کے لئے پڑاؤ سے باہر جانا پڑا اور لوگوں کی نگاہ سے بچنے کی غرض سے وہ پڑاؤ سے بہت دور چلی گئیں - وہاں اُن کے منکوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تہیں - ٹوٹ کر گر پڑا - یہہ وہاں ڈہونڈنے لگ گئیں - اندہیرے میں ڈہونڈتے بہت دیر لگ گئی - کہ اسی اثنا میں قافلہ روانہ چلا گیا - ان دنوں حضرت عایشہ رضہ بیماری اور بہت دبلی پتلی تہیں - ہودج کو وزن میں کچہہ تفاوت معلوم نہیں ہوا - ساربان سمجہا کہ یہہ اپنے کجاوے میں بند ہیں - بند کا بند اونٹ پر لادا - واپس تشریف لائیں تو وہاں کسی کو نہ پایا - اس خیال سے کہ آخر کوئی نہ کوئی مجہے ڈہونڈنے آئیگا اپنی جگہ بیٹہہ گئیں - لشکر کے پیچہے ایک آدمی رہا کرتا تہا جو لوگوں کی گری پڑی چیز اٹہا لیتا ہے - اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطل تہا - یہہ شخص عابد و زاہد اور دیانت دار آدمی تہا اور اس وجہ سے اسکو آنحضرت صلعم نے اس خدمت پر مامور کر رکہا تہا - کہ لوگوں کی گری گرائی چیز اٹہا کر اس کے مالک کو پہونچا دیا کریں - جب وہ

ماں اور باپ دونو کی طرف سے وہ خاندان بنی امیہ سے تہیں۔ اُنکا پہلا شوہر عبیداللہ بن حجش تہا۔ جو پہلے مسلمان ہوگیا تہا۔ اور جب حبش کو دوسری بار لوگ ہجرت کرنے لگے وہ بہی اپنی بی بی ام حبیبہ کیسے ساتہہ ملک حبش کو چلا گیا تھا۔ وہاں جاکر عبید اللہ تو عیسائی ہوگیا مگر حضرت ام حبیبہ مذہب اسلام پر قایم رہیں۔ باوجودیکہ اُسکا باپ ابو سفیان مکہ کا سردار تہا۔ اور اُس کا خاوند عیسائی ہوگیا۔ پہر بھی اسکا اسلام پر قایم رہنا واقعی اُسکے زبردست ایمان کی تصدیق تہی۔ عبیداللہ کے مرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے نجاشی بادشاہ حبش کو بطور ولی قرار دیکر کہلا بھیجا کہ آپ کا نکاح ام حبیبہ سے کرے۔ چنانچہ ۷ سنہ ہجری میں بمقام حبش ام حبیبہ کا نکاح ہوا اور آنحضرت صلعم کی طرف سے نجاشی نے مہر ادا کیا۔ اسوقت ام حبیبہ کی عمر ۳۰ سال تہی اور آنحضرت صلعم کی عمر ۶۰ سال تہی۔ بعد نکاح کے حضرت ام حبیبہ ملک حبش سے آئیں اور آنحضرت صلعم کے پاس رہیں اُنکی وفات ۴۴ سنہ ہجری میں ہوئی۔ جب کہ اُنکی عمر ۶۷ سال کی ہوچکی تھی۔

اس نکاح سے آنحضرت صلعم کی غرض مکہ والوں کی شورش کا کم کرنا ہی تہا اور ام حبیبہ کی نوازش اور خبر گیری تہی۔ شائق صاحب نے جو لکہا ہے کہ اُسکا باپ ابو سفیان مکہ کا سردار تہا جو بیوی بیواؤں کو پال سکنے کی مقدرت رکھتا تھا۔ یہہ سچ ہے لیکن بوجہ مسلمان ہوجانے کے وہ اپنی بیٹی کی خبر گیری نہیں کرتا تہا۔ بلکہ دشمن ہوگیا تہا۔ اگر کیا کرتا تو اپنی بیٹی اور داماد کو مکہ سے جلاوطن ہی کیوں ہونے دیتا۔

حضرت اُم سلمہ رض

حضرت ام سلمہ رض جنکا اصلی نام ھند تہا۔ اُنکی ماں کا نام عاتکہ ہے جو قبیلہ بنی کنانہ میں سے نہیں۔ مگر یہ عاتکہ عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی نہیں تہیں بلکہ اُن کے باپ کا نام عامر تہا۔ حضرت ام سلمہ کے باپ حذیفہ تھے۔ جنکی کنیت ابو امیہ تہی اور عرب کے مشہور فیاض شہسوار لوگوں میں گنے جاتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رض کے پہلے شوہر ابو سلمہ بن عبداللہ مخزومی تھے۔ وہ اول اُن کے شوہر

دو نو مسلمان ہو کر ملک حبش کو ہجرت کر گئے تھے وہاں ان سے ایک لڑکی زینب نامی پیدا ہوئی
اس کے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام درّہ تہا اور دو لڑکے مسلمہ اور عمر بہی اسی نکاح
سے پیدا ہوئے تہے۔

ابو سلمہ رضہ جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ جب انہوں نے ۴ سنہ ہجری میں وفات
پائی۔ تو حضرت ام سلمہ رضہ کا نکاح رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اس وقت انکی عمر ۲۶ سال کی تہی اور
آنحضرت صلعم کی ۵۷ سال کی۔ حضرت ام سلمہ رضہ نے ۶۳ سنہ ہجری میں بعد وفات آنحضرت صلعم
کے وفات پائی۔ اور انکی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت ۲۱ سنہ
قبل ہجرت ہوئی تہی۔ ان سے ۳۷۸ حدیثیں مروی ہیں۔

ایک ضعیف سی روایت میں آیا ہے کہ پہلے حضرت ام سلمہ سے حضرت ابو بکر و عمر نے بہی
پیغام نکاح بہیجا تہا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اور اگر ہو بہی تو ممکن ہے کہ حضرت ام سلمہ رضہ نے بعض
وجوہات سے نامنظور کیا۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت ابو بکر رضہ کی فضیلت
انکی نظر میں کچھ نہیں تھی۔ نکاح کے لئے کسی شخص کو منتخب کرنا امر دیگر ہے اور اسکی فضیلت کا قائل
ہونا امر دیگر۔

رشک بیجا کے دور کرنے کے لئے دعا مانگنے کی روایت اگر صحیح بہی ہو تو اس میں بہی طعن
کی کیا بات ہے؟ اور حضرت ام سلمہ رضہ کے نکاح میں انکے بال بچوں کی پرورش کا ذمہ آنحضرت صلعم
اٹہاتے ہیں۔ (مدارج جلد دوم ۲۰۷) دشمن دین اور شایق اعتراضات نے اس بات کا اپنی کتاب
میں ذکر تک نہیں کیا۔

حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

حضرت زینب جو بسبب اپنی فیاضی کے ایام جاہلیت میں ام المساکین کے لقب سے مشہور تہیں
قبیلہ بنو ہلال سے ہیں ان کے باپ کا نام خزیمہ بن حرث اور ماں کا نام ہند بنت
عوف تہا۔ ان کا پہلا شوہر عبد اللہ بن جحش اسدی تہا جبکے مرنے کے بعد ان کا نکاح سنہ ۳ ھ

بھی جن لیا۔

آپ کس خیال میں ہو ہوش تو کرو۔ قرآن شریف کے رو سے بے شک ہم حضرت مریم کو
بتول۔ عابدہ۔ زاہدہ۔ مقدسہ۔ مطہرہ۔ صادقہ اور قانتہ ثابت کرتے ہیں اور [illegible] ہیں بھی ویسی ہی ہے
مگر آپکی محرفہ انجیل کے رو سے جو کچھ حضرت مریم کی نسبت ثابت ہوتا ہے وہ [illegible] بیٹے [illegible] لیا
اجی میاں! تم فخر کس مریم پر کر رہے ہو۔ اسی مریم پر جو حضرت مسیح پر ایمان نہ [illegible] لائی۔
اور جسکو مسیح صاف الفاظ میں دھمکا کر کہتے ہیں۔ کہ **اے عورت مجھکو تجھ سے**
کیا کام ہے۔ جس کی نسبت آپکا **پادری مفسر** لکھتا ہے۔ کہ اس قسم کا کلمہ اور کوئی
ہو ہی نہیں سکتا۔ جو حضرت یسوع مسیح اپنی ماں کی نسبت استعمال کیا۔ اور کیا یہ وہی [illegible] ہے
جس کی نسبت حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ کون ہے میری ماں یا میرے بھائی؟ اور اپنی ماں کو خدا
کی مرضی سے باہر نکال کر یوں کہتے ہیں کہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ میرا بھائی اور میری
بہن اور ماں وہی ہے۔ کیا یہ وہی مریم نہیں جس کے بیٹے بھی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے
(لوقا باب ۵) اور یہ وہی ماں نہیں جو اپنے بیٹوں سمیت مسیح کو بے خود دیکھ کر پکڑنے کو
نکلی (لوقا باب ۵ و ۱۰ باب ۲۰ مرقس ۳ باب ۲۱) پس اس مریم پر اتنا فخر کرتے ہو اور
اسکی نسبت حق الامر کہنے سے توبہ کراتے ہو۔

حضرت حفصہ حضرت عمر رض کی بیٹی تھیں۔ انکی ماں کا نام زینب بن مظعون تھا جنہوں نے
اسلام قبول کرنے کے ہجرت کی تھی۔ حضرت حفصہ رض کے پہلے شوہر کا نام خنیس ابن
حذافہ تھا۔ جنہوں نے حضرت حفصہ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور جنکا انتقال بعد غزوہ بدر کے ہوا
خنیس کے انتقال کے بعد انکا نکاح ۳ سنہ ہجری میں رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اسوقت انکی
عمر ۲۱ سال کی تھی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶۔ انکا انتقال ۴۵ سنہ ہجری میں بعد وفات

آنحضرت صلعم کے ہوا۔ اُسوقت انکی عمر ۳۶ سال کی تھی اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۱۸ سال قبل ہجری میں ہوئی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت حفصہ رض کو طلاق رجعی دیدی تھی مگر یہ معتبر نہیں اور اس روایت کی اسناد میں ایک سلمہ بن کہیل شیعہ مذہب کا راوی ہے جس کی روایت حضرت عمر رض کی بیٹی کی نسبت قابل اعتماد نہیں۔

اگر بعض دوہات خاصہ کی بنا پر عبرت و تنبیہہ کے لئے طلاق رجعی دے بھی دی ہو تاہم کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

اما اگر آنحضرت صلعم خلیفہ ثانی کے ساتھ رابطہ محبت و اتحاد قوی کرنے کے لئے حضرت حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہاں ہوئے۔ اور کسی کے ساتھ کسی بات کا تذکرہ نہ کیا اور حضرت ابوبکر رض نے اس خیال سے کہ جب تک آنحضرت صلعم کا ارادہ ظہور میں نہ آئے۔ با اپنے ارادہ سے رک جائیں۔ حضرت عمر رض کی بات کی نسبت کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس میں بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں بلکہ ادب و اخلاق ایسا ہی چاہتا ہے کہ جب تک ایک شخص کی بات کا فیصلہ نہ ہولے۔ دوسرا سلسلہ خیالی نہ کرے۔

اور جیسا کہ بقول تمہارے حضرت حفصہ خوبصورت۔ جوان اور بہ صفت موصوف نہیں تو حضرت عثمان کو ان کے ساتھہ نکاح کرنے اور ام کلثوم سے نہ کرنے میں کیا مضایقہ تھا۔ مگر خواہ مخواہ اعتراض کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔

اور حضرت ابوبکر رض کے انکار پر اگر حضرت عمر رض خفا ہوئے تو اس میں کیا جائے طعن ہے انہوں نے منظوری کی امید پر ایک بات کہی۔ نہ ماننے کو ناگوار خیال کیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہ رض کا اصلی نام رملہ تہا۔ انکے باپ کا نام ابوسفیان اور ماں کا نام ... تہا

ملہ آنحضرت صلعم نے اصحاب اربعہ کے ساتھہ تعلق قریب اس لئے پیدا کئے کہ تا کامل اتحاد و یگانگت پیدا ہو جائے چنانچہ دو صاحبوں (ابوبکر و عمر رض) کی تو لڑکیاں لیں اور دو صاحبوں (حضرت عثمان و علی) کو دیں

عائشہ رضہ کی عفت وعصمت بیان کی۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ مجکو سوائے پاکی اور بہتری کے
اور کچھ خیال میں نہیں آتا۔ حضرت علی رضہ نے اگرچہ حضرت بریرہ پر شہادت دی مگر وہ خود
بھی کوئی شبہ پیش نہیں کر سکے۔ حضرت عمر خطاب رضہ اور حضرت عثمان رضہ جیسے جلیل القدر
صحابہ رضہ جو بیسیوں عورتوں سے بڑھکر عالم و فاضل اور اعلے درجہ کے دیندار متقی آدمی تھے
غیرت خوبی اور طہارت ذیل کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضہ اپنی بریت زور کے ساتھ
بیان کرتی ہے۔ صفوان بن معطل صاف انکاری ہیں۔ الزام لگانے والے گواہ ہونے کے
وجود اتہام بیان کرنے سے عاجز لولا یاتون علیہ باربعۃ شہداء۔
ناحق کے اتہام لگانے والے حد قذف
کے سزایاب۔ اللہ تعالی نے حضرت عائشہ رضہ کی بریت پر وحی بھیجی ہے اسپر بھی اگر کسی
بے ایمان کو شبہ ہی رہے تو وہ جانے اور اسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلعم ایک ماہ تک تردد میں کیوں رہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ بھی
آخر بشر ہی تھے۔ خدا کے بیٹے نہ تھے۔ تا کہ دعوی غیب دانی ہوتا۔ بشریت کی وجہ سے
آپ کو بھی تردد لاحق ہوا۔ مگر آہستہ آہستہ معاملہ کی تفتیش فرماتے رہے۔ وہ بے قصور عورت کو
یک لخت نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اگر واقعی تحقیقات سے یا الہام الہی سے یہ الزام ثابت ہو جاتا۔ تو
یقیناً آپ چھوڑ دیتے۔ لیکن نہ تو تحقیقات ہی کے رو سے جرم ثابت ہوا نہ الہام الہی سے بلکہ بڑے
زور شور سے حضرت عائشہ رضہ کی بریت میں وحی نازل ہوئی اور اسکے بعد آپکو کامل تیقن ہو گیا۔
اتہام لگانے والوں کو سزا دی گئی۔ اور حضرت عائشہ رضہ کی ہر طرح بریت ثابت ہوئی۔

ف خدا تعالی اگر چاہتا تو مدت یہ معاملہ ہوتے ہی حضرت عائشہ رضہ کی بریت کی آیات نازل فرماتا۔ لیکن اسمیں ایک حکمت تھی
مصیبت منافقین کی جو پہنچ گئی۔ وقت کا لمبا کا امتحان نہ تھے دنیاوی طور پر تحقیقات ہو چکنے کے بعد
نازل کرنے سے یہ خوبی تھی تا کہ عام لوگوں کو کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے اگر اسوقت آیات بریت اترتیں تو لوگ کہتے
اور بھی افترا اور جعل کا الزام قایم کرتا۔ جیسا کہ اسکی عادت ہے اس لئے حکمت الہیہ نے حضرت عائشہ
کی دنیاوی طور پر پوری بریت ظاہر کرکے بذریعہ الہام منکشف کیا۔ جو تہمت پاک اور نیک لوگوں کو الزام
لگاتا ہے تو دنیا میں انکی اور بھی بریت ظاہر ہوتی۔

حضرت رسول کریم صلعم کو بشریت سے بڑھکر دعویٰ نہ تھا مگر یسوع جس کو آپ لوگ خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں ہر طرف یہودیوں کے خوف سے بھاگا پھرتا ہے۔ کاش گر اگر اُسے خبر ہوتی کہ میرے ابھی تین سال کے بعد کفارہ ہونا ہے تو ایسی بزدلی اور اضطراب کیوں دکھاتا پھر یہودا اسکریوطی کو معجزات کی طاقت بھی دی اُسے حواریوں میں بھی منتخب کیا اور آسمانی بادشاہت میں تخت پر بیٹھنے کا وعدہ بھی دیا اور اتنا نہ جانا کہ یہ شخص ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مجھکو پکڑوا دے گا اس سے جھوٹا وعدہ کیوں کریں۔ ایسا ہی حضرت مسیح آسمانی بادشاہت اور قیام قیامت کا وعدہ اپنی زندگی میں فرماتے رہے۔ حالانکہ سب جھوٹ تھا۔ پس جبکہ خدا کے بیٹے سے متعلق بشریت علیحدہ نہ ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف خدا تعالیٰ کے بندے اور رسول ہی تھے۔

الزامی جواب

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے جو ابن اللہ کی ماں مریم کا سچا ذکر الزامی طور پر اپنی کتاب میں کیا ہے اسپر آپ بہت منہ آتے ہیں اور جامہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ تحقیقی اور اعتقادی طور پر حضرت مریم کو مقدسہ اور مطہرہ ماننا امر دیگر ہے اور الزامی طور پر عیسائی مذہب کے موافق مریم کی حالت کا نقشہ پیش کرنا امر دیگر۔ انجیل سے جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہی آمنا و صدقنا کہنے کے لائق ہے۔ یعقوب کا بیٹا یوسف ۷۰۔۸۰ برس کا بوڑھا اور از کار رفتہ جب مریم اُس کے گلے منڈھی گئیں۔ اکٹھا ہونے سے پیشتر منگنی ہی کی حالت میں وہ حاملہ پائی گئیں۔ یوسف بدظن ہو کر اُسے تشہیر نہیں کرتا۔ بلکہ چپکے سے چھوڑنا چاہتا ہے (متی ا باب ۲۰) ان باتوں کے بعد بجز خوش اعتقادی کے کون شخص یہ دعوے کر سکتا ہے کہ حضرت مریم رضہ اس الزام سے جو یہودی انکی نسبت لگاتے ہیں بری ہو سکتی ہے۔ مولوی نور الدین صاحب بالکل سچ فرماتے ہیں کہ دو عورتوں پر زنا کا اتہام لگا سکتا ہے ایک کی نسبت اتہام لگانے والے وجہ الہام سے ہی عاجز رہے۔ دوسری پہلے کنوارے پنے میں لڑکا

بیاہ آنحضرت صلعم سے ہوا۔ اُس وقت اُنکی عمر ۱۹ سال کی تھی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶ سال۔ مگر وہ حضرت صلعم کے پاس صرف ۸ ماہ رہکر آنحضرت صلعم کی زندگی میں سنہ ۴ ہجری میں رمگرائے عالم بقا ہوئیں۔ انکی عمر اسوقت ۳۰ سال تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت ۲۶ قبل ہجرت واقع ہوئیں۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا نفس آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا تھا یعنی بے مہر نکاح میں آئی تھیں۔ مگر یہہ روایات ہرگز قابل تسلیم نہیں ہیں کیونکہ جن ازواج مطہرات کے ساتھہ آنحضرت صلعم کا نکاح ہوا۔ اور اُن کا مہر ادا کر دیا گیا۔ اُن میں یہہ بھی داخل ہیں۔ اور اس امر پر محدثین کا اتفاق ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

بنی مصطلق کے رئیس حارث کی بیٹی تھی۔ جب بنی مصطلق کو شکست ہوئی اور اُن میں سے بہت آدمی اسیر ہوکر آئے تو جویریہ بھی انہی میں تھیں۔ یہہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں۔ اُنہوں نے رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر پہلے تو اپنا اسلام ظاہر کیا اور پھر کہا کہ میں ثابت بن قیس کی حصہ میں آئی ہوں وہ مجھے روپیہ لیکر چھوڑنا چاہتے ہیں۔ آپ میری دستگیری فرمائیں آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر تیرے ساتھہ سلوک کرتا ہوں۔ اگر تو منظور کرے اُنہوں نے پوچھا کیا۔ آپ صلعم نے فرمایا میں تجھے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لے لونگا۔ یہہ سنکر اُنہوں نے منظور کرلیا آپ نے [illegible] اُسوقت ثابت بن قیس کو روپیہ دیکر اُن سے نکاح کر لیا۔

جب مسلمانوں … نے سنا تو اُنہوں نے بھی اپنے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ اب … آنحضرت کی … ہوگئی۔ اب مناسب نہیں۔ کہ وہ بھی اس غلامی کی ذلت

الغرض بنی مصطلق کے سارے قبیلہ کو آزاد کر دیا تھا … آزاد کرلیا۔

میں رہیں۔ اور آزاد نہ کر دیئے جائیں۔ حضرت عائیشہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ رضہ سے
بڑھکر کوئی عورت زیادہ برکت والی ثابت نہیں ہوئی جسکے نکاح کی یہہ برکت ہوئی ہو کہ اُسکی
قوم کے سو سے زیادہ آدمی آزاد ہو گئے ہوں۔

اسی قدر صحیح ہے اور باقی روایات سب غلط اور غیر معتبر ہیں۔

حضرت صفیہ رضہ

جنگ خیبر میں قبیلہ بنی نضیر کا سردار کنانہ مارا گیا۔ اُس کے اہل و عیال اسیر ہو گئے۔ ان
قیدیوں میں سے اُسکی بیوی صفیہ رضہ نے اسلام قبول کرلیا اور بعد میں جناب رسول اللہ صلعم
کے نکاح میں آئیں۔ بخاری وغیرہ معتبر کتب میں ان روایات میں سے کوئی بھی نہیں۔ باقی واقدی وغیرہ کی سب
روایات مسلمان خود معتبر نہیں سمجھتے۔ بلکہ واقدی کو محققین نے حاطب اللیل کا خطاب دیا ہے۔

اور حی بن اخطب کے قتل اور یہود کی شکست پر جو تم ہمدردی ظاہر کر رہی ہو۔ یہہ تمہاری
طینیت کا تماشہ ہے۔ ورنہ شریروں اور مفسدین فی الارض کا کوئی بھی ساتھ نہیں دیتا۔ کیا خیبر کی
یہودی وہی لوگ نہیں تھے۔ جنہوں نے خندق کی لڑائی میں قریش کو چڑہائی کے واسطے اکسایا تھا
اور خود بھی اُنکے ساتھ شریک تھے۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کے سخت مخالفوں بنی غطفان اور بنی اسد کے

سلہ اگر ان روایات کو مان بھی لیا جائے تاہم تمہاری ان ذکر کردہ روایات کے بموجب صفیہ رضہ کا اسلام لانا
ثابت ہے اور آنحضرت صلعم کا اسکو آزاد کرنا اور دلدہی کو مہر ٹھیرانا بھی ثابت ہے۔ اسکے ساتھ نکاح اور نکاح کا ولیمہ کرنا بخاری سے ثابت
ہے باقی رہا صفیہ کا پہلی منزل پر صحبت سے منع کرنا اُس کا کوئی خاص باعث ہوگا ورنہ اگر وہ ناراض ہوتی تو پہلے
نکاح پر ہی راضی نہ ہوتی اور نہ دوسری منزل پر وہ بات قبول کرتی۔ اور ابوایوب کا پہرہ دینا اگر صحیح بھی ہو
تو انہوں نے اپنے خیال کے بموجب نبی کی خیر خواہی کے جوش میں ایسا کیا ہوگا۔ ان باتوں کو جبری نکاح سے
کوئی تعلق نہیں ہے اور بانی آنحضرت صلعم کا زفاف وغیرہ کی بابت ارادہ ظاہر کرنا یہہ عقلاً محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی
بہیمیت کا کہلا ہوا تمام لوگوں پر اپنی حرارت غلاظت و فاسق ہوتا ہو۔ رعب اور ہیبت اور طرف کا خواستگار ہے سنجیدگی اور متانت
کو کیونکر چھوڑ ایسی باتیں کرے۔ یہہ سب محدث یا لوگ اپنے خیال کے موافق سمجھکر السیار روایت کر دیا۔

سازنہ بھی ان کا ساز باز تھا - اور اپنے مستحکم قلعوں کے گھمنڈ اور مذکورہ اسباب کے لحاظ سے نہایت مغرورانہ طریق پر مسلمانوں کی مخالفت کیا کرتے تھے - چنانچہ وہ آنحضرت صلعم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے تھے - کہ حفظ ماتقدم کے طور پر انکی سخت سے سخت شرارتوں کا بدلہ دینے کے لیے انپر چڑھائی کی گئی اور وہ شریر الطبع اپنی کیفر کردار کو پہونچے -

کیا انہوں نے آنحضرت صلعم کی ہلاکت اور بیخکنی میں کوئی دقیقہ نا مرعی رکھا تھا - کیا وہ آنحضرت صلعم پر حملہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے - پس کیا اگر وہ حقیقی خدا پرستوں کی جماعت کو تباہ اور برباد اور نیست و نابود کر دیتے - تو آپ خوش ہوتے - اور جب ظالموں اور شریروں کو انکی بدیوں کی سزا ملی (جیسا کہ توراۃ میں بھی حضرت موسی و یشوع وغیرہ دیتے رہے ہیں) تو تمکو انپر افسوس اور ان سے ہمدردی ہوئی - کاش! تمہاری اس ذلیت اور اوقات اور منصاف پر -

اگر تم غور کرو تو سارے پیغمبر علیہم السلام اور خدا کے دین کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہونے والوں اور اللہ کی راہ میں لوگوں کو حق سے روکنے والوں کے لیے چٹان بن جانے والوں کو سزا دیتے رہے ہیں (سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا) انبیاء سابقہ حضرت موسی و یشوع و داؤد وغیرہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا ہے اور تو خدا کے دستور میں رد و بدل کبھی نہ پائیگا - پس جو کچھ حیی بن اخطب اور اس کی قوم پر گذرا انکی شرارتوں کی سزا بدکاریوں کی پاداش تھی اگر وہ حق پر ہوتے - تو ضرور نبی کے مقابل جو حق[1] کا دعوی کرتا تھا انکو مدد ملتی - لیکن وہ سب کے سب خاسر و خائب شکستہ اور ذلیل اور تباہ اور خوار ہوگئے - جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا - وہ حق نمایاں ہوگیا اور باطل نیست و نابود ہوگیا - باطل نیست و نابود ہی ہونے والا ہے -

آنحضرت صلعم کا دعوی مثیل موسی ہونے کا تھا اور مثیل موسی کی بشارت میں یہہ بھی لکھا ہے کہ جو اس نبی کی نہ مانیگا خدا اُس سے مواخذہ کرے گا (استثناء ۱۸ باب) اس بشارت کے موافق آنحضرت صلعم

---

[1] آنحضرت نے حیی بن اخطب کو کہا کہ کتاب کو خدا نے خوار نہ کیا یہہ حق کے غلبہ کی بڑی دلیل آپ پر ظاہر کی گئی تھی لیکن کیا تو حق کے مقابل میں آکر کچھ بھی پھر نہ سہا اور حق کے مقابل شکست پا گیا یا باطل ہو ثابت نہ کر دیا اور کیا حق کی مخالفت پہ تھا لمبو قبہ کی عالمگیری سے تجہیز حلال کر مجسم کیا یہہ تو ایک حق کی مسلمہ حقیقت کا اظہار تھا -

نے حی بن اخطب کو یاد دلایا۔ کہ کیا حق کی مخالفت میں تجھے کچھ سوا افسوس نہ ہوا اور تیری ذلت ظاہر نہ ہوئی۔ فتفکروا یا اولی الالباب ؀

حضرت میمونہ رض

صلح حدیبیہ کے قرارداد کے موافق آپ دوسرے سال ۷ ہجری میں عمرۃ القضا کے لئے مکہ میں چلے وہاں آپ نے پہلے تو مراسم عمرہ ادا کئے۔ عمرہ سے فارغ ہونے پر آپ ص نے عباس بن عبدالمطلب کے ذریعہ سے اُنکی سالی میمونہ بنت حارث سے جنکی عمر اسوقت ۵۰ سال تھی نکاح کیا اور ارادہ فرمایا۔ کہ ولیمہ کی دعوت مکہ میں ہی کریں اور اسمیں مسلمانوں کے علاوہ اہل مکہ کو بھی مدعو کیا جاوے۔ چنانچہ اس معاملہ میں اہل مکہ کی رای اور اجازت طلب کی گئی۔ مگر اُنھوں نے نہ مانا جسپر آپ نے فی الفور کوچ کا حکم دیا۔

۵۰ برس کی بڑھیا کے ساتھ نکاح کرنا بجز سوائے اسکے کچھ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ آپکا مقصد مکہ والوں کی شورش کو کسی قدر کم یا فرو کرنے کا تھا۔ چنانچہ واقعی اس نکاح سے یہ فایدہ ہوا۔ کہ عبداللہ بن عباس اور خالد[1] دو شخص شریک اسلام بھی ہو گئے۔

---

[1] ڈاکٹر احمد شاہ نے خواہ مخواہ اعتراضات کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے اگر اسی طرح خواہ مخواہ ناحق بات بات پر اعتراض کیا جاوے تو آپ میری طرف کہیں توریت و انجیل کی بات بات اور آیت آیت پر اس قدر اعتراض کر سکتا ہوں کہ آپ اور آپکی ساری قوم جواب دیتے دیتے تھک جاوے اور ہنوز روز اول کا مصداق ہو۔ اس طرح سیدھی اور صاف باتوں پر بھی اعتراض کرنا محض بد باطن لوگوں کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت میمونہ کے نکاح پر جو آپ اعتراض کرتے ہیں نہ اس قدر واہیات ہیں کہ کوئی انسان ایسے اعتراض بے جا ہرگز نہیں کر سکتا۔ حضرت میمونہ اور ام سلمہ کو جو آنحضرت ص نے پردہ کا حکم دیا یہ حکم الٰہی پر عمل تعلیم تھی اسپر اعتراض کیا ہوا اور اسلامی پردہ کے جو فایدے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں کہ جن قوموں میں پردہ کا رواج نہیں ہے وہ بھی اسکو مستحسن خیال کرتی اور اس عمدہ خصلت پر رشک کرتی ہیں نہیں معلوم آپ خواہ مخواہ کیوں رشک کی آگ میں جل رہے ہیں اور خدا عز و جل کا خوف نہیں کرتے۔

حالات مزید

اور جس قدر آپنے حالات لکھے ہیں کہ کوئی عورت آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئی اور خارج ہوگئی - کوئی آپکی دعا سے مبرص ہوگئی - یہہ سب واہی تباہی روایات ہیں اور بسند معتبر ثابت نہیں اسلئے انکی نسبت خواہ مخواہ کچھہ لکھنا کتاب کو بڑہانا ہے - یہہ سب روایات نہ تو کلام الہی ہیں اور نہ سنت صحیحہ ثابتہ سے ثابت ہیں آپکے لئے تورات و انجیل ہوں - تو آپ ان روایات کو ماعیر (؟) لغو اور غیر معتبر سمجھتے ہیں - رہا لونڈیوں کا ذکر سو مختلف روایات کے جمع کرنیکے صرف دو حرموں ماریہ اور ریحانہ کا پتا لگتا ہے - اور سب واہی تباہی روایات ہیں - سو حرموں کا جواز انکی بنیاد عیسائیوں کی مقدس کتاب تورات سے ثابت ہے - پس اسپر اعتراض کرنا گویا خدا پر اعتراض کرنا ہے جس نے تورت میں حرموں کی اجازت دی اور انجیل میں بہی لونڈی غلاموں کا رکھنا ہرگز ممنوع نہیں ہے

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا

زینب رض جحش کی بیٹی تھی - انکی ماں کا نام امیہ تہا جو آنحضرت صلعم کی پہوپہی تہیں - پس زینب آنحضرت صلعم کی پہوپہی کی بیٹی ہوتی - انکی ولادت ۳۳ سال قبل ہجرت ہوئی اور ۲۰ھ ہجری میں انہوں نے وفات پائی - اس حساب سے انکی عمر ۵۰ برس کی ہوئی -

پہلی دفعہ انکا نکاح زید بن حارث سے ۳ھ ہجری کے اخیر یا ۴ھ ہجری کے شروع میں ہوا ہے جب زید نے انکو طلاق دی تو آنحضرت صلعم نے ۵ھ ہجری میں اُن سے نکاح کرلیا - اُسوقت انکی عمر ۳۵ سال کی تھی - چھہ سال آنحضرت صلعم کی زوجیت میں رہیں - اور

ا ہمارے ہیں ایسی عورت کی نسبت صرف اسقدر لکہا ہے ایک نکاحی عورت آنحضرت صلعم کی ملاقات کیوقت آنحضرت سے پناہ مانگ کیا اور انہیں اسکی گستاخی علم پر صرف الحقی باہلک (؟) کہکر رخصت کردیا اور اس سے زیادہ اور کسی روایت میں نہیں -

۲ لونڈی غلاموں کی رسم کو یک لخت قرآن شریف نے نہیں اُٹھا (؟) لیکن فک رقبہ یعنی لونڈی غلام کو آزاد کرنیکی کمال رغبت دیکر اور انکے نکاح کرانیکی تحریک کرکے اس رسم کو بہت کچھہ اُٹھا دیا گیا ہے -

آنحضرت م کی وفات کے بعد انتقال کیا۔

زید بن حارث کی ماں کا نام سعدیٰ تھا وہ کہیں جا رہی تھیں کہ بنو قین نے رستہ میں اُنپر حملہ کیا اور زید کو پکڑ کر عکاظ کے بازار میں بیچنے کو لائے۔ اس وقت انکی عمر آٹھ برس کی تھی۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ رض کے لئے ۴۰۰ درہم پر خرید لیا۔ حضرت خدیجہ رض نے زید کو آنحضرت م کو دیدیا اور آنحضرت م نے اُن کو آزاد کر دیا۔

اتفاقاً زید کے باپ اور چچا مکہ میں آئے۔ اور زید کو پہچان لیا اور اُن کو ساتھ لیجانا چاہا۔ مگر زید نے آنحضرت م کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس لئے آنحضرت م زید سے بیٹوں کی طرح پیار کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت م نے حجر اسود کے پاس جا کر رسم عرب کے موافق متبنے بنا لیا تھا مگر درایتاً یہہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس واسطے کہ زید کو بیٹے بنائے جانے کا وہ وقت بیان کیا جاتا ہے جبکہ آنحضرت م کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور ابھی حضرت خدیجہ آنحضرت م کے نکاح میں آئیں (دیکھو امہات صفحہ ۶۶) عقلاً یہہ بات لغو اور باطل معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت جنکو خود حضرت خدیجہ رض سے اولاد ہونے کی امید تھی۔ ایک غلام کو اپنا متبنے بنا کر اپنی اولاد کا شریک بنا لیں۔ حضرت خدیجہ رض کوئی بانجھ نہ تہیں۔ آنحضرت م ایک غیر شخص کو متبنے بنا لیتے۔ نہ آنحضرت م کو حضرت خدیجہ رض کے ساتھ نکاح کئے دس پندرہ سال ہو گئے تھے۔ کہ اولاد ہونے کی نومیدی تھی۔ نہ ابھی تک رسالت کا دعوےٰ کیا تھا۔ کہ آپ م کو کسی امر میں معاون بنانے کی ضرورت ہو۔ جس قوم قریش میں سے آپ تھے وہ آپ ہی سب پر زبردست اور سب میں شریف مسلم تھی۔ زید کے بیٹا بن جانے سے قوم کو کچھہ فایدہ نہیں پہونچ سکتا تھا۔ حضرت خدیجہ رض بھی ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایک بیگانہ غلام آنحضرت م کا متبنے بن کر انکی آیندہ اولاد کا شریک ہو۔ غرض کہ جس پہلو سے دیکھیں یہہ روایت بالکل غلط اور باطل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ جیسا کہ مولوی فیروزالدین صاحب نے لکھا ہے۔ وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ آپ م پیار سے زید کو بیٹا کر کے پکارتے رہے اور لوگوں نے اس رسم کے موافق زید کو متبنے یا پسر خواندہ سمجھا۔

لے یاد رکھو قرآن شریف میں بھی کہیں متبنے کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ ادعیاء (جمع دعی) کا لفظ ہے یعنی پسر خواندہ صفحہ ۳۰۵ میں زید کو بیٹا کہنے کے سوا شرکین عرب کے موافق متبنے بنانا بھی کسی روایت سے ثابت نہیں۔

قرآن شریف میں جو لکھا ہے کہ ادعوھم لآبائھم اسی باطل خیال کے دور کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

حضرت زید سے واقعی آنحضرت صلعم کو بہت محبت تہی۔ اُن کے اسلام لانے نے اس محبت کو اور بھی قوی کر دیا تہا۔ کمال محبت ہی کا باعث تہا کہ آپ نے زید کا نکاح بڑے اصرار کے ساتہہ اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے کر دیا۔

حضرت زینب رض چونکہ شریف اور عالی خاندان سے تہیں۔ اور زید آخر غلام آزاد تھے حضرت زینب اور اُن کے لواحق نے پہلے نہیں مانا۔ مگر جب آنحضرت صلعم نے یہہ آیت پڑہکر سنائی۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لہم الخیرۃ من امرھم تو انہوں نے مان لیا۔ اور حضرت زینب کا زید کے ساتہہ نکاح منعقد گیا۔

چونکہ حضرت زینب خاندانی شریف آزاد اور خوش جمال عورت تھی اور زید غلام آزاد۔ اور صورت میں بھی زید زینب کے جوڑ نہ تہے۔ اس لئے نہ صرف ممکن بلکہ گمان غالب ہی کہ کچہہ عرصہ بعد خاوند و عورت میں ناچاقی پیدا ہو گئی ہو۔ کیونکہ بوجہ خاوند ہونے کے زید زینب کو مطیع رکھنا چاہتے ہونگے اور زینب اپنی شرافت خاندانی اور زید کے غلام آزاد ہونے کی وجہ سے انکی قدر و اطاعت جیسی کرنی چاہئے نہ کرتی ہونگی۔ بہرحال یہہ ناچاقی سخت درجہ کے جھگڑے اور کشمکش تک پہونچکر آخرکار باہمی تفریق کا موجب ہوئی۔

زید نے حضرت زینب رض کی کشمکش کو بہت دفعہ آنحضرت صلعم کے سامنے بھی بیان کیا۔ مگر آنحضرت صلعم ہمیشہ زید کو روکتے۔ انہیں باہمی سلوک اور اتفاق کی ہدایت فرماتے رہے۔

---

[1] مولوی خیر الدین صاحب نے اپنی کتاب دفع طعن نکاح زینب میں بعض مفسرین کی بنا پر لکھا ہو کہ یہہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی یہہ صحیح نہیں کیونکہ یہہ آیت پہلے نازل ہو چکی تہی ہاں آپ نے بطور حوالہ کے اُسوقت پڑہی ہوگی۔ مفسرین کی یہہ بڑی غلطی ہو کہ شان نزول پیدا کرنیکی غرض سے اور آئندہ آیات کو بھی خواہ مخواہ بعض قصوں کے ساتہہ چسپاں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ادعوھم لآبائھم بہت پہلے نازل ہوئی۔ جب کہ ابھی آنحضرت صلعم کا زینب کے ساتہہ نکاح ہونے کا گمان بھی نہ تہا مگر مفسرین نے کھینچ تان کر اسکو زید کے قصہ کے ساتہہ ملا دیا ایسا ہی حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم بہت پہلے نازل ہو چکی تہی مگر مفسرین نے عادت کے موافق موقعہ پر چسپاں کرنے کے لئے من اصلابکم کا لفظ پیچھے نازل ہونا بیان کیا۔ جو بالکل لغو معلوم ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رض کو اس سید الرسل کی ازواج مطہرات میں داخل ہونے کا فخر حاصل کرنے کا بہت اشتیاق تہا کیونکہ بعض عورات فخر اور عزت کی بہت خواہاں ہوتی ہیں اس لئے اسکا منشا ہوگا کہ اگر زید طلاق دیدے تو میں آنحضرت صم کے نکاح میں آسکوں گی - مگر یہہ کسی طرح بہی ٹھیک نہیں کہ آنحضرت صم اُسپر عاشق ہوگئے ہوں - یا آپ بہی اُسکے ساتہہ نکاح کے خواہاں ہوں - کیونکہ زینب کے لواحق زینب کو آنحضرت صم کے نکاح میں دینے کو پہلے ہی تیار تھے - جو آپ صم نے منظور نہ فرمایا اور طوعاً و کرہاً زید کے ساتہہ اُسکا نکاح کرا دیا - اگر آپ صم کو اپنے ساتہہ نکاح کرنے کی خواہش ہوتی - تو پہلے ہی بلا دقت کر سکتے تھے -

جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صم نے ایکدن زینب رض کو ننگا نہاتے دیکہا اور اُسپر عاشق ہوگئے اور زینب کو زید سے طلاق دلانے کا موجب یہہ ہے - یہ روایت بالکل غلط ہے اور کسی حدیث صحیح سے دکہا نہیں سکتے -

مُنہ کو دیکھکر عاشق ہونا تو دنیا میں ایک بات بہی ہوتی ہے - مگر برہنہ عورت کو دیکھکر عاشق ہوتا یہہ کیسا لغو معلوم ہوتا ہے اسکی نظیر دنیا میں سوائے عیسائیوں کے خدا کے دادا حضرت داؤد صم کے قصہ کے اور کہیں نہیں مل سکتی - جو اوریا کی بیوی کو ننگا نہاتے دیکھکر عاشق ہوگئے تہے اور شاید اسی طرح شایق صاحب نے مسلمانوں کی لغو اور غلط روایات میں ڈہونڈ ڈہونڈ کر یہہ قصہ نکالا ہے تاکہ اعتراض نہ کر سکیں سو مسلمان تو اس قصہ کے گہڑنے والے پر لاکہہ لاکہہ نفرین و لعنت کرتے ہیں - مگر ڈاکٹر احمد شاہ داؤد صم کے قصہ گہڑنے والے کی نسبت کیا کہیں گے - جو ان کی مقدس کتاب میں لکہا ہے -

زینب حضرت رسول خدا صلعم کی پہوپہی کی بیٹی تہیں - جس کو آنحضرت صم نے سینکڑوں دفعہ دیکہا ہوا تہا - پس جو لوگ اس قصہ میں یہہ بہتان باندہتے ہیں کہ آنحضرت صم زینب پر عاشق ہوگئے تہے اور یہہ امر موجب طلاق ہوا تہا - وہ ایسی غلطی کرتے ہیں جو فہم و درایت کے ہی بالکل بر خلاف ہے -

زینب اور اوسکے لواحق کی تو مرضی یہی تہی کہ زینب کا نکاح حضرت رسول خدا ہی کے ساتہہ ہو - ان کو رسول صم کے ساتہہ رشتہ داری کا فخر حاصل ہو - لیکن حضرت رسول اکرم پہلے اسوقت نہیں مانتا تہا - لیکن قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بعد میں بہی آنحضرت صم کی مرضی ہرگز

زینب کے ساتھہ نکاح کرنے کی نہیں تھی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ وہ زید کو ان پر رعب الفاظ میں طلاق دینے سے منع کرتے تھے۔ کہ امسك عليك زوجك واتق الله (اپنی عورت کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو طلاق دینا اچھا نہیں) جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم یہہ کلمات منافقانہ کہتے تھے۔ قطع نظر اسکے کہ نص قرآنی کے یہہ بات بالکل برخلاف ہی۔ کسی صحیح روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

یہہ تو قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی مرضی ہرگز نہیں تھی کہ زید طلاق دیدے تو زینب کے ساتھہ میں نکاح کرلوں۔ لیکن اس خیال سے کہ اس عورت نے میرے ہی اصرار سے زید کے ساتھہ نکاح کیا ہے۔ اب اگر زید نے چھوڑ دیا تو غالباً زینب میرے ساتھہ ہی نکاح کی آرزو کریگی۔ اور اسکو اوراسکی والدہ کی دلجوئی اسی بات میں ہوگی۔ کہ چاروناچار میں مانوں۔ یہ بات اگرچہ آپکی شریعت کے رو سے جایز تھی۔ کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نساء میں یہہ آیت اتر چکی ہوئی تھی وحلائل ابناءکم الذين من اصلابكم تمہارے اپنی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں جو تمہاری پشتوں سے ہیں۔ مگر اس خیال سے کہ کفار خواہ مخواہ کا طعن دینگے کہ پسر خواندہ کی جورو سے نکاح کرلیا۔ آپ اس رشتہ سے ڈرتے اور جھینپتے تھے۔ حتے اینکہ زید نے زینب کو طلاق دیدیا۔ اور بوجوہات مذکورہ یہہ نکاح جایز سمجھکر آپ نے بھی نکاح کرلیا۔

کفار آپ صلعم کو طعن دینے لگے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ جسپر اللہ تعالی نے آپکو سارا واقعہ یاد دلاکر حق میں صرف خدا سے ڈرنے اور کفار کے طعن کا کچھہ خوف نہ کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ وہ آیات یہہ ہیں۔

واذ تقول للذى انعم الله عليه وانعمت عليه امسك عليك زوجك واتق الله وتخفى فى نفسك ما الله مبديه وتخشى الناس والله احق ان تخشاه فلما قضى زيد منها وطرا زوجنكها لكى لا يكون على المومنين حرج فى ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطرا وكان امر الله مفعولا ما كان على النبى من حرج فيما فرض الله له سنة الله فى الذين خلوا من قبل وكان امر الله قدرا مقدورا الذين

یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ
وکفی باللہ حسیبا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم و لکن
رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیما ہ ترجمہ اور جبکہ
تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جسپہ اللہ نے احسان کیا اور تو نے بھی احسان کیا کہ تو اپنی بیوی اپنے
پاس ہی تھامے رکھ اور اللہ سے ڈر (یہہ اسبات کا جواب ہے کہ آنحضرت م زید کے مربی اور
محسن تھے وہ اس سے ایسا فریب ہرگز نہیں کر سکتے تھے کہ زینب کو اس سے چھڑائیں اور
یہہ بھی کہ جس طرح آنحضرت م اسپر پہلے احسانات کیا کرتے تھے اسی طرح اب بھی اپنا احسان
اسپر یوں ظاہر کیا۔ کہ اسے اپنی بیوی کے پاس ہی رکھنے کی ہدایت کی ۔ اگر ان الفاظ سے
یہہ مقصود نہو تو یہاں انکا لانا بالکل بے سود ٹھیرتا ہے)۔

اگلے لوگوں میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے کہ امور شریعت کے جاری کرنے اور ان پر
عمل کرنے میں وہ کسی سے کبھی نہیں ڈری اور اللہ کے کام ایک اندازہ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں وہ
گذشتہ لوگ جو پیغام الہی پہونچاتے رہے اور اسی سے ڈرتے رہتے۔ اور اسکے سوا انہوں نے
کسی کے طعن ملامت کا خوف نہ کیا اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے (قیامت کیدن ہر ایک سے
اپنے فرایض مقررہ کی بابت حساب لیگا۔ نبی کو طعن کرنے والے لوگو۔ محمد تو تم میں سے
کسی ایک مرد کا بھی باپ نہیں ہے۔ یعنی اسکی اولاد نرینہ ہے ہی نہیں تو زینب اس کی
بہو کس طرح ہو گئی پر ہاں اللہ کا رسول ہے۔ اس جہت سے سارے ہی اسکے بیٹے ہیں
اور نبیوں کا ختم کرنے والا (اسکی وفات کے بعد کسی بیٹے کی حاجت ہی نہیں تاکہ رسالت اور نبوت
کا بوجھ اٹھائے) اور اللہ تعالی ہر شے کو جانتا ہے (اسے یہہ معلوم ہے کہ اس رسول کے بعد
نہ کوئی نبی ہوگا۔ نہ دین کی اشاعت کے سبب کسی نبی کے مرد وارث کی ضرورت ہے۔ بلکہ اللہ تعالی
اسکا دین آپ پھیلائے گا۔ اور ہر طرح آپ متکفل ہوگا۔

اور تو اپنے جی میں ایک بات چھپاتا تھا جس کو اللہ نے ظاہر کر دینا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا
(یعنی اس ارادہ کو چھپاتا تھا کہ اگر زید نے طلاق دیدی اور مصلحت مجکو اس سے نکاح کرنا پڑا۔ شرع
کی رو سے تو ناجایز نہیں ہے مگر اسکے تورع سے ڈرتے تھے کہ لوگ مطعون کرینگے کہ پسر [illegible]

کی جورو سے نکاح کرلیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کردیا تھا اور اس کے علم میں یہی تھا کہ تم اس سے نکاح کرلوگے) اور تو ہر معاملہ میں تجکو اللہ ہی کا چاہیئے (جو امر شرع) کی رو سے روا ہو۔ اسپر عمل کرنے میں کسی لائم کے لوم اور طاعن کے طعن سے ڈرنا نہیں چاہیئے) سو جیسا کہ علم الٰہی میں مقدر تھا۔ یوں ظہور میں آیا کہ جب زید اس عورت سے تعلق قطع کر چکا۔ تو اسے ہم نے تیرے نکاح میں دیدیا (یعنی یہ امر ہماری شریعت اور ہماری مرضی کے موافق ظہور میں آیا) اور یہ اسلئے ہوا تھا کہ آیندہ کو لوگوں پر اپنے پسر خواندوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں جبکہ وہ اپنی بیویوں سے قطع تعلق کر چکیں کوئی اضطراب اور دھکڑ پکڑ نہ رہے اور اس امر کی کراہت انکے دلوں سے نکل جائے۔ اور یہ خدا کا کام اسی طرح ہو کر رہتا تھا۔ جبھی تو اسکا سامان پہلے سے بنا ہوا تھا۔ نبی کے لئے اللہ تعالیٰ جو شرع مقرر کردے اسپر عمل کرنے میں اسے کوئی دھکڑ پکڑ اور تذبذب نہیں چاہیئے

جواب مطاعن

(۱) زید آنحضرت صلعم کا بیٹا تھا۔ آنحضرت صلعم نے محض اسی غرض کے لئے کہ اسکی زوجہ کو نکاح میں لائیں آ سے تبنیت سے جواب دیا جس کو مدت سے لئے ہوئے تھے۔

جواب۔ زید کو آنحضرت کا متبنے ماننا صحیح روایات سے ثابت نہیں اور نہ آپکو متبنے بنانے کی ضرورت تھی۔ جبکہ حضرت خدیجہ رضہ سے اولاد ہونے کی آرزو تھی۔ اور حضرت خدیجہ رضہ پہلے بھی صاحب اولاد تھیں۔ اور آنحضرت صلعم سے بھی کئی بچے پیدا ہوئے۔ اپنی اولاد کے ہوتے یا اولاد کی امید ہوتے متبنے بنانا محض واہیات اور بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم جو محبت اور شفقت کی راہ سے اسے بیٹا کہکر پکارتے رہے۔ لوگوں نے اسے متبنے سمجھا۔ لیکن اصل میں وہ متبنے اور لے پالک نہیں تھا۔ بلکہ پسر خواندہ کہنا چاہیئے

اور اگر حقیقتہً متبنے ہی سمجھہ لیا جائے تاہم متبنے کو حقیقی بیٹا یا حقیقی بیٹے کی مانند نہیں کہہ سکتے جب کہ نسبی تعلق اسکے ساتھ نہیں اور نہ کسی کے نطفہ کے اجزا اسکے وجود میں شامل ہیں اور تبنیت سے آنحضرت صلعم نے اسکو جواب نہیں دیا۔ بلکہ زینب کا معاملہ واقع ہونے سے بہت پہلے یہ حکم آچکا تھا

کہ ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ اُن کو انکے باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارو - اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے سو اگر تمکو اُنکے باپ معلوم نہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے چیلے ہیں -

اور یہہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اگر منہ سے بیٹا بنانے کا اعتبار نہیں - تو پھر آنحضرت صلعم کی ازواج اُمّہات المؤمنین ہو کر کیوں دوسروں پر حرام ہیں اسکا جواب یہہ ہے کہ اُمہات المؤمنین تو وہ رسول اور نبی کی جہت سے ہیں اور انکا حرام ہونا اس جہت سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اُمہات المؤمنین ٹھیرایا - تو بلکہ یہہ وجہ ہے کہ ایک علیحدہ حکم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے ساتھ مؤمنین کا نکاح حرام ٹھیرایا ہے - جیسا کہ فرمایا ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا - چنانچہ آنحضرت کی ازواج کا اُمہات المؤمنین ہونا سورہ کے اوایل میں ہے اور اُن سے نکاح ناجایز ہونا سورہ کے اواخر میں ہے - نہ تو یہہ دونوں باتیں ایک جگہ ہی ہیں اور نہ ان دونو میں علت معلول کا تعلق ہے -

(۲) زینب آگے زید کی بیوی تھی - اب ماں ہو گئی (امہات صفحہ ۸ باب ۷۹) -

جواب - ہاں صاحب بیشک آگے جورو تھی مگر اب اوروں کو اُسے ماں کا حق حاصل ہو گیا - مگر یہہ اعتراض کیا ہوا اعتراض ہے - تو اسبات پر کہ حضرت مریم ایک خدا (یسوع مسیح کی ماں اور ایک خدا کی (باپ) کی معاذ اللہ جورو - اور ہم بستر ہونے سے پہلے تیسرے خدا (روح القدس کی مہربانی سے وہ حاملہ پائی گئی - یہہ سب واقعات تو انجیل کی رو سے ثابت ہیں - آپکو اس شنیع پر تعجب نہ ہوا - کہ یا تو مریم ہر خدا کی بیوی تھی یا اُسکا خداؤں کے ساتھ کیا تعلق ہو گیا - اور حضرت زینب رض کی نسبت یہہ اعتراض سوجھ گیا - اپنا آنکھ کا شہتیر کب تک دوسروں کے تنکے کو دیکھے گا اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہ کریگا -

اور زینب کا آنحضرت صلعم کی بہو ہونا بھی غلط ہے - اگر بہو ہوتی تو ضرور آنحضرت صلعم کے گھر میں جگہ پاتی - نہ علیحدہ زید کے کسی گھر میں - رہتیں (امہات صفحہ ۷۴) پھر شرع اسلامی کے بموجب تو سسر کو پردہ کرنا بھی جایز نہیں - لیکن تمہارے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ زینب آنحضرت صلعم سے پردہ کرتی تھی -

(۳) اپنے بیٹے کی جورو سے عشق لگایا -

جواب - یہہ بات عقل اور نقل دونوں کی رو سے غلط ہے - عقل کی رو سے تو اس لئے کہ قران یا کسی

حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے اور عقلاً اس لئے کہ زینب حضرت رسول کریم ص کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔
جس کو آپنے ہزار ہا دفعہ دیکھا تھا اور آپ ہی نے اُسکا نکاح زید کے ساتھہ کر دیا۔ حالانکہ زینب اور
اسکے رشتہ دار پہلے سے آپکے ساتھہ نکاح ہونے میں خوش تھے۔ پس یہہ بیہودہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک
شخص جسکا پہلے بلا مزاحمت کسی عورت کے ساتھہ نکاح ہو سکتا ہو بلکہ وہ خواہش کرتے ہوں بعد میں اُن وقتوں سے
اسکے ساتھہ نکاح کرے۔ قرآن سے تو ثابت ہے کہ عشق تو ایک طرف آنحضرت ص دل سے زینب کے
ساتھہ نکاح کرنے کے ہی خواہاں نہ تھے جبھی تو آپنے فرمایا کہ امسك علیك زوجك واتق الله
اور حضرت زینب کی مرضی بے شک ازواج مطہرات میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنے کی تھی اور
انہی کی مرضی اور دلجوئی اور تلافی کے لئے آنحضرت ص نے اُن سے نکاح کیا۔ اگر زینب کی اپنی مرضی
نہ ہوتی تو کبھی یہہ نکاح ہو ہی نہ سکتا تھا۔ اور عشق کا ہونا بالکل باطل ہے۔ اگر عشق ہوتا۔ تو ضرور
حضرت عایشہ رض سے حضرت زینب کے ساتھہ آنحضرت ص کی سال بسال مہینہ دس دن بھی التفات
زیادہ ہوتی۔ حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آنحضرت ص نے کبھی بھی زینب سے زیادہ التفات
کی ہو۔ بلکہ وفات شریف بھی آپکی حضرت عایشہ رض کے حجرہ میں ہوئی۔

ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت ص کو زینب کا عشق مطلق نہیں ہوا۔ بلکہ زینب
کی خواہش امہات المومنین میں داخل ہونیکی تھی اور حضرت نے اس خیال سے کہ میرے اصرار سے ساتھہ
اسکا نکاح ایک کم درجہ کے آدمی کے ساتھہ کیا جسکا نتیجہ حسب منشا ظاہر نہ ہوا تو اُسکی دل کشا رہ
کرنا اسکو زیادہ رنج دینے کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ ص نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔ اگرچہ
حضرت زینب رض کو اُسوقت بھی بہت شوہر مل سکتے تھے۔ مگر بعض عورتیں فخر کی بہت
خواہاں ہوتی ہیں اُس نے ازواج النبی میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنا چاہا۔ اس لئے آنحضرت ص
نے بھی ملحوظ رکھ کر اُسکی درخواست کو منظور فرمایا اور اُس سے نکاح کر لیا۔

---

[1] چونکہ حضرت عایشہ رض سب سے زیادہ عالم تھیں اور مسایل اسلام کی اشاعت و تعلیم سے آنحضرت ص کو
زیادہ مدد دیتی تھیں اس لئے اُنکے برابر حضرت کی نظر میں کوئی بھی بی بی نہیں ہوئی۔ اگر حضرت ص کے نزدیک کسی بات
کا عشق تھا تو صرف عایشہ رض کے ذاتی علم و فضل کا۔ نہ کہ حسن کا حسن کا ہوتا تو ہمیشہ کے لئے حضرت زینب رض کی
طرف آنکی خاص توجہ منعطف ہو جاتی۔

(۴) حضرت صلعم نے منہ سے تو یہہ کہا کہ اپنی عورت اپنی پاس رکہہ پر دل سے اس بات کے خواہاں تہے کہ کسی طرح وہ طلاق دیدے گویا منافقانہ کارسعائی کرتے تھے ۔

جواب یہہ روایت بالکل غلط اور واہی تباہی ہے ۔ اگر سچ ہے تو بخاری یا مسلم یا موطا سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے قریب تر کی کتابیں ہیں دکہانا چاہئے یا کسی اور معتبر حدیث سے ثابت کرنا چاہئے قرآن شریف سے تو اتنا ہی ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم برسر زید اور دعمکی ... تہے کہتے رہے کہ امسك عليك زوجك واتق الله ۔

جو لوگ تخفی فی نفسك ما الله مبديه میں آنحضرت صلعم کے مکنون خاطر سے زینب کا عشق اور محبت مراد لیتے ہیں کیسا لغو اور واہیات ہے ۔ ذی عقل آدمی اس سے عشق مراد نہیں لے سکتا ۔ ایک شخص جو نبوت کا دعوی کرتا ہے جس کیلئے مقدس چال چلن کا رکہنا فرض ہے کیا دنیا کے روبرو ظاہر کرتا ۔ کہ میں اس کا عشق دل میں چہپاتا تہا جو خدا نے ظاہر کردیا ۔ یہہ کیسی لغو اور پوچ بات ہے ۔

(۵) زید وفادار کی سادہ لوحی اور ناسمجہی سے ناواجب فایدہ اٹہایا ۔ اور اس سے وہ کیا کام کوئی نہ کرے ۔

جواب زید ہرگز سادہ لوح نہ تہا وہ کئی دفعہ علم بردار اور افسر فوج رہا ہے ۔ یہاں تک ثابت ہوتا ہے وہ اول درجہ کی لیاقت رکہتا تہا ۔ اور حضرت مسیح کے چیلوں سے تو وہ بہت دانا تہا ۔ پس آپ کا یہہ لکہنا بالکل غلط ہے ۔

ہاں تمہاری یسوع نے سادہ لوح حواریوں کی سادہ لوحی اور نافہمی سے بہت ناواجب فایدہ اٹہایا کہ ان کو آسمانی بادشاہت کا لالچ دلاتا رہا ۔ اور تخت نشینی کا وعدہ دیتا رہا ۔ ان سے اپنی مطلب براری کرتا رہا لیکن آخرکار ان کو اسی طرح بے بسی اور بے کسی اور مفلسی کی حالت میں چہوڑ کر آپ عالم بالا پر جا براجا ۔

(۶) ان تمام باتوں کو آپ کیا اور خدا کی طرف منسوب کیا ۔

جواب یہہ تمہاری سرشت کی خوبی ہے ورنہ آنحضرت صلعم نے جو کچہہ کیا اپنی شریعت کے موافق کیا ۔ متبنی کی جورو کے ساتہہ نکاح کرنا نہ تم توریت میں حرام دکہا سکتے ہو نہ انجیل میں ۔ قرآن میں

پہلے ہی جائز ہو چکا تھا۔ پس اگر آنحضرت صلعم نے شریعت کے موافق ایک جائز کام کر لیا اور اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلعم کا اضطراب اور خدشہ دور کرنے کے لئے فرما دیا۔ کہ یہ سب امر میری مرضی کے
خلاف نہیں اور اس لئے کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ تو اس میں کیا قباحت ہوگی۔؟

انجیل میں پولوس کہتا ہے کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے پر ناپاکوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں
پولوس کا یہ مقولہ الہامی اور خدا کی طرف سے گنا جاتا ہے۔ اب ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ پولوس نے
نہایت کفر کیا کہ ایسی واہیات مسئلہ کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ جو شرائع سابقہ کے بالکل برخلاف ہے
اور ایسا ہی مسیح کے احکام کی نسبت بھی مخالف پوری پوری بدظنی کر سکتا ہے کہ وہ سب اس کے
اپنے ہی طبع زاد احکام ہیں جو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔

(۷) آنحضرت صلعم نے بے نکاح و گواہ صحبت کی اور کہدیا کہ اللہ نے آسمان پر نکاح کر دیا اور جبریل شاہد
ہے گویا نکاح کا بھی انتظار نہ کیا۔ عشق ایسا دامنگیر ہوا۔

جواب یہ اعتراض وہ کر سکتا ہے جو بالکل پاگل ہو۔ کیا جو شخص اپنے لئے جتنے عذر چاہے
گھڑ سکتا ہو آیات تصنیف کر سکتا ہو اس کی نسبت یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ عشق کی بیخودی
میں مدت عدت یعنی دو تین ماہ کا تو انتظار کیا ہو اور نکاح کا جسے ایک آدھ گھنٹہ سے زیادہ
عرصہ نہیں لگتا اس کا انتظار نہ کرے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ نکاح کی ضرورت نہیں وہ یہ بھی نہیں
کہہ سکتا کہ اس میں عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ پس اس روایت کا غلط ہونا بالبداہت
ثابت ہے۔

یہ بات متعدد اور متواتر روایات سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلعم نے اس نکاح کا ولیمہ
نہایت عمدہ طور سے کیا۔ اور یہ دلیل ثبات کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حسب دستور بعد طلاق
زید کے زینب رض سے نکاح کیا تھا۔ پس جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم بغیر نکاح
کے زینب سے مقاربت کی تھی وہ بڑی غلطی پر ہیں اور غالباً یہ خیال ان کے دل میں خدا جانے کہاں سے
پیدا ہوا ہے جب آسمانوں پر نکاح ہو جانے کا خیال سمجھا گیا تھا۔ مگر یہ ان کا خیال محض غلط ہے
اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں جگہ قرآن مجید میں بندوں کے افعال کو بسبب علت العلل ہونے
کے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس امر سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ فعل بندوں نے نہیں کئے۔ اگر

کسی روایت میں اللہ المزوج وجبریل شاھد اللہ نکاح کرنیوالا ہے اور جبریل شاہد ہے۔ آیا یہی ہو تو
یہہ آنحضرت صلعم نے اس شخص کے جواب میں کہا ہوگا جس نے اس نکاح کے عدم جواز کا اعتراض کیا ہوگا
یعنی یہہ امر آسمانی اور الہامی حکم کے موافق ہوا ہے کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نسا میں یہہ حکم آچکا تھا
تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تمپر حرام ہیں نہ لے پالکوں کی۔
کسی کو متبنے کر لینے یا منہ سے بیٹا کہہ دینے سے درحقیقت وہ صلبی بیٹا نہیں ہو جاتا اور نہ
متبنے کرنے والا حقیقی باپ ہو جاتا ہے۔ پس جو حکم کہ صلبی بیٹے کی زوجہ سے متعلق ہے وہ اُس کی
زوجہ سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ یہہ رسم جو نفس الامر کے برخلاف عرب میں جاری تہی اُسکا معدوم
کرنا نہایت مناسب اور ضرور تہا۔ اور متبنے کو بیٹا پکارنے سے شبہ پڑتا تہا کہ شاید وہ اس شخص کا
حقیقی بیٹا ہے۔ اس لیئے حکم ہوا کہ وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم
بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ ادعوھم
لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم
فی الدین وموالیکم ط سورہ احزاب رکوع اول۔

(۷) محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندہا ۔ زنا کیا اور اسکو حکم خدا بتلایا۔

جواب اوپر کے بیان سے ظاہر ہوگیا کہ آنحضرت صلعم نے خدا پر کوئی بہتان نہیں باندہا
نہ زنا کیا بلکہ جو کچھہ آپ نے کیا شریعت ہی کے بموجب کیا۔ البتہ جہلا ۔ منافقین کے اعتراض
کرنے پر اللہ تعالی نے بذریعہ وحی اس امر کا جواز پیچہے ظاہر کیا۔ ورنہ حضرت صلعم نے نہ کوئی خدا
پر بہتان باندہا ہے ۔ نہ زنا کیا۔ کیا مسیح ع نے سبت کی حرمت نہیں توڑ دی۔ اُن کے سامنے
اس کے یار لوگوں کے خوشے نہیں کہاتے رہے ۔ پرائی انجیر کو کہانے نہ دوڑا تورات کے
برخلاف ناپاک کے لئے سب کچھہ پاک نہ بتایا۔ پس خصم کہہ سکتا ہے۔ کہ مسیح ع نے خدا پر بہتان
باندہا۔ خدا کے محرمات کو حلال کر دیا اور اُس کو خدا کا حکم بتلایا۔ عذر نا معقول ثابت میکند
الزام را۔ تعجب ہے کہ ساتھہ ہی تم یہہ کہتے ہو کہ حکم خدا بتلایا اور پہر کہتے ہو کہ خدا پر بہتان باندھا
اگر خدا کے حکم کے موافق کوئی کام کیا تو خدا پر بہتان نہیں باندھا ۔ اور اگر خدا پر بہتان باندھا ہے
تو وہ خدا کے حکم کے موافق نہیں ہونا چاہئے۔ حالانکہ تم تسلیم کرتے ہو کہ اسکو حکم خدا بتلایا۔ اگر تو ۔۔۔

خدا کا کلام مان کر اعتراض کرتے ہو۔ تو جو کچھ یہ آنحضرت صلعم نے کیا۔ قرآن کے موافق کیا ہے۔ پھر خدا
کے حکم کے برخلاف کرنے کا الزام کیسا؟

شائق صاحب اگر آپ کو واقعی یقین ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت کلام ربانی نہیں ہے بلکہ حضرت صلعم کی خود ساختہ ہے تو اس کے ثبوت کے لئے میں آپ کو سہل ترکیب بتاتا ہوں

جس سے بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا۔ کہ آیا کلام ربانی اور احکام الٰہی تھے یا بناوٹی اور آنحضرت صلعم
کے خود ساختہ۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ آپ اس آیت (واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ
الخ کا ترجمہ اردو لیکر کسی فصیح و بلیغ عربی دان عیسائی کو (خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی) دیدیویں
کہ اسے عربی میں ترجمہ کرے۔ اگر فصاحت۔ بلاغت۔ متانت اور سلامت اور زور کلام
وغیرہ میں اس آیت کے برابر بن گیا۔ تو میں بھی اسوقت مان لوں گا کہ یہ آیات کلام الٰہی
نہیں تھیں بلکہ آنحضرت صلعم کی خود ساختہ تھیں جو افتراءً خدا کی طرف منسوب کی گئیں لیکن اگر
اس کلام کے برابر فصیح و بلیغ ترجمہ دنیا کے کسی عیسائی یا غیر عیسائی سے نہ ہو سکا۔ تو پھر
آپکو اسوقت ایمان لانا پڑے گا۔ کہ یہ آیات حضرت صلعم کی خود ساختہ نہیں تھیں۔ بلکہ ربانی
کلام تھا یہ۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم امی محض تھے۔ ساری عمر نہ کبھی لکھا
نہ کسی مکتب میں بیٹھے نہ کسی سے علم حاصل کیا۔ پس اس امی شخص کے کلام کے برابر آپ صلعم
نے کسی آیت کا ترجمہ کرا دیا۔ تو سمجھ لیا جائیگا کہ یہ کلام ربانی نہیں۔ نہیں تو دنیا روز سے چند عاقبت
کار خداوند۔ خدا سے ڈرو۔ اور خدا کے سچے کلام پر ایمان لاؤ جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے

آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۷۸ میں لکھتے ہیں کہ پس ایسی بھی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت صرف
اسکی تھی کہ حضرت صلعم متبنے کی جورو سے عشق لگاویں اور اسکو طلاق دلوا کر جورو بنائیں۔ اور خدا
پر بہتان باندھیں اور بندوں کو گمراہ کریں اپنے خاص مولویوں کو نادم کریں۔ اس گستاخی کا
پورا جواب تو اسد کے ہاں سے ملے گا۔ گر ترکی بہ ترکی جواب یہ ہے کہ پس عیسائیوں کے خدا
کو اسکی بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت تھی تو اسبات کی کہ دنیا میں صرف شراب کے مٹکے بنا دیں
مدہوشی کی بیخودی میں اپنی ماں کو عورت کہی مجھ سے کیا کام کہکر اسکی بے حرمتی کی نوبت۔ لوگوں کو

حضرت کی لونڈیاں

ماریہ قبطیہ

ماریہ قبطیہ کے حالات میں آپ نے مختلف تفاسیر سے مختلف روایات کی بھرمار کر دی ہے اور قرآن شریف کی سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول ماریہ قبطیہ کا واقعہ بیان کیا ہے مگر ہمارے خیال میں جب بخاری کی ایک صاف اور صحیح حدیث سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کی شان نزول میں موجود ہے تو ماریہ والی روایت اُس کے مقابل کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ مفسرین اسلام کی تو عادت ہی ہے کہ ایک امر کے متعلق جس قدر روایات صحیح یا ضعیف اُن کو مل جاتی ہیں۔ ایک ساتھ بھرتی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کام محققین کا ہے کہ ان روایات کو ماخذ (یعنی قرآن و سنت) پر عرض کر کے صحیح یا غیر صحیح روایات کو جدا کریں۔ سو ہمارا یہاں تک خیال ہے۔ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول قصہ عسل ہے جس کو بخاری اور مسلم اور دیگر جلیل القدر محدثین نے منقول کیا ہے۔ چونکہ یہ ممکن نہیں کہ دو توقعے ان آیات کا شان نزول ہوا ہو اس لئے ترجیح اُسی واقعہ کو ہوگی جس کا ساتھ سنت صحیحہ ثابتہ بھی دے۔ سو وہ قصہ تحریم عسل ہے جس کا واقعہ بخاری میں ان الفاظ میں لکھا ہے۔

عن عائشۃ رضہ کان رسول اللہ صلعم یشرب عسلاً عند زینب بنت جحش و یمکث عندھا فواطیت انا و حفصۃ علی ایتنا دخل علیھا فلیقل لہ اکل مغافیر انی اجد منک ریح مغافیر قال لا ولکن کنت اشرب عسلاً عند زینب بنت جحش فلن اعود لہ وقد حلفت ولا تخبری بذالک الخ۔

بخاری میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم زینب کے پاس کچھ دیر تک بیٹھا کرتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلایا کرتیں۔ میں نے اور حفصہ نے اس بات پر

اتفاق کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رسول خدا صلعم تشریف لائیں۔ وہ یوں کہدے کہ
آپنے مغافیر[1] کھائی ہے۔ آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ نہیں میں نے
تو زینب کے پاس شہد پیا ہے۔ سو اگر ایسی ہی بو آتی ہے تو آگے میں کبھی نہ پیونگا۔ اور
میں قسم کھاتا ہوں اور تم نے اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ اس پر یہہ آیات اتریں۔ کہ اے نبی
تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کی اللہ نے تجھ پر تو اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتا ہے اور
اللہ غفور رحیم ہے۔ خدا نے تم پر (کفارہ ادا کرکے) نامناسب قسموں کا کھولنا فرض کر دیا ہے
اور اللہ تمہارا مولے ہے۔ اور وہی حکیم و علیم ہے۔

پس یہی اصل واقعہ ہے جس پر آیت تحریم نازل ہوئی۔ یعنی عورتوں کی رضامندی کے لئے
آنحضرت صلعم کا شہد کو ترک کر دینا اور اپنی بیوی کو اس ترک کی اطلاع دوسروں کو دینے سے
ممانعت کر دینی تاکہ یہہ بات اس بی بی کے پاس امانت رہے جس کی خاطر شہد چھوڑ دیا
ہے اور عام طور پر یہہ بات پھیل کر امت کے لئے ترک شہد پر حجت نہ ہو جائے۔ چونکہ یہہ
بات آنحضرت صلعم نے راز کے طور پر اپنی بی بی سے کہی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور بات[2]
بھی تھی جس کے اظہار کرنے سے دنیائے اسلام کے انتظام میں بڑا فرق آنے کا اندیشہ
تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بی بی کے یہہ راز افشا کر دینے پر اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم
کو الہام سے اس واقعہ سے اطلاع دیدی۔ علاوہ قسم کا کفارہ ادا کرکے قسم کے کھولدینے کا حکم دیا اور
اس بھید کے ظاہر کر دینے پر عورتوں کو سخت تنبیہہ و تہدید کی۔

سورہ کی طرز بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دوسری بات جو اس بیوی نے ظاہر کر دی
کوئی بڑی قابل اخفا اور مہتم بالشان تھی۔ جس کی عام طور پر پھیلنے سے اسلامی سلطنت میں
سخت خلل پڑنے کا احتمال تھا۔ عسل یا ماریہ کی تحریم۔ ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ ایک حرمت

---

[1] مغافیر ایک درخت کا گوند ہے جسے عرفط کہتے ہیں جسکی بو اچھی نہیں ہوتی۔ چونکہ شہد کی مکھیاں بعض وقت رہ ہی چوس لیتی
ہیں اسلئے شہد میں اسکی بو باقی رہ جاتی ہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ اس شہد میں عرفط کی بو آتی ہے۔

[2] بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت تہا کہ میرے بعد یہہ خلیفہ ہونگے۔ لیکن چونکہ اس بات کو افشا
سے کسی شخص کی دلشکنی اور انتظام میں فرق آنے کا اندیشہ تہا اسلئے اس راز کو افشا سے آنحضرت صلعم نے ممانعت کر دی۔

مباشرت ترک کر دینا۔ یا شہد کا اپنے اوپر حرام کر لینا۔ کوئی ایسی اہم یا شان بات نہیں
جس پر عورتوں پر اتنا عتاب کیا جاتا۔ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما
وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین
والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظہیر ۝ عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ
ازواجا خیرا منکن مسلمٰت مؤمنٰت قٰنتٰت تٰئبٰت عٰبدٰت
سٰئحٰت ثیبٰت وابکارا ۝ اگر تم دونو (حفصہ و عائشہ) خدا کی جناب میں
توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ دونوں نے کج رائی اختیار کی ہے اور اگر نبی کے خلاف
ایسی سازش کرو گی تو اُن کا حامی اور مددگار اللہ ہے اور جبریل اور اچھے نیک مسلمان اور
اس کے بعد ملائکہ اسکا معاون ہیں۔ قریب ہے کہ اگر نبی تمکو طلاق دیدے۔ تو اسکا رب تم سے
بہتر بیبیاں اسکو بدل میں عطا کرے [illegible] ایماندار خدا کے حضور میں گڑگڑانے والی۔ توبہ کرنے والیاں
عبادت گزار، روزہ دار، بیوہ بھی اور کنواریاں بھی۔

آیت تحریم کی اصلی تفسیر سابق کتاب و سنت کر دی گئی۔ جس کے مقابل تفاسیر معہ غیر
[illegible] عجیب و غریب اور مختلف و متضاد روایتیں محض ہیچ ہیں۔ اب صرف ایک اعتراض شاید
[illegible] صاحب کا ہوگا یا سکا آنحضرت صلعم نے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کیا اور پھر حرام کو حلال کیوں
کیا۔ سو اس کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ بعض [illegible] بیویوں کی خاطر آپ نے شہد کے پینے پر
حلف کھائی۔ چونکہ آپ نے شہد کو ترک کر دیا اور ترک پر قسم کھانے سے خواہ مخواہ ایک حلال چیز
حرام ہوئے باقی تھی۔ اللہ تعالی نے آپ کو متنبہ کیا تاکہ آپکا شہد کو چھوڑ بیٹھنا دنیائے اسلام
کے لئے حجت نہ ہو جائے۔ اور وہ بھی برا نہ سمجھنے لگ جائیں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے
بسا اوقات ایک نبی یا ملہم سے کوئی غلطی یا خطا بشری ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالی معاً بذریعہ
وحی والہام اُسے صواب و سداد کی جانب رہنمائی کر دیتا ہے۔ دیکھو رویائے صادقہ میں
پطرس کو ہر قسم کے جانور دکھائے گئے اور اُن کے کھانے کے لئے اُسے ہدایت کی گئی۔
پطرس نے کہا۔ کہ میں حرام چیز کو نہیں کھایا کرتا۔ جس پر اللہ تعالی نے فوراً پطرس کو متنبہ کیا۔ اور
کہا کہ حلال چیز کو حرام مت کہہ (اعمال رسولاں باب ۹)۔

پھر منتوں کو توڑ دینی یا قایم رکھنے کی نوبت میں بھی اجازت دی (دیکھو شمار
۳۰ باب ۱۳) حضرت مسیح نے پہلے ایک کام سے سخت انکار کیا اور پھر اپنی بات سے پھر کر
وہ کام کر لیا (متی ۱۵ باب ۲۳) عیسائیوں کا خدا خود بڑا عہد شکن ہے اور کہتا ہے کہ تم
میری عہد شکنی کو دیکھو گے (شمار ۱۴ باب ۳۴) اور بعض وقت اپنی قدر یکایک ساخت کرنے پر
پچھتایا بھی کرتا ہے (پیدایش ۶ باب ۶) بلکہ پچھتا پچھتا کر تھک گیا ہوں (یرمیاہ ۱۵ باب
۶) اپنے نبیوں کو فریب بھی دیا کرتا ہے (یرمیاہ ۴ باب ۱۰) اور یہ کہتا ہے کہ ...
ایسے طریق سکھاتا ہے جو بہت برے اور ایسے احکام دیتا ہے کہ ...
مردہ ہوجانے (حزقیل ۲۰ باب ۲۵) زناکار لڑکیوں کو لانے کی ہدایت کرتا ہے (ہوسیع ۱
باب) اپنے نبیوں کو گوہ کے ساتھ ملاکر روٹی کھانے کا حکم دیتا ہے (حزقیل ۴ باب ...)
اور کہاں تک گنواؤں فرصت کم ہے ورنہ یہی ساری توریت اور انجیل کا چربہ ...
صاحب کے آگے دھر دیتا۔ ہاں اُنکے دوبارہ اطلاع دینے پر ضرور توریت اور انجیل کی
قلعی کھول دی جائے گی۔ وہ بذریعہ خط ضرور اطلاع دیں۔

باقی یہ بات کہ آنحضرت صلعم کی عورات میں اس قسم کی باتیں کبھی وقوع میں کیوں آئیں
اسکا جواب یہ ہے کہ وہ کوئی نبیہ یا فرشتہ نہیں تھیں۔ مقتضائے بشریت سے اُن سے کبھی کبھی
ایسی ایسی باتیں ظہور میں آتی رہیں۔ مگر آہستہ آہستہ آنحضرت صلعم کی تعلیم و تربیت صحبت اور
دبدبہ اور سطوت سے روبہ اصلاح ہوکر آخرکار وہ بھی اعلیٰ درجہ کی تربیت کے ساتھ متصف
ہوگئیں۔

خدا کا شکر ہے کہ تاہم کسی نے حضرت سلیمان کی جوروں کی طرح اپنے نبی سے بت پرستی
نہیں کرائی۔ بلکہ آنحضرت صلعم کا دبدبہ اور وقار اور سیاست اسی قسم کی تھی کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق
سے سب مستفیض ہوکر اخلاق ملکی سے حصہ پایا اور باوجود مختلف طبایع اور مختلف مزاج والی
عورات ہونے کے آنحضرت صلعم پر کوئی عورت اپنا اثر نہیں ڈال سکی۔ اتنی اور اس قسم کی عورتوں
میں اس قسم کا نباہ یہ حضرت صلعم کی اعلیٰ اخلاق اور سیاست کا نتیجہ تھا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

حضرت اُمّہانی

آپ نے جو اپنی اُمّہات کے صفحہ ۱۴۰-۱۴۱ اور ۱۹۱ وغیرہ میں آنحضرت صلعم کو بہیہ الزام دیا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم کا اُمّہانی سے ناجایز تعلق تہا۔ سو یہہ الزام اگرچہ ایسا ہے کہ اس جھوٹے افترا پر آپ پر نالش کر کے آپکو چند روز جیلخانہ کی سیر کرائی جاوے۔ لیکن اس جھوٹ کی جزا صرف اُس احکم الحاکمین پر چھوڑکر اسقدر گذارش کیجاتی ہے۔ کہ صاحب آپنے کہاں سے یہہ معلوم کرلیا کہ آنحضرت صلعم کا اُمّہانی سے ناجایز تعلق تہا۔ آپ صلعم کی بعثت سے پیشتر آپ کی ساری قوم آپکے نیک چال چلن کی شاہد۔ امین و صادق آپ کا لقب۔ ہر مہم میں آپ قوم کے مرجع و ماوے۔ راستباز آپ مشہور۔ حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت آپکے چال چلن کی شہادت دیتی۔ حضرت خدیجہ رضہ آپ کا اعلیٰ چال چلن۔ دیانت۔ امانت۔ راستبازی دیکھکر آپ سے ہمام نکاح ڈالتی۔ ایسے سید المطہرین و امام المعصومین کے چال چلن پر بدظنی کرنا اور بدچلنی کا داغ لگانا صرف آپکی عیسائی سرشت کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کی اعلیٰ چال چلن کی شہادت خود قرآن شریف سے بہی ثابت ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کہدے۔ کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ کہ میں نبوت سے پیشتر تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں۔ تم نے میرے چال چلن۔ راستبازی۔ عفت و عصمت کے برخلاف کوئی بات نہیں دیکھی۔ افلا تعقلون پھر بہی تمکو اتنی سمجھہ نہیں کہ ایسا پاک باطن۔ پاک چال چلن والا راستباز آدمی خدا پر افترا نہیں کریگا۔ جس شخص کا چال چلن مشتبہ ہو اور دال میں کالا ہو۔ وہ ان پرزور الفاظ میں کبھی قوم پر حجت پوری نہیں کرسکتا۔ کہ تم میرے ساری چال افعال و اقوال اور چال ڈھال کو جانتے ہو۔ کیا تم پھر بہی نہیں سمجھتے۔ کہ میں صادق۔ امین۔ راستباز اور اعلیٰ چال چلن کا آدمی ہوں۔

یہہ تو آنحضرت صلعم کے چال چلن پر قرآنی شہادت ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ میں جسقدر آنحضرت صلعم کی عفت و عصمت کی نسبت روایات وارد ہیں۔ اُن کو لکھا جائے تو صرف اسی کے لئے کتاب کفایت نہ کرسکے۔ الحال ہم اسی قدر بیان کرتے ہیں

کہ صاحب اول آپ جو تم نے اُمِّ ہانی کی بابت روایت بیان کی ہے وہ کالوحی من السماء نہیں۔ اگر اسکو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تاہم آنحضرت صلعم پر الزام لگانے کی کوئی وجہ نہیں۔ آنحضرت صلعم نے اُمِّ ہانی کو پیغام نکاح دیا۔ اُمِّ ہانی نے یہ جواب دیا کہ واللہ میں دوست رکھتی تھی تمکو جاہلیت میں پس کیونکر نہ دوست رکھوں میں تمکو اسلام میں۔

ان الفاظ سے بدظنی سے یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ اُمِّ ہانی اور آنحضرت صلعم کا جاہلیت میں ناجائز تعلق تھا۔ سوائے اُس شخص کے اور کسی کا کام نہیں ہے جو اول درجہ کا بدباطن اور شیطان سیرت اور ناپاک طبیعت ہو ورنہ ان الفاظ کا تو مطلب اتنا ہی ہے کہ میں جاہلیت میں بھی پسند رکھتی تھی کہ میرا نکاح آپ سے ہو جائے۔ اب کیوں نہ پسند کروں جب کہ آپکی بدولت اسلام کی سی نعمت نصیب ہوئی۔ اس سے وہ مطلب سمجھ لینا جو آپنے سمجھا ہے۔ حقیقت میں آپ ہی کا کام ہے۔

اگر صرف انہی الفاظ سے یہ ناجائز تعلق مفہوم ہو سکتا ہے۔ تو اناجیل کے ان بیانات کی نسبت کیا کہوگے۔ جہاں لکھا ہے کہ مسیح مرتھا کو اور اسکی بہن وغیرہ کو پیار کرتا تھا (یوحنا ۱۱ باب ۵) اور باوجود مجرد رہنے کے اکثر اوقات فاحشہ عورتوں کے گھر چلا جایا کرتا اور اُن سے عطر ملواتا تھا۔ اور (متی ۲۶ باب ۶ – ۹) اور مریم اور سوسنہ اور بہتیری اور عورتیں جو مال سے اُسکی خدمت کرتی تھیں وہ اُس کے ساتھ چلا پھرا کرتیں (یوحنا ۸ باب ۲ – ۳ (متی ۲۷ باب ۴) –

بہرحال اگر اُمِّ ہانی کے ان الفاظ سے آنحضرت صلعم پر صرف ظن ہو سکتا ہے تو تمہارے خدا کے بیٹے کے چال اور حال سے نہ صرف ظن بلکہ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ناگفتنی حرکات کا مرتکب ہوتا ہوگا۔ اور عشق بازی میں غلطاں رہتا ہوگا اور یہ صرف ایک الزامی جواب ہے ورنہ ہم حضرت مسیح اور حضرت رسول کریم صلعم دونوکو یکساں اور مقدس چال چلن والا سمجھتے ہیں۔ واقعی اگر آپ حضرت اُمِّ ہانی پر عاشق ہوتے۔ تو پھر اسکا کوئی عذر بھی تسلیم نہ کرتے بلکہ جہانگیر بادشاہ کی طرح شادی پر اُسے مجبور کرتے۔ لیکن آپنے تو اسکا نخفے نخفے بال بچوں کا عذر ایک دفعہ منظور کر لیا۔ جس سے صرف ایک معمولی سی بات رہ جاتی ہے اور ہم کہتے ہیں

[illegible] حضرت صلعم [illegible] اُس وقت تک اپنے اصحاب سے نکاح کرتے تھے تو اُسوقت کیوں نہ فرمایا
[illegible] بلکہ تجویز کا [illegible] حضرت [illegible] نکاح کرے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم فی الواقع
بچوں کی خبرگیری کے لئے تو تیار تھے۔ کیونکہ یہہ تو آپکو معلوم ہی تھا کہ اسکے بچے ہیں۔ اور پہر نکاح کی
درخواست [illegible] اصحاب کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے اور اپنے ننھے ننھے بچوں کی
خبرگیری کرنے کے لائق [illegible] ہے۔ تو پہر آپ نے بھی کچھہ نہ فرمایا۔

حرمیں

اور حرموں کی نسبت آپکا اعتراض کرنا مشکل [illegible] ہے جبکہ انبیاء سابقہ کی کتابوں سے سنت
حرموں کا جواز ثابت ہے۔ تو اس امر پر آپکا اعتراض کرنا گویا اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔
استثناء باب ۲۱ [illegible] عورتوں کو [illegible] صاف حکم لکھا ہے۔ اور [illegible] باب ۱۰-۱۴ میں اُن
اسیر عورتوں [illegible] اچھا [illegible] کپڑے [illegible] سر منڈوا کر ناخن کٹوا کر جورو بنا لینے کا صاف
حکم ہے۔ پہر اگر اس سے خوش نہ ہو تو جہاں اُسکا جی چاہے نکل جانیکا حکم ہے۔ حضرت
سلیمان ع کے پاس ۳۰۰ حرم تھیں جنکی [illegible] حضرت مسیح ع کو بیان کیا جاتا ہے
حضرت ابراہیم ع وغیرہ انبیاء کے پاس [illegible] تھیں جو نکاحی بیاہیوں کے علاوہ تھیں اور
انجیل میں بھی [illegible] آپکا یہہ سارا اعتراض آپ ہی پر اُلٹ رہا ہے
نما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

لونڈی غلام بنانا

شایق صاحب آپ اچھی طرح یاد رکہیں کہ لونڈی غلام بنانا اسلام کی اختیار کی ہوئی رسم نہیں
ہے بلکہ حضرت موسیٰ کی شریعت میں لونڈی غلام بنانا جایز رہا۔ عرب وغیرہ ممالک میں لونڈی غلام

ملہ حرموں کے انتخاب کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے۔ اُس کا جواب بھی یہاں آگیا۔

عام تھے۔ انجیل میں بھی لونڈی غلام بنانا منع نہیں کیا گیا بلکہ لونڈی غلاموں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں جس سے اس امر کی اباحت ثابت ہے۔ اسلام ایک راسخ شدہ رسم کو یک لخت اُٹھا نہیں سکتا تھا اسلام نے اس بارہ میں جو کچھ کیا سو یہہ کیا کہ انکی آزادی کی ہر طرح رغبت دی اور اسکو بے انتہا ثواب بیان فرمایا۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ فک رقبہ آیا ہے۔ اسیران جنگ کی نسبت بھی یہی وارد ہے فاما منا بعد واما فداء اسیری کے بعد یا تو احسان کرکے چھوڑ دیا جائے یا فدیہ۔ پاک کفارات میں لونڈی غلام آزاد کرنا مقدم رکھا گیا۔ اور ہر طرح انکی آزادی کا خیال کیا ہے تاکہ رفتہ رفتہ یہہ رسم یک لخت اُٹھ جائے اور دنیا میں خود بخود اصلاح ہو جائے۔

لونڈی غلاموں کے حقوق کی نسبت یہہ فرمایا کہ العبید اخوانکم غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اور پھر کہ جیسا آپ کھاؤ ویسا اُن کو کھلاؤ۔ جیسا آپ پہنو ویسا اُن کو پہناؤ۔ اُن کی ہر طرح تربیت و تعلیم کرو۔ اور بھائیوں اور بہنوں کی طرح سلوک کرو۔ اب اسلام اس سے بڑھکر کیا اصلاح کر سکتا تھا۔ لونڈی غلام بنانا اسلام کا جزو نہیں ہے۔ مگر جو اتفاقیہ لونڈی غلام ہوں انکو آزاد کرنا یا اُن سے اچھا برتاؤ کرنے کا البتہ سخت تاکیدی حکم ہے۔

چنانچہ مسٹر باسورتھ سمتھ اپنی کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم میں لکھتے ہیں کہ اب ہم یہہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ غلامی کی نسبت اسلام نے کیا کیا۔ چنانچہ اُس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کے باب میں بھی ترقی کی جانب قدم بڑھایا گیا۔ بلکہ عورتوں کے باب میں جو قانون بنایا گیا اسکی نسبت غلامی کے معاملہ میں زیادہ ترقی کی گئی۔ بے شک محمد صلعم نے غلامی کو بالکل مٹا نہیں دیا۔ کیونکہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ایسا کرنا نہ تو مناسب ہی تھا اور نہ ممکن ہی تھا لیکن انہوں نے لوگوں کو غلاموں کے آزاد کرنے کی رغبت دلائی اور یہہ اصول قرار دیا کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے وہ آزاد سمجھا جائے اور اس سے بھی زیادہ تر اہم بات یہہ کی کہ انہوں نے حکم دیا کہ کوئی آزاد شدہ غلام اس سبب سے کہ اُس نے محنت و مشقت سے ایک دیانتداری اور عزت کی زندگی بسر کی ہے ذلیل نہ سمجھا جائے اور انکی نسبت جو غلامی کی حالت میں ہوں یہہ حکم دیا کہ اُن کے ساتھ مہربانی اور ملایمت سے برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخیر الوداعی خطبہ میں جو اپنی وفات سے ایک سال پیشتر مقام منا پڑھا تھا کہ اے مسلمانو! تم غلاموں کو ویسا ہی کھانا کھلاؤ

جیسا کہ تم خود کھاتے ہو ویسا اور ویسا ہی کپڑا پہناؤ جیسا کہ تم خود پہنتے ہو۔ کیونکہ وہ بھی خدا کی بندی ہیں انکو ستانا نہیں چاہئے۔ پس ایک غلام جو نو دنوں اور ایسے اعلے درجے کے احکام مذہبی کی حفاظت میں ہو وہ اُن معنوں کے لحاظ سے جو لفظ غلام کے اس زمانہ میں سمجھے جاتے ہیں غلام نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ میں اوپر بیان کرچکا ہوں۔ یہہ امر قابل لحاظ ہے کہ وہ لفظ جسکا ترجمہ غلام ہے۔ قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ جو جملہ قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے وہ یہہ ہے وہ جو تمہارے اپنے ہاتھہ کے قبضہ میں ہیں جسکے معنے صرف یہہ ہیں کہ جو ایک واجب طور کی لڑائی میں قید ہوکر آئے ہوں۔ اور اس طرح پر اپنی آزادی سے محروم ہوگئے ہوں۔ ایسے قیدی اگر مسلمان ہوجاتے تھے تو انکی نسبت یہہ حکم تہا کہ آزاد کردیئے جائیں۔ لیکن اگر اپنے مذہب پر قایم رہتے تھے تو آپکا حکم اپنے معتقدوں کے لئے یہہ تہا کہ پھر بھی تم اُنہیں اپنا بھائی سمجھو اُنہوں نے فرمایا کہ جو مالک اپنے غلام سے مہربانی کرے وہ مقبول خدا ہوگا اور جو اپنے اختیار کو بُری طور پر استعمال میں لائے یعنی غلام کو ستائے وہ داخل بہشت نہوگا۔ ایک مسلمان نے اُن سے سوال کیا کہ جو میرا غلام مجھے ناراض کرے اُسے کتنی بار مجھے معاف کردینا چاہئے۔ نبی عربی نے جواب دیا۔ ایک روز میں ستر دفعہ محمد صلعم نے ایک نیم شایستہ ریاست کے سردار کی طرح قیدی عورتوں کو حرم بنانا جایز رکھا لیکن وہ عورت جس کی اس طرح پر اولاد ہوجائے اسکی نسبت یہہ حکم دیا کہ وہ اولاد سے جدا نہ کی جائے اور نہ وہ پھر بیچی جائے ملکہ مالک کے مرجانے کی حالت میں آزاد سمجھی جائے۔ یہہ رحیمانہ قوانین جیسے کہ اُمید کی جاسکتی ہے قوانین شریعت موسوی کے موافق ہے۔ لیکن بہت سی باتوں کے لحاظ سے اُن سے بہتر ہیں۔ بلکہ ایسے ہیں کہ کسی یوروپین یا امریکن بردہ فروش سلطنت نے اپنے مجموعہ قوانین میں اُسوقت تک درج نہیں کئے تھے جب کہ عیسائیت کی موج نے (انسانیت و شائستگی کی موج لکھتے تو معقول ہوتا) غلامی کو بالکل نیست و نابود کردیا۔ مثلاً ایک یہودی قوم کا آدمی جب غلام ہوجاتا تہا اسکی نسبت شریعت موسوی کا یہہ حکم تہا کہ جب وہ اپنی غلامی کا زمانہ پورا کرلے۔ تو آزاد سمجھا جائے۔ لیکن وہ عورت جس سے اسکے مالک نے اُسکی شادی کردی ہو معہ بال بچوں کے اس سے جدا کرلی جائے۔ اور غلامی میں رہے۔ جو مسلمان مالک اپنے غلام

پر بے وجہ خفا ہوتا پڑا واجب ہے کہ اسکو فوراً آزاد کردے - مگر بخلاف اسکے اگر کوئی یہودی اپنے
غلام کو بہانتک ستائے - کہ اسکو جان سے مارڈالے تو اسکے لئے ایک سزا کا حکم تہا لیکن اگر وہ اپنی سزا
کی حالت میں ایک یا دو دن تک زندہ رہے تو بالکل چھوڑ دیا جاتا - جیسا کہ انجیل کے انگریزی ترجمہ
میں خوفناک سخت الفاظ میں اس مطلب کو یوں ادا کیا گیا - کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے
یعنی جس طرح چاہے اُسے استعمال کرے - امریکہ کی ان سلطنتوں میں جس میں غلامی جایز تہی
غلام کو کوئی قانونی حق حاصل نہ تہا - اگر کوئی مالک اپنی لونڈیوں سے نیک برتاؤ کرتا تہا تو یہ صرف
اسکی انسانیت سمجھی جاتی تھی - نہ کہ اسلام کی طرح کہ اسکی (یعنی مالک کی) نہایت عروج کی حالت
میں بھی عدالت کو جایز تہا کہ اسکو غلام پر مہربانی کرنے کے لئے مجبور کر سکے - تمام انسانوں کا خدا کی
نظر میں برابر ہونا ایک ایسا اصول تہا جسپر محمد صلعم نے ہر ایک مقام پر زور دیا ہے اور اس طرح
پر چونکہ یہ اصول غلامی کی نسبت ذات وغیرہ کے خیال کو بالکل مٹا دیتا تہا - اس لئے غلامی
کی ذلت کو بھی رفع کر دیا - محمد صلعم کے نزدیک محنت کرنا ذلت کا موجب نہ تہا اور ملک عرب کی
رسم غلامی اگرچہ اصولاً ہمیشہ برا کہنے کے لایق ہے لیکن اسی کی وجہ سے غلامی ایک زیادہ تر مستحکم
اور زیادہ مستقل تعلق ہو گیا - جو کہ ہمیں دوسرے لوگوں سے خدمت لینے کے اُس طریقہ سے جو آج
ملکوں میں جاری تہا کچھہ زیادہ برا نہیں کہا جا سکتا -

پہر یہی صاحب لکھتے ہیں کہ شاید یہہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت
اور غلامی ایک دن کے لئے بہی کس طرح اکٹھی ٹھہریں لیکن ہمکو تو حقایق سے بحث ہے اور یہہ
امر محقق ہے کہ غلامی بیشک عیسائیت کے ساتھہ ساتھہ رہی ہے بلکہ اُسنے عیسائیت
کے رو سے جایز ہونے کا دعوے اس انیسویں صدی تک بہی کیا ہے - اور یہہ کہ انجیل میں بیشک
کوئی صریح ممانعت غلامی کی نہیں ہے - بلکہ برخلاف اسکے اُس میں غلامی کو بطور ایک موجودہ رسم
کے تسلیم کیا گیا - اور پولوس نے مالکوں کے ساتھہ نوکروں کے فرایض کو (جنکو اُسنے غلاموں کے لفظ
تمام سے مخاطب کیا ہے) ایسی ہی صراحت سے بیان کیا ہے جیسے کہ مالکوں کے فرایض کو
اُن کے ساتھہ - پس اسلام کی فضیلت اور مذاہب پر اس معاملہ میں بہی ایسی ہی
ثابت ہے جیسی کہ اور معاملات میں اب مقابلہ اس عالی قدر مصنف کے شایق صاحب

شور و غوغا نہیں معلوم کس وقعت کے لایق ہے؟

مسئلہ طلاق

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اپنی اُمہات کے صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ طلاق و کثرت ازدواجی لازم ملزوم ہیں۔ اس کا جواب ہم پہلے بیان کر چکے کہ منطقی صاحب کی یہ منطق بالکل غلط ہے۔ کثرت ازدواجی اور طلاق میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ ورنہ وہ خود بھی مانتے ہیں کہ عہد عتیق سے پیشتر کثرت ازدواجی کا رواج تو تھا۔ پر طلاق کی اجازت صرف یہودیوں کو انکی سخت دلی کی وجہ سے دی گئی ہے۔ پہلے طلاق نہ تھی۔ پس انکا تلازم ایسا اُڑ گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

ہاں خداوند مسیح کے قول پر اُن کو فخر ہے کہ اُنہوں نے کثرت ازدواجی کو حرام ٹھیرا کر طلاق کو اُڑایا۔ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔ نہ تو حضرت مسیح نے کثرت ازدواجی کو اُٹھایا۔ اور نہ ہی طلاق کو کلیتہً منع کیا۔ جب زنا کی وجہ سے عورت کو طلاق دی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سخت درجہ کی نااتفاقی اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں جس میں زن و شوہر ایکدوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔ طلاق نہ دی جا سکے بلکہ یہ دوسری حالت میں زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پس جس مذہب میں کمال نااتفاقی کی حالت میں مرض لاعلاج کا آخری علاج یعنی قطع تعلق (طلاق) نہیں ہے وہ مذہب ہی ناقص اور اسکے پیروؤں کا گھمنڈ بھی فضول ہے۔

میں حیران ہوں کہ جب عہد عتیق میں کثرت ازدواجی حلال و مشروع تھی۔ طلاق بھی حلال و مباح تھی تو پھر اسلام پر آپکو اعتراض کیوں ہے۔ ؟ کیا عہد عتیق کا خدا کوئی اور تھا اور قرآن شریف کا کوئی اور شرایع میں جزوی اصلاحات تو ممکن ہیں مگر شریعتیں یک لخت نہیں اُٹھایا کرتیں اس لیے ہمارے رسول کریم صلعم نے ان رسوم میں مناسب اور قابل تعریف اصلاح کر دی۔ مگر یک لخت اُٹھا دینا حکمت و مصلحت کے خلاف تھا۔

اسلام نے وہی کیا ہے جیسا کہ عقل چاہتی ہے۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ عام حالتوں میں تو بیوی ایک ہی ہو۔ مگر چونکہ اشد ضرورتوں اور قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے بعض دفعہ انسان دوسری یا تیسری بیوی کے کرنے کے لئے بھی مضطر ہو جاتا ہے اس لئے ایک حد تک کثرت ازدواج کی بھی اجازت دی جائے۔ سو اسلام نے ایسا ہی کیا ہے اور یہ وہ بات ہے۔ کہ دوسری قومیں بھی پھر پھرا کر اسی بات کی طرف جھکتی ہیں۔

پھر چونکہ زناشوئی کا تعلق محض باہمی محبت۔ خلوص اور پیار پر موقوف ہے اور جیسا کہ تمام قوموں میں دیکھا جاتا ہے۔ کئی دفعہ مرد و عورت میں نااتفاقی بھی ممکن ہے۔ اور ایسی نااتفاقی بھی جس کا علاج ممکن ہی نہیں اس لئے ضرور ہے کہ شریعت الٰہی بطور علاج ایک مرض کا علاج کے قطع تعلق کی بھی اجازت دے تاکہ اس قسم کی مشکلات اور تکلیفات کے وقت بعوض اس کے کہ مرد اور عورت ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں اور باہمی مفارقت ہو کر مرد و عورت دونوں بدکاری پر مجبور رہیں۔ ان کا تعلق قطع کرا دیا جائے۔ تاکہ مرد اپنا بندوبست کرلے اور عورت اپنا۔

عیسائی قوم میں زنا کی حالت میں تو طلاق ہے جس میں ذرا بھی حکیمانہ عقل نہیں برتی گئی۔ مگر کمال نشوز اور اعراض کی حالت میں طلاق بالکل نہیں جس کا نتیجہ تمام عیسائیوں کو معلوم ہے۔ کہ ہزاروں[1] مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت ضیق اور مصیبت کی حالت میں ہیں۔ مرد کہیں۔ عورت کہیں۔ نیا نکاح کر نہیں سکتے باہمی نباہ ہو نہیں سکتا۔ سوائے اس کے کہ بدکاری کی طرف جھکیں اور کوئی سبیل ہی نہیں سکتی۔

قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بارے میں وہ حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے جس سے بڑھ کر کسی انسان کے خیال میں نہیں۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کتاب الٰہی کا بڑا رجحان اسی طرف ہے۔ کہ طلاق نہ دی جائے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جائے۔ چنانچہ ہمارے رسول کریم ؐ نے بھی بہت سی احادیث میں طلاق کو ناپسند فرمایا ہے

[1] عیسائی قوموں کو بھی مجبور ہو کر آخر اسلامی طلاق ہی کی تقلید کرنی پڑی اور اب تو جہاں ... گلیڈسٹن صاحب کا قول نقل کیا گیا ہے

اور بلا ضرورت طلاق کو تو ابغض المباحات اور خدا کا غصہ ہلانے والی چیز ارشاد کیا ہی - غرضکہ
شریعت اسلامی میں طلاق نہایت ناپسندیدہ بات ہے - لیکن اگر مرد کو مطلقاً اسکا اختیار نہ دیا
جاتا تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال تہا - جیسا کہ دوسری قوموں میں دیکھا
جاتا ہے کہ اُن کے مذہب میں طلاق نہیں مگر بہ مجبوری اُن کو اسلامی قاعدے کی طرف رجوع
کرنا پڑتا ہے - اسلام نے طلاق جایز رکھی ہے مگر بڑے مضایقے اور احتیاط کے ساتھہ کہ حتی
الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے - اور آئے تو زن و شوہر میں کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو - اولاً حیض کے
دنوں میں طلاق کا دینا منع ہے - اس میں مصلحت یہہ ہے کہ ان دنوں میں میاں بی بی چار و
ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں عجب نہیں کہ یہہ علیحدگی طلاق کی محرک ہو - تو جس کو
طلاق دیتی ہو - ضرور ہے کہ عورت نہا دہو چکی ہو - جس سے ظاہر ہو جائیگا - کہ داعیہ طلاق
قوی ہے - پہ طلاق کی عدت ہے اس میں ایک تو نسب کی احتیاط ہے کہ عدت کی مدت
میں متواتر تین بار عورت کو دن آجائیں گے تو اچھی طرح اطمینان ہو جائیگا - کہ حمل سے نہیں ہے
عورت حمل سے ہو تو اُسکی عدت وضع حمل تک ہی - علاوہ عدت میں مرد و عورت کو اچھا موقع مل
سکتا ہی کہ پھر ملاپ کریں اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے جسکو اصطلاح شرع میں رجوع اور رجعت
کہتے ہیں - پھر طلاق میں اسکا بہی لحاظ ہے کہ بے فایدہ اور بلا ضرورت عورت کا وقت عدت
میں ضایع نہ ہو اسکو جلدی عدت پوری کرنے کا موقعہ دیا جائے - دو طلاقوں میں رجوع ہو سکتا
ہے لیکن تیسری طلاق کے بعد مرد و عورت میں دائمی مفارقت ہو جاتی ہے اور سوائے اس شخص
کے جس نے دائمی جدائی کی ٹھان لی ہو تیسری طلاق کوئی غیرت مند دے نہیں سکتا -

جب نااتفاقی کی صورت پیدا ہو تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ پہلے نااتفاقی کے رفع
کرنے کی جتنے الامکان سعی کی جائے - عورت کو تنبیہہ و تہدید کرکے اسکی سرکشی کی اصلاح کی جائے - عورت
کی سرکشی اور کجی اور بدصورتی پر یہہ بھی فرمایا کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللّٰہ فیہ
خیراً کثیراً شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اُس میں بہت بہتری رکھی ہو یعنی صاحب
اولاد ہو جائے یا اُس میں کچہہ اور خوبی کی بات پائی جائے - پس جتنے الامکان قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے

ف یہہ سہولت ہی کہ شاید اُن میں پہر صفائی ہو جائے اور طلاق کی نوبت نہ آسکے -

ہاں جب کوئی حیلہ کوئی چارہ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکے تو آخری علاج طلاق اور قطع تعلق بنایا گیا اور یہ عین حکمت کے موافق ہے کیونکہ اتفاق اور محبت کی حالت میں تو کوئی طلاق دیتا ہی نہیں اور جب پرلے درجہ کی نااتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہو جائے تو پھر قطع تعلق اس سے بہت بہتر ہے کہ دونو ایک جگہ رہکر ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسری کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔

اب ہم قرآن شریف کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جس سے طلاق کی بابت جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے۔ سب کی تصدیق ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا۔ وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا۔ اور جن عورتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم ڈرتے ہو اُن کو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہوں میں اُن سے جدا رہو۔ پھر اُن کو مار کر تنبیہ کرو۔ سو اگر تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور طلاق کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نہ جتلاؤ۔ کیونکہ بزرگ اور بلند تو اللہ ہی ہے بلکہ عورتوں سے سلوک اور صفائی کرو۔ پھر اگر اے لوگو تمکو میاں بیوی کی سخت مخالفت و عداوت کا اندیشہ ہے۔ تو ایک منصف میاں کی طرف سے مقرر کرو اور ایک بیوی کی طرف سے اگر منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیدیگا۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

پھر فرمایا۔ للذین یؤلون من نساءھم تربص اربعۃ اشھر فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم۔ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان

بیوتھن ازواجھن واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ ویعظم لہ اجرا۔ ترجمہ جو لوگ اپنی بیویوں سے جدا ہونے کے لئے قسم کھا لیں وہ طلاق دینے میں جلدی نہ کریں بلکہ چار مہینے کا انتظار کریں سو اگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجاویں تو خدا کو غفور رحیم پائیں گے وہ ماسبق کی زیادتیوں کو معاف کر دیگا۔ مرد کی طرف سے ہوں یا عورت کی طرف سے بشرطیکہ آیندہ معاملات کی اصلاح کریں اور حسن سلوک سے برتاؤ کریں اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کریں تو سن رکھیں کہ خدا سمیع و علیم ہے۔ اگر ناحق طلاق دی گئی ہو تو عورت کی فریاد کو سنکر مرد سے بازپرس کرے گا۔ اور چاہیے کہ جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار کریں اور ان تین حیضوں میں جو قریباً تین مہینے ہیں دو دفعہ طلاق ہو گی۔ یعنی ہر ایک حیض کے بعد حالت طہر میں خاوند عورت کو طلاق دے۔ حالت حیض میں نہ دے کہ وہ نفرت کا وقت ہے۔ طہر کا انتظار کرنا چاہیئے شاید موافقت ہو جائے۔ اور جب تیسرا مہینہ آوے تو خاوند کو آگاہ ہو جانا چاہیئے کہ اب یا تو طلاق سے رک جاوے اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنے گھر آباد کرے یا احسان اور حسن سلوک کے ساتھ ہمیشہ کے لئے عورت کو رخصت کرے۔ اور اگر تیسری طلاق جو تیسرے حیض کے بعد آتی ہے وہ دے تو اب یہ عورت اسکی نہیں رہی اور ایسی جدائی ہو گی۔ تاوقتیکہ[1] وہ عورت دوسرا خاوند نہ کرے اور وہ مرضی سے نہ چھوڑ دے۔ اور ایسے شخص کی سزا یہی ہے جو باوجود مکرر ملنے کے جلد بازی اختیار کرے[2] اور رجوع کی طرف توجہ نہ کرے اور جب تم

[1] مسئلہ مشہور حلالہ جس میں مطلقہ بہ طلاق ثلثہ کے لئے یہ حیلہ کیا جاتا ہے کہ ایک رات کے لئے کسی سے نکاح پڑھوا کر طلاق دلوائی جاتی ہے۔ مطلقاً حرام ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

[2] یہ ایک بھاری غیرت اور تنبیہ ہے طلاق سے بچنے کے لئے کوئی بڑا ہی بے غیرت ہوگا جو اس سزا کو روا رکھے سو یہ شخص کہ جو ایسا تنگ آگیا ہے کہ اس نے عورت سے دائمی جدائی ٹھان لی ہے۔

عورتوں کو طلاق دو اور اُنکی عدت مقررہ گذر جائے (یعنی تین حیض کے بعد تین طلاقیں ہو چکیں
عدت بھی گذر جائے) تو وہ عورتیں تمہاری نہیں رہیں۔ انکو خوار کرنے سے مت روکو اور خدا
سے جو تمہارا رب ہے ڈرو۔ اور اُن کو عدت کے دنوں میں گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں (
مصالحت و اتفاق کے لئے ایک موقعہ ہے) مگر یہہ کہ اُن سے کوئی علانیہ بدکاری ظاہر
ہو اور جب انکی مدت عدت گذر جائے تو یا تو اُن کو خوش سلوکی کے ساتھ رکھو یا احسان کے
ساتھ چھوڑ دو اور تمکو یہہ جائز نہیں کہ جو مال طلاق سے پہلے عورت کو دیا تھا واپس لے لو اور جو
کوئی ان معاملات میں خدا سے ڈرے گا (کیونکہ زن و مرد کے معاملات پرائیویٹلی ہیں اور
پرائیویٹ معاملات میں خدا کا خوف ہی بد معاملگیوں سے روک سکتا ہے) تو خدا اسکو
مشکلات سے رہائی دیگا اور اسکو وہاں سے روزی دیگا۔ جہاں سے اُسکو گمان تک
نہیں ہوگا۔ یہہ اللہ کا حکم ہے جو اُسنے تمپر نازل فرمایا۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا اور طلاق نہ
دیگا۔) خدا اُسکے گناہ معاف کر دیگا اور اُسکو بہت بڑا ثواب عطا فرمائیگا۔

طلاق کے متعلق یہہ احکام الہی ہیں جو اوپر بیان کر دیئے گئے اور جن سے زیادہ بہتر
اور احسن اور حکیمانہ ہو نہیں سکتے۔ اسپر تعجب ہے کہ شاہ بن صاحب یا کوئی دوسرا غیر مذہب اعتراض
کرے۔ حق بات یہہ ہے کہ اسلام کی یہہ اعلیٰ و افضل تعلیم جب عیسائیوں کے دلوں میں
کھٹکتی ہے اور حسد اور عداوت پر برانگیختہ کرتی ہے۔ اور انکی نظری اور ناقص تعلیم کا نقشہ
سامنے آتا ہے تو وہ سوائے اسکے کہ اسلامی خوبیوں کو نقص کر دکھائیں اور [illegible]
اور کچھ نہیں کر سکتے اپنے مذہب میں تو کوئی خوبی نہیں جو بیان کریں۔ سو اگر نادان ان کا
انہی باتوں پر ہے کہ مذہب کے محاسن کو مسخ و فسخ کر کے قبائح کی شکل میں دکھائیں اور اپنے
اوپر اعتراض ہونے سے نجات پائیں۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

ف ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے جو حضرت امام حسن کی بے قاعدہ کثرت ازدواج کا ذکر کیا ہے (امہات صفحہ ۳۷) یہہ
کوئی وحی الہی نہیں جسکو ہم خواہ مخواہ مان لیں۔ قرآن میں نہ احادیث صحیحہ میں اسکا ذکر کہیں آیا ہے۔ پس سید وزیر حسین
یا کسی غیر کے کہنے سے ہم کس طرح مان لیں۔ ہمارے خیال میں تو محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقدس امام کلام ربانی کو یوں
کھیل بنا لے اور معمولی بات [illegible] بعض معجزات کی وجہ سے مجبور [illegible] کئی ایک نکاح کئے ہوں جنکو
قصہ خوانوں اور غلو کرنے والوں نے اس نوبت تک پہونچا دیا ہو۔ اگر بفرض محال مان بھی لیں کہ امام حسن نے ایسا کیا۔ تو انکی
غلطی سے اصل مسئلہ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

متعہ

مصنف امہات اپنی کتاب کے صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ عورات کی نسبت صرف اسی قدر کارروائی اسلام کی شریعت میں ہوتی تو صبر بھی کیا جاتا۔ حضرت کی شریعت میں متعہ بھی حلال ہے۔ جو صریح زندگی بازی ہے۔

اسکے جواب میں اسی قدر لکھا دینا کافی ہے کہ متعہ اسلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اگر متعہ اسلام میں ہوتا تو جیسا کہ نکاح اور طلاق کے مسائل و احکام کتب فقہ میں موجود ہیں ضرور متعہ کے احکام بھی ہوتے۔ لیکن آپ کسی فقہ کی کتاب میں متعہ کے احکام و مسائل دکھا نہیں سکتے جس سے اظہر من الشمس ہے کہ متعہ اسلام میں حرام ہے

جس قدر روایات مختلفہ آپنے متعہ کی بابت نقل کی ہیں وہ بخاری اور مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کے مقابل کچھ بھی وزن نہیں رکھتیں جو حضرت علی رضہ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرت نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ سے منع کر دیا۔ پس جبکہ رسول خدا صلعم نے خود متعہ کو منع کر دیا تو حضرت ابو بکر یا حضرت عمر رضہ کی نسبت متعہ کی حرمت وغیرہ منسوب کرنا صریح غلطی ہے اور آپکا بھی صفحہ ۲۰۳ میں یہہ لکھنا کہ متعہ کبھی حرام نہیں ہوا۔ بالکل مغالطہ ہے۔

متعہ حضرت رسول صلعم سے ہرگز جایز نہیں کیا گیا۔ آنحضرت صلعم سے پیشتر ہی نکاح موقت عرب میں جاری تہا۔ مختلف روایات اور مختلف بیانات سے بقدر مشترک اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنگوں یا سفروں میں جب صحابہ رضہ تشریف لیگئے اور وہاں ایک عرصہ تک ٹھیرنا پڑا۔ تو حرام سے بچنے کے لیئے رسم عرب کے دستور کے موافق کسی عورت سے نکاح موقت کر لیا۔ سفر سے واپس آئے تو اُسے چھوڑ آئے۔ چونکہ عرب کی رسم قدیم تھی اور قرآن شریف میں بالجمال اُسکی بابت کوئی حکم صریح نہیں آیا تہا اور نکاح بھی آخر نکاح ہی گو موقت ہی سہی۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے بھی چند ایک بار نکاح موقت کی اجازت دیدی۔ جب قرآن شریف میں نکاح اور طلاق کے احکام مکمل ہوگئے اور متعہ کی بابت کوئی حکم نازل نہوا تو آپنے تفہیم الہی سے خیبر کے دن ہمیشہ کے لئے نکاح متعہ حرام کر دیا یہہ ساری نکاح متعہ کی اصلیت ہے۔ باقی یہہ امر کہ آنحضرت صلعم نے شروع سے اس رسم کو کیوں نہ رفع کیا؟ اور بعض مواقع پر اسکی

اجازت کیوں دی؟ اسکا جواب یہہ ہے کہ مصلحے اور ریفارمر کسی ملک کی رسوم و عادات کو آہستہ آہستہ رفع کرتا ہے۔ یہہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک دفعہ ہی سب رسوم و بدعات قبیحہ کی مخالفت کر کے اپنی تئیں معرض خطر میں ڈال دے۔ چنانچہ شراب وغیرہ اسی طرح حرام ہوا ہے۔ پہلے یہہ حکم دیا کہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ ہے شراب کو کم کیا اور جب اسکا اثر کم ہوا تو یہ لغت حکم دیدیا کہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس۔

متعہ کی بابت بے شمار مختلف روایات ہونے کا موجب صرف شیعہ لوگ ہیں جو بجائے اہل سنت جماعت کی ضد میں اور حضرت عمر خطاب رضی کو الزام دینے کے لئے بہت سی موضوع روایات گھڑ کر بات کا بتنگڑ بنادیا۔ اصل بات صرف اسی قدر ہے جس قدر اوپر مذکور ہوئی۔ چنانچہ ہمارے دوست مولوی محمد فیروزالدین صاحب نے اپنی ایک کتاب میں جو متعہ کی بابت چند ابیات لکھی ہیں۔ انکو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نظم

اب متعہ کی جو رسم ہی اسلام میں نہیں
رسم عرب یہ جاری رہا تھا یہہ چند روز
جاتے تھے جہاد کے غازی جب کبہی تب
کرلیتے تھے چند دن کسی عورت سے وہ نکاح
حضرت بھی اک دو جنگ میں یہہ حال دیکھکر
کامل ہوئے جو حکم نکاح و طلاق کے
خیبر کے روز تب ہوئی کلی ممانعت

پھر اس پہ اعتراض تھا۔ اب نہیں
ختم الرسل کو منع کا کچھ حکم تھا نہیں
اک عرصہ تک وہ جنگ سے ہوتے تہے نہیں
آتے تو بجز طلاق انہیں چارہ تھا نہیں
یہاں تک تھی اور اس سے تعرض کب نہیں
قرآں میں حکم متعہ کا تھا مطلقاً نہیں
اب روز حشر تک اسے کرنا روا نہیں

قرآن شریف میں متعہ کا کہیں حکم نہیں صرف ایک آیت ہے فاستمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ یعنی ان میں سے جن عورتوں سے تمنے فائدہ اٹھایا ہے انکو انکے مہر مقررہ دیدو۔ جہاں سے بعض لوگ متعہ کا حکم نکالتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف کا سیاق اور سباق دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو متعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حکم سے متعہ کا اشارہ تک نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے ان عورات کی تفصیل ہے۔ جن سے نکاح حرام ہے اور آخر میں

یہہ کہا گیا ہو کہ کتاب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین
غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ۔ ولا جناح
علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما ان عورتوں
کے ساتھ نکاح تمکو خدا نے حرام مقرر کیا ہے اور اُن کے سوا تمہارے لئے سب عورتیں حلال ہیں کہ اپنے
مال یعنی مہر دیکر ان سے بیاہ کرلو۔ مگر شہوت نکالنے کے لئے عارضی اور چند روزہ تعلق ان سے ساتھ نہ
رکھو۔ بلکہ بطور احصان یعنی ہمیشہ کے لئے اُن کو قید نکاح میں رکھنے کے لئے مزاوجت کرو۔
جس سے متعہ صاف حرام ہوگیا) سو اُن بیبیوں جن عورتوں سے تمنے فائدہ اُٹھایا ہے یعنی صحبت
کرلی ہے تو ان کو اُن کے مہر مقررہ ادا کرو اور مقرر ہونے کے پیچھے رضامندی سے اگر کم و بیش کرلو
تو تمپر کچھ گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالی علیم و حکیم ہے۔ اسرار قدرت سے آگاہ اور رموز فطرت سے واقف ہے
اس نے اپنے علم و حکمت سے یہہ احکام نازل فرمائے ہیں۔ انتہے۔

اب دیکھیئے اس آیت کے سباق سیاق کے دیکھنے سے اظہر من الشمس ہے کہ متعہ کو اس آیت سے
کچھہ تعلق نہیں بلکہ محصنین غیر مسافحین کے لفظ سے متعہ حرام ٹھیراتا ہے۔ قرآن شریف
کے الفاظ موجود ہیں اُنکی تفسیر صحیح جو سیاق و سباق کے مطابق ہے کردی گئی ہے۔ اب بھی اگر کسی
کی تسلی نہ ہو تو وہ جانے اور اُسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھہ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں چونکہ شیعہ لوگ تمام حال
متعہ کے جواز کے قایل ہیں اسلیئے اُنکی کتابوں سے ایک معتبر و مشہور روایت یہاں درج کیئے دیتے ہیں
جس سے متعہ کی اصلیت کا بھی پتہ لگ جائیگا۔

شیعوں کی کتاب فقہ الرضا میں یہہ حدیث موجود ہے اعلم یا اخی الخ ترجمہ
راوی کہتا ہے کہ ای بہائی میں نے امام رضا سے پوچھا کہ یا حضرت میری جان آپ پر
قربان ہو فرمایئے کہ متعہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں کہ روایت کیا ہے آپکے دادا امیر المومنین علی رضہ
نے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا تھا یوم فتح کے دن۔ اور حرام کردیا خیبر میں
اور ممنوع کردیا اُسکو امام نے۔ امام رضا نے کہا سچ فرمایا امیر المومنین علی رضہ نے خدا کی قسم
متعہ حرام ہے۔ البتہ اجازت دیگئی تھی شروع میں پھر امام نے فرمایا کہ حضرت نے متعہ کو روا نہیں
رکھا تھا مگر جوانان عرب کے لئے کہ جو مسافرت میں رسول خدا کے ساتھ موجود تھے۔ اور

شکایت[1] اپنی تکلیف کی کرتے تھے۔ رسول خدا صلعم نے اجازت متعہ کی نہیں دی تھی۔ مگر ایسے لوگوں کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں لیکن جس شخص نے متعہ کیا اس حالت میں کہ وہ یہی نکاح پر یا خریدی لونڈی پر یا اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے۔ پس بیشک اُس نے مباح کیا اپنے نفس پر اُس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ نے اسکے لئے اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جس شخص نے تجاوز کیا اللہ کی حدود سے داخل ہوا وہ عاصیوں میں۔ ای میرے بیٹے نہیں تھا جواز متعہ کا مگر وقت اضطراب اور ضرورت کے جیسا کہ جائز ہے وقت ضرورت کے گوشت سؤر کا اور مُردار اور خون۔

احادیث صحیحہ ثابتہ متعلق حرمت متعہ

جنکے مقابل صاحب اُمّہات کی واہی تباہی روایات بالکل لغو اور ناقابل تسلیم ہیں:-

عن بن مسعود قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس معنا نساء فقلنا الا نختصی فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان نستمتع فکان احدنا ینکح الرجل بالثوب الی اجل (بخاری ومسلم)۔

وعن سلمۃ بن اکوع رض قال رخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعۃ ثم نہا عنہا (بخاری ومسلم)۔

وعن ابن عباس رض قال انما کانت المتعۃ فی الاول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بہا معرفۃ فیتزوج المرءۃ بقدر ما یرید انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ حتی نزلت الآیۃ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فقال ابن عباس فکل فرج سواہما حرام اخرجہ الترمذی۔

وعن محمد بن حنفیۃ ان علیا کان لابن عباس ان رسول اللہ صلعم

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح موقت کی درخواست کی تھی انپر ایسی حالت اضطراری طاری تھی کہ وہ خصی ہونے پر آمادہ تھے۔ چونکہ عرب میں متعہ کا رواج تھا آنحضرت صلعم نے اجتہاداً دستور عرب کے موافق اجازت دیدی۔ پھر قرآن شریف میں اسکے جواز کا اشارہ نہ پایا گیا تو ہمیشہ کے لئے ممنوع کر دیا گیا۔

نہیٰ عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیتہ اخرجنہ الستۃ الا ابا داؤد۔

اسلام میں عورات کی حیثیت

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام میں عورات کی عزت یا حقوق کچھ محفوظ نہیں رکھے گئے۔ لیکن انجیل میں عورات کی عزت و حقوق کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ افسوس ہے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی عقل و دانش پر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی قرآن شریف کو ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا۔ اور یہی وجہ آپ کے اسلام سے مرتد ہونے کی بھی ہوئی۔ ورنہ جس نظر سے آپ انجیل کو دیکھتے ہیں۔ اگر اسی نظر سے قرآن شریف کو بھی ملاحظہ فرماتے۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ عورت و مرد کے باہمی تعلق اور ارتباط و اختلاط کا نقشہ جس طرح پر قرآن شریف میں کھینچا گیا ہے انجیل اس سے بالکل بے نصیب ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (عورتیں) تمہارے لئے بمنزلہ لباس کی جگہ ہیں اور تم ان کے لئے بجائے لباس کے ہو۔ اب اس سے بڑھکر مرد و عورت کے باہمی تعلق اور ارتباط و اختلاط اور عزت و حرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے کا اور طریقہ کیا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کا لباس ٹھہرایا اور مرد کو عورت کا لباس بتایا۔ آپ جانتے ہیں لباس کیا چیز ہے؟ انسان کے لئے باعث زیب و زینت عزت و جلال کا موجب الناس باللباس مشہور مقولہ ہے۔ انسان کی زیب و زینت ساری لباس سے ہے۔ پس اس استعارہ سے جس میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس ارشاد فرمایا۔ ایک دوسرے کی عزت و حرمت زیب و زینت اور رعب و جلال وغیرہ سب کچھ بیچ میں آگئے۔ پس تمہاری انجیل کو سب فقرے۔ عورت کی عزت کرو۔ عورت مرد کا جلال ہے۔ خداسیں نہ عورت مرد کے بغیر ہے نہ مرد عورت کے بغیر۔ قرآن شریف کی ایک ہی جامع و مانع افضل و اول آیت میں آگئے کیونکہ ساری دنیا لباس کو اپنے لئے زیب و زینت عزت و حرمت اور اظہار جاہ و جلال کا باعث خیال کرتی ہے اور کوئی شخص بغیر لباس کے ننگا پھرنا نہیں چاہتا۔ اب آپ کا انجیلی فقرہ

لکھہ کر شوہر جورو کا حق جیسا کہ چاہئے ادا کرے اور ویسا ہی جورو شوہر کا ۔ الخ فخر کرنا اور شیخی بگھارکر یہہ کہنا کہ مواجب اور حقوق انہیں کہتے ہیں آپ ہی کی قوم کی مقابل میں کوئی شریعت اسلامی ہی سنائیں (۲۳۵ صفحہ) بڑے ہی افسوس اور ترحم کی بات ہے۔ بلاشبہ تم نے آج تک قرآن شریف کبھی ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا ورنہ اگر تم قرآن شریف کا دوسرا سیپارہ ہی دیکھتے تو تمہیں یہہ آیت پڑھکر سخت شرمندہ ہونا پڑتا جو اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ولهنّ مثل الذی علیهن بالمعروف اور مردوں پر بھی عورتوں کے لئے ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ عورتوں کے مردوں پر ہیں۔

اور یہاں تک کہ اگر تمہیں اپنی عورت کی کوئی بات ناپسند بھی آئے تاہم ان سے خوش سلوک کرو۔ کما قال وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا اور تم ان سے خوش سلوکی سے گذران کرو۔ سو اگر تم کو انکی کوئی بات ناپسند آئے تو شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالے اس میں بہت سی بھلائی رکھدے (یعنی اسے اولاد عطا فرمائے یا اس سے کوئی اور خوبی ظاہر ہو۔ مطلب یہہ کہ اگر اس میں ایک عیب دیکھو تو اسکے پیچھے نہ پڑ جاؤ۔ ممکن ہے کہ اس میں بہت سی اور خوبیاں بھی ہوں۔ پس ان خوبیوں کا خیال کرکے اسکی ناپسند حرکات سے درگذر کرو۔

احسان سب سے بڑھکر یہہ کہ اللہ تعالی نے سورہ روم میں عورت مرد کے اخلاص پیار کو اپنی رحمت و قدرت کا نشان قرار دیا اور فرمایا کہ ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون اللہ خدا کی قدرت کے نشانوں میں سے ایک یہہ ہے۔ کہ اس نے تمہیں میں سے تمہارے لئے تمہاری بیویاں بنائیں تاکہ تم انکی طرف چین پکڑو اور اس نے تمہارے درمیان اخلاص اور پیار محبت و رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو خدا کی آیات میں فکر کرتے ہیں۔ ایک بڑا نشان قدرت ہے۔

اور پھر فرمایا کہ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن

مردوں کے لیے انکی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیئے انکی کمائی کا۔ یعنی مرد اپنی کمائی کا مالک اور عورت اپنی کمائی کی مالک پھر میراث میں عورت مرد کے ساتھہ ہر جگہ برابر حصہ پاتی ہے۔ پس یہہ تو وہ حقوق و مواجب ہیں۔ جو ہماز روئے نص قرآنی کے عورات کو حاصل ہیں۔ اب عیسائیوں میں جو حقوق عورات کے ہیں انکی کیفیت سنیئے" قومی رسوم وغیرہ سے ہم قطع نظر کرکے صرف انگلستان کے قانون پر نظر کرتے ہیں جسپر ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا مدار افتخار و ناز ہے۔ قانون انگلستان کے بموجب نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی قایم نہیں رہتی۔ وہ گویا اپنے شوہر میں مستہلک جاتی ہے۔ وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کرسکتی۔ اور اسکی ذاتی جایداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کے ملک میں ہوجاتی ہے اور اسے اختیار ہوتا ہے کہ جیسے چاہے اسے صرف کردے۔ عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے مزدوریا تخرید کرے۔ یا منگوا بھیجے گو مرد پر نان و نفقہ عورات کا واجب ہے مگر ہم انگلستان میں اسکی تعمیل کرا پانے کا کوئی ضامن ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی کپڑے کی نالش کرسکنے کا حق ہے مگر کچھہ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور ازیت کے ایسے ہیں جنکا کچھہ چارہ نہیں ہے نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچھہ کرسکتی ہے گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت کرکے مدت سے الگ رہی۔ مگر جو کچھہ جایداد وہ حاصل کرے گی۔ وہ شوہر ہی کی ہوگی۔ اگر عورت پیشتر سے بندوبست نہ کرائے تو عورت کا وہ مال اسباب جو اس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اس کے شوہر کے قرضخواہ اسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جایداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنی حین حیات میں غیروں کو دیجائے۔ عورت کو کچھہ نہیں مل سکتا جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور موم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی ہوتی ہے۔ اور خاص کر اسوقت جب اتفاقیہ مرد کا عورت کے ساتھہ نباہ نہ ہوسکے اور دونوں کی طبیعتیں نہ ملیں تو ایک دوسرے کی بڑی ہی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان دونوں میں مفارقت تو ممکن ہی مگر چونکہ طلاق نہیں ہے اس لئے نہ تو مرد دوسرا نکاح کرسکتا ہے۔ نہ عورت بھی دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ اور دونوں کی زندگی سخت ضیق اور تنگی کی حالت میں گذرتی ہے۔ مرد یہہ راہ

ڈھونڈتا رہتا ہے کہ کسی طرح میری عورت زنا میں پھنسے اور طلاق کا بہانہ ملے۔ اُدھر عورت
مرد کی ہلاکت کی خواہاں ہوتی ہے۔ عورت اپنی حاجت نفسانی بجز زنا کے پوری نہیں کر سکتی
اُدھر مرد اپنی حاجت روائی بجز زنا کے نہیں کر سکتا۔ یہہ بدترین نتایج ہیں انجیل کے احکام نکاح
وطلاق کے اور تعلقات زناشوئی کے۔ جس کی اصلاح ہر زمانہ میں نئے نئے قانون کے ذریعہ سے
بتدریج کی جاتی ہے۔ مگر تا بہ کے۔ جب اصل میں ہی وہ احکام ناقص ہیں تو اُن کی اصلاح کیا
خاک ہوگی۔ بنظر بریں حالات بڑے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام میں جس قدر عورت
کے مواجب وحقوق اور عزت وحرمت وغیرہ قایم کی گئی ہے۔ انجیل میں اسکا پاسنگ بھی نہیں ہے
قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے وعاشروهن بالمعروف اُن کے ساتھ عمدہ طریق
سے معاشرت کرو ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف اُن کے حق بھی ویسے ہی ہیں
جیسے مردوں کے عورتوں پر۔ علاوہ اس کے جس گناہ سے عورت سزا پاتی ہے اُسی گناہ سے مرد
بھی سزا پاتا ہے۔ البتہ مرد کا معاشرت میں درجہ کسی قدر عورت سے زیادہ رکھتا ہے وللرجال
علیهن درجة مگر انجیل میں بھی ایسا ہی عورتوں کو مردوں کی تابعداری کرنے کا حکم ہے۔ مگر
مرد کو عورت کی تابعداری کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف محبت کرنے کا حکم ہے۔ دیکھو (افسی
۵ باب ۲۲) اسی طرح مردوں کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو نہیں (۱ قرنتی ۱۴ باب
۳۴-۳۶) (۱ تمطاؤس ۲ باب ۱۱-۱۲) علاوہ اس کے آجکل جو عورتوں کو مردوں کے برابر کرنے
پر بہت زور لگایا جاتا ہے۔ بہت کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی قدرتی تفاوت دور نہیں
ہو سکتا۔ مرد عورت کو بیاہ کر جہاں چاہے لیجائے۔ عورت مرد کو جہاں چاہے نہیں
لے جا سکتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں میں تو عورت اپنے مال کی مالک ہوتی ہے اس میں جس طرح
چاہے آزادی سے تصرف کرنے کی مختار ہوتی ہے۔ مگر عیسائیوں میں تو عورت اپنا مال ہی
نہیں رکھتی۔ جو کچھ وہ باپ کے گھر سے لاتی ہے وہ بھی شوہر کی ملک ہو جاتا ہے اور شوہر کے
مال میں بلا اجازت کسی طرح کا تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ غرض عورتوں کا درجہ اسلام
میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ ہے۔ عورت کی کجی اور شقاق پر بھی صبر کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا
کہ تمکو عورتوں سے فایدہ اٹھانا ہے تو اسی ٹیڑہ پن میں اٹھالو۔ اگر سیدھا کرنا چاہوگے

تک جب تک وہ ایسی قوت یعنی طلاق دے گے (مسلم) اور یہ بھی فرمایا کہ ہرگز کوئی مومن مومنہ سے بغض نہ
رکھے اگر اسکی کوئی عادت ناپسند ہوگا تو دوسرا کوئی فعل پسند بھی ضرور ہوگا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ کبھی کوئی اپنی بی بی کو غلام کی طرح نہ مارے بہت سی عزت اور محبت بھی
کرے۔ آنحضرت کا یہ قول ہے کہ نہیں چھوڑا میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ زیادہ
ضرر پہنچانے والا مردوں پر عورتوں سے۔ اس سے عورت کی حقارت مقصود نہیں
بلکہ مردوں کو انکی بے جا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بے دینی کی حد تک پہونچا کر
انسان کے لئے موجب فتنہ ہو جائے۔ ڈرایا گیا ہے اور تمثیلاً ان کے فریفتہ کرنے کے اثر
کی نسبت ایسا کہا گیا ہے یعنی کہ انکی فریفتگی کا اثر ایک فتنہ ہے۔ جس سے کئی مصیبتیں
پیدا ہوتی ہیں اور یہ اس مثل کے موافق ہے کہ تین چیزیں زر - زمین - زن فتنہ کی
چیزیں ہیں۔ یہ ایک تمثیل ہے اور اس سے کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا کہ اس مثل میں زن زر
زمین کی حقارت مقصود ہے۔ صرف اُن کے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے۔

غرض کہ امثال و حکمت میں کسی شے کو اُسکے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ وغیرہ کہدینا
یہ کوئی اعتراض کا موجب نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح نے خود تمثیلوں میں لوگوں کو سور اور کتے اور
بندر اور بھیڑئیے وغیرہ کہا ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ فی الواقعہ سور اور کتے وغیرہ تھے صرف
اُن کی طبایع کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہا گیا ہے۔ تو تمثیلوں میں کسی خاص غرض
کے لحاظ سے کسی شے کی نسبت کوئی لفظ کہدینا یہ ظاہر ہے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فی الواقع
حقیقتاً مقصود اس چیز کی ہجو یا توہین ہے۔

ایسا ہی اگر حضرت رسول کریم نے عورت کو حبائل الشیطان (شیطان کے پھندے)
فرمایا ہے تو ان سے بھی انکی حقارت مقصود نہیں۔ بلکہ انکی فریفتگی کے اثر کو ان الفاظ
سے استعارہ کیا ہے کہ جس طرح شیطان انسان کو مکر و حیلے کے پھندے ڈال دیتا ہے اسی
طرح عورتوں کا حسن ایک قسم کا جادو ہے جس میں انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا
پس انسان کو عورتوں کا فریفتہ نہیں ہونا چاہئے۔

اور آپکا یہ قول کہ بانی اسلام نے عورت کو کتے اور گدھے کے بیچ میں جتلایا ہے مگر

کہاگیا ہے۔ جیسا کہ ایوب ۱۵ باب ۱۴ میں لکہا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہوئے اور وہ جو عورت
سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹہرے اور عورت کی نجاست اور ناپاکی یہاں تک نمایاں کیا گیا ہے
ارشاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ چونکہ بائبل کے رو سے عورت کی سخت توہین
اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر شائق صاحب نے چند ایک اسلامی مفروضہ
[illegible] واقعات اور حالات خاص خاص غرض کے لئے لکہے گئے ہیں اعتراض کر دیا ورنہ سمجہا
بیا کہ ان را چاہ در پیش سہ بیں الزام اسکو رہتا تہا منصور اپنا انتقام [illegible]
[illegible] زیادہ بیویاں کر کے عورتوں کا دل جلاتے ہیں انکی غیرت کو کہوتے ہیں۔ کیونکہ عراض
[illegible] نہیں ہے بلکہ خدا پر ہے جس نے تعدد ازدواج کو تمام انبیا کی شرائع میں روا رکہا۔ یا حضرت
ابراہیم ؑ پر جس کی تین بیویاں تہیں یا حضرت یعقوب ؑ پر جس کی چار بیویاں تہیں۔ یا پیارے
خداوند یسوع مسیح کے جد امجد داؤد ؑ پر جنکی ۲۲ عورتیں تہیں اور اسپر کفایت نہ کر کے ایک عورت
کے ساتہہ زنا کیا۔ یا سلیمان ؑ پر جنکی سات سو جوروآں اور تین سو حرمیں تہیں۔ بہرحال آپکا
یہہ اعتراض اسلام پر ذرا بہی موزون نہیں۔ اگر موزون ہے تو بائبل مروجہ پر۔ اسلام نے
اسبارہ میں جو کچہہ کیا وہ یہہ کیا کہ آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کر کے سخت ضرورت کے
موقع پر تعدد ازدواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد عدل کی ایسی سخت
شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بابت کچہہ اصلاح ہو گئی۔ پس قران شریف پر آپکا
اعتراض کرنا ذرا بہی نہیں جچتا۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو اس طرح کرو کہ بائبل مروجہ نے عورتوں
کو ناپاک اور گناہگار کہہ کر انکو ذلیل کیا۔ کثرت ازدواجی رائج کر کے انکے دلوں کو جلایا۔ انکی
غیرت کو کہو کر انکی زندگی کو وبال کیا۔ کنواریوں عورتوں کے ساتہہ نکاح کر کے ان کو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا دکہلا
اور حضرت امام حسن ؓ کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں
بعض مورخوں کا واہی تباہی خیال یا بیجا مبالغہ ہے۔ جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں
تو ان کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی معتبر ثبوت
نہیں۔ لیکن بائبل مقدس سے جس میں داؤد ؑ کی سو جوروآں اور سلیمان ؑ کی ہزار جوروآں مندرج
ہیں۔ آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور نساءکم حرث لکم پر جو آپنے اعتراض کیا ہے

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہہ ایسا فصیح بلیغ فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ

نساءکم حرث لکم فاتوحرثکم انّٰی شئتم وقدّموا لانفسکم واتقوا اللہ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا جس طرح چاہو جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہو۔ بلکہ قدموا لانفسکم اولاد صالح کے لئے مباشرت کرو۔ واتقوا اللہ اور اللہ سے ڈرو۔ اسبارہ میں حد اعتدال سے نہ گذرو نہ خلاف وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افعالی کو خلاف قانون قدرت و آئین فطرت ثابت کرکے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات کا رستہ بتلا دیا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے کئے جاتے ہیں زمین کے اس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کرکے محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخم ریزی کرکے غلہ کی پیدایش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہہ صفات نہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان میں بھی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تمثیل دیگئی ہے تو انہیں بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسری ہر ایک قسم کی ناجایز حرکت سے بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت فی الحیض[1] وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں وہ حرث کے نتیجہ کے

---

[1] حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے صرف لغوی معنے مقصود ہیں یعنی عورتوں سے ملنا جلنا جس کو یہود نا روا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔

یسئلونک عن المحیض قل ھو اذًی۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطھرن۔

کہاگیا ہے۔ جیسا کہ ایوب ۱۵ باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہو سکے اور وہ جو عورت
سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھیرے اور عورت کی نجاست اور ناپاکی میں یہاں تک غلو کیا گیا ہے
ارشاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ چونکہ بائیبل کے رو سے عورت کی سخت توہین
اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر شایق صاحب نے چند ایک اسلامی مقولے جو
بعض خاص مواقع اور حالتوں میں خاص خاص غرض کے لئے کہے گئے ہیں اعتراض کر دیا۔ ورنہ سمجھا
[illegible] چاہ کن را چاہ در پیش ہے میں الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ اور پھر جو
یہ فرمایا کہ مسلمان زیادہ بیویاں کرکے عورتوں کا دل جلاتے ہیں انکی غیرت کو کھوتے ہیں۔ یہ اعتراض
آپکا نہ ہم پر ہے بلکہ خدا پر ہے جس نے تعدد ازدواج کو تمام انبیا کی شرایع میں روا رکھا۔ یا حضرت
ابراہیم ع پر جس کی تین بیویاں تھیں یا حضرت یعقوب پر جس کی چار بیویاں تھیں۔ یا اپنے
خداوند یسوع مسیح کے جد امجد داؤد ع پر جنکی ۹۹ عورتیں تھیں اور انپر کفایت نہ کی ایک عورت
کے ساتھ زنا کیا۔ یا سلیمان ع پر جنکی سات سو جوروآں اور تین سو حرمیں تھیں۔ بہرحال آپکا
یہ اعتراض اسلام پر ذرا بھی موزون نہیں اگر موزون ہے تو بائیبل مروجہ پر۔ اسلام نے
اس بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کرکے سخت ضرورت کے
موقع پر تعدد ازدواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد عدل کی ایسی سخت
شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بہت کچھ اصلاح ہوگئی۔ پس قرآن شریف پر آپکا
اعتراض کرنا ذرا بھی نہیں جچتا۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو اس طرح کرو کہ بائیبل مروجہ نے عورتوں
کو ناپاک اور گناہگار کہہ کر انکو ذلیل کیا۔ کثرت ازدواجی رایج کرکے انکے دلوں کو جلایا۔ انکی
غیرت کو کھو کر انکی زندگی کو وبال کیا کنواریوں عورتوں کے ساتھ نکاح کرکے ان کو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا دکھلایا
اور حضرت امام حسن ع کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں
بعض مورخوں کا واہی تباہی خیال یا بے جا مبالغہ ہے۔ جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں
تو ان کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی معتبر ثبوت
نہیں۔ لیکن بائیبل مقدس سے جس میں داؤد ع کی سو جوروآں اور سلیمان ع کی ہزار جوروآں منصوص
ہیں آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور نساء کم حرث لکم پر جو آپنے اعتراض کیا ہے

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہہ ایسا فصیح و بلیغ
فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم
آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ
نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم واتقوا اللہ
تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا
جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قدموا لانفسکم اولاد صالح کے لئے
مباشرت کرو۔ واتقوا اللہ اور اللہ سے ڈرو۔ اسبارہ میں حد اعتدال سے نہ بڑھو نہ خلاف
وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ
مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افعالی کو خلاف قانون
قدرت و آئین فطرت ثابت کرکے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے
نجات کا رستہ بتلا دیا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے کئے جاتے ہیں زمین
کے اُس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کرکے
محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخم ریزی کرکے غلہ کی پیدائش کی اُمید کیجاتی
ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہہ صفات نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان
میں بھی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تمثیل دیگئی ہے تو انہیں
بجز اُس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجائز حرکت سے
بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت[1] فی الحیض
وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں وہ حرث کے نتیجہ کے

۱؎ حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے صرف لغوی معنے مقصود ہیں یعنی عورتوں سے ملنا جُلنا
جس کو یہود نا روا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔
یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی
یطھرن۔

مفہوم میں ہرگز نہیں آسکتے - بلکہ اس لفظ حرث کو اختیار کرنے سے اللہ تعالی نے رنڈی بازی
وغیرہ کی بھی عین ممانعت کردی - کیونکہ انکے رحم بھی منبع نسل انسانی نہیں رہتے بلکہ زمین شور
کے حکم میں آجاتے ہیں اور اس جگہ لفظ ارض وغیرہ بجائے حرث کے استعمال نہیں کیا - تا
کسی کو خلاف وضع فطری کا گمان بھی نہ آئے اور اگرچہ ایک لحاظ سے حرث بھی زمین ہی ہے
اور جنس ہے - اقسام کے قطعات زمین پہاڑی - ٹیلے - سطح - سخت اور شور ہوتے ہیں - وہ
سبھی جنسیت کے لحاظ سے زمین ہیں مگر حرث اس قطعہ کو کہا جائیگا جو زراعت کے قابل ہو
بس دیکھو کہ ایک حرث کے لفظ کے اختیار کرنے میں اللہ تعالی نے کسقدر فلاسفی رکھی
ہے کہ جس سے سب امور خلاف وضع فطری اور رنڈی بازی وغیرہ سے بھی ضمناً ممانعت ہوگئی
مگر سہ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر -

آپنے جو آیت نساءکم حرث لکم کو لکھکر عورتوں کو آلہ شہوت رانی کا قرار دیا ہے
اور خلاف وضع فطری امور کی طرف آپ کا خیال گیا - اگر آپ میں عربی دانی کا مادہ یا علمی لیاقت
ہوتی تو ہرگز ہرگز اعتراض نہ کرتے - بلکہ اس علمی لفظ پر قربان ہو ہو کر قرآنی فصاحت و بلاغت
اور الہی فلاسفی کی داد دیتے - مگر آپنے تو اعتراضات کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے - خواہ حق ہوں
خواہ ناحق - آپ کو انصاف سے کیا کام -

ہمکو تو کلام ربانی کی اس آیت کے پڑھنے سے ایک عجیب حقیقت اور فلاسفی
معلوم ہوتی ہے - نہیں معلوم آپ کیوں اسے محل اعتراضات میں لے آئے - جس حالت میں
حرث کا لفظ صرف اُس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو خاص پیداوار کے لئے مخصوص کیا
جاتا ہے اور اللہ تعالی نے استعارہ کے طور پر یہ لفظ استعمال کر کے عورت کے حقیقی اور
نیچرل تعلق کو ظاہر کردیا ہے - تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم حرث کے کچھ اور
معنے لینے شریروں کا کام ہے - ڈاکٹر صاحب اگر آپکو چشم بینا عطا ہوتی تو اسی ایک لفظ
سے قرآن شریف کی عظمت اور شان آپکو نظر آتی کہ جسنے اس امر کے لئے ایسا جامع لفظ
بولا کہ اسکے استعمال سے ہر ایک قسم کی بدکاری - خلاف فطرت - لواطت - مشت زنی اور
رنڈی بازی وغیرہ کی راہ بند کردی اور جس کے لفظ لفظ نے انسان کو ٹھوکروں سے بچایا - مگر

زیب نہیں انکے جنکو چشم بینا عطا ہو۔ چمگادڑ کو روشنی سے کیا کام؟

آنحضرت صلعم کی معصومیت

مصنف اُمہات نے اپنی کتاب کے ٹائیٹل پیج پر ایک حدیث کے یہ کلمات لکہا ہے جو آنحضرت نے اپنی اُمت کو سکہلائے ہیں: اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا و لا یغفر الذنوب الا انت خدایا میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا ہے۔ اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ گویا آنحضرت صلعم سخت گناہگار تہے۔ لیکن اس قسم کی تعلیمات اور تعلیمانہ کلمات سے جو محض اُمت کی تلقین کے لئے ہوتے ہیں۔ سوائے احمق کے کون شخص گمان کر سکتا ہے کہ اس کسی بانی مذہب کا یہہ مقصود ہے۔ کہ میں نے واقعی شرعی یا اخلاقی گناہ کئے ہیں۔

حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے حواریوں کو ایک دعا سکہائی ہے جس میں لکہا ہے کہ اے خدا تو ہمارے گناہوں کو بخش (لوقا ۱۱ باب ۴) تو کیا اس سے عیسائی یہہ سمجہتے ہیں۔ کہ انکی اس دعا سے جو وہ واقعی آپ بہی مانگتے ہونگے حضرت عیسیٰ گناہگار سمجہے جا سکتے ہیں حاشا و کلا یہہ سب تعلیمی کلمات ہوتے ہیں جو پیشوایان اُمت اپنی قوم کو طرف دعا و مناجات سکہانے کے لئے تلقین کرتے ہیں۔

پہر انبیاء کا گناہوں سے استغفار مانگنا سوائے ایک جاہل آدمی کے ۔۔ سے کون سمجہہ سکتا ہے کہ وہ واقعی مجرم یا اخلاقی گناہگار تہے۔ بس بات یہہ ہے کہ لغوی ۔۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی ۔۔ جتنا خدا تعالیٰ کا قرب انسان کو بڑہتا چلا جاتا ہے۔ ۔۔ لوگوں کے نزدیک وہ کیسا ہی مقدس اور معصوم آدمی ہو۔ اُسی قدر وہ اپنے تئیں خدا کے دربار میں اور اُسکے تقدس کے مقابل نکارہ ناقابل۔ ناچیز اور عاصی و مخطی خیال کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میری یہہ حالت ناقصہ (جسکو وہ گناہگارانہ حالت تعبیر کرتا ہے) خدا کے دربار میں دعا مانگی جائے اور اس سے بڑہکر درجہ علیا و حالت کاملیت حاصل ہو۔ استغفار کا ماخذ ہے غفر۔ غفر کے اصلی معنے عربی زبان میں چہپانے اور ڈہانکنے کے ہیں۔ ۔۔ اسکا

نمے اللہ تعالیٰ کی دربار میں ہمیشہ یہی التجا کرتے ہیں کہ ہماری موجودہ حالت ناقصہ (خواہ بمقابلہ عام لوگوں کے وہ کیسی ہی حالت کاملہ ہو) ڈھانپی جائے اور اس سے اعلےٰ درجہ کاملیت عطا فرمایا جائے۔ خدا کی عظمت و عزت جلال و تقدیس کے سامنے ان کو اپنی موجودہ حالت گناہگار اور بری نظر آتی ہے اور اسی لئے وہ بے اختیار خدا کے دربار میں اپنی ناقصہ حالت کو ذلت اور گناہ سے تعبیر کر کے اس سے مغفرت مانگتے اور اعلےٰ علیین پر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ اہل اللہ خاص مقرب انبیاء اولیاء اپنی بشری حالت اور بشری حجب کو بھی وصال الٰہی کا حایل اور گناہ قرار دیا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان بشری حجب اور انسانی مقتضیات سے نجات پا کر محویت میں فنا ہو جائیں اور فنا فی اللہ کا درجہ پائیں۔ انکی اس اضافی حالت ناقصہ کو ذلت یا گناہ قرار دینے سے یہ سمجھ لینا کہ وہ واقعی اپنے شرعی گناہ سے استغفار مانگتے تھے۔ اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ حافظ شیرازی کا ایک شعر ہے جس میں وہ اپنے وجود بشری کو حجاب اور ایک بڑا گناہ قرار دیتے ہیں تو اس سے واقعی اور شرعی گناہ سمجھ لینا سوائے شیطانی آدمیوں کے اور کسی کا کام نہیں۔ حافظ ؎

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز
نشاط جرم ایں وجود تست کہ جز وے گناہ نیست

ہمارے خیال میں جو شخص خدا سے مغفرت نہیں طلب کرتا۔ خواہ وہ کیسا ہی مقدس اور اعلیٰ درجہ کا خیال کیا جائے۔ جب مغفرت کی ضرورت نہیں سمجھتا تو وہ شیطان اور مردود آدمی ہے خدا کے دربار میں کسی شخص کو مغفرت مانگنے سے چارہ نہیں۔ ہاں ہر ایک شخص کی مغفرت کا درجہ علیحدہ ہے ؎ عاصیاں از گناہ توبہ کنند ۔ عارفاں از عبادت استغفار۔ گناہگار گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔ خدا کے عارف اپنی عبادت سے توبہ کرتے ہیں۔ اور اپنی عبادت کو گناہ سمجھتے ہیں کہ شاید اسکی دربار مقدس کے لائق یہ عبادت ادا ہوئی نہیں۔ غرض کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی حالت اور درجہ کے موافق خدا سے مغفرت طلب کرتا ہے اور اس سے بہتر حالت کے حاصل کرنے کی درخواست کرتا ہے اور یہی استغفار کی فلاسفی ہے۔ پس ڈاکٹر احمد شاہ کا اس طلب مغفرت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر ایک شخص شرعی گناہگار ہو کر

مغفرت طلب کرسکتا ہے صریح حماقت اور اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔

خدا تعالیٰ کے انبیا عمدی بشری گناہوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور کیوں نہ رکھے جاتیں انہیں اور عام لوگوں میں یہی تو فرق ہے کہ انکا ایمان اور ایمانی طاقت بڑی پُرزور ہوتی ہیں۔ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کی جڑ زمین میں قایم اور اسکی شاخ آسمان میں ہوتی ہے اُن کے اعمال کا عمدہ درخت کبھی بُرے پھل لا ہی نہیں سکتا اور عام لوگونکی ایمانی طاقت ویسی قوی نہیں ہوتی اسی لئے اُن سے گناہ ممکن نہیں مسلمان اسبات سے قطعی منکر ہیں کہ کوئی نبی کبھی کوئی شرعی گناہ عمداً کر سکتا ہاں خطائے بشری اُن سے ممکن ہے مگر اُس خطا میں بھی اللہ تعالیٰ انکو رہنے نہیں دیتا - فوراً آگاہ کر دیتا اور صواب کی جانب ہدایت کر دیتا ہے - پس مولوی محمد حسین بٹالوی کا یہ دعویٰ واقعی سچا ہے کہ آنحضرت صلعم سے کبھی کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا جس میں آپ نے اپنی شریعت کا عمداً خلاف کیا ہو یا کوئی ایسی خطا ہی کی ہو جس کی فوراً منجانب اللہ اصلاح نہ کی گئی ہو - لیکن پادری صاحب کا شوق ہرگز پورا نہ ہوا - وہ ہرگز اپنی کتاب میں ثابت نہیں کر سکے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی اپنی شریعت کے برخلاف کیا - خواہ وہ شریعت آنحضرت صلعم کی ذات خاص سے متعلق تھی - یا عام طور پر سب لوگوں کے لئے جس میں آنحضرت صلعم بھی شامل تھے یا کوئی ایسی خطا اجتہادی کی ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہنے دیا ہو اور اسکی اصلاح نہ کی ہو۔

ایک نفسانی آدمی الٰہیات کی باریکیوں سے واقف نہیں ہو سکتا ورنہ اسبات کا سمجھنا کوئی بڑی بات نہیں تھی کہ انبیا کا مغفرت مانگنا اور عام لوگوں کا مغفرت مانگنا ان دونوں میں کیا فرق ہے اور کہ انبیاء لوگ باوجود تقدس تام پھر بھی اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس کے مقابل برا اور ناقص اور گناہگار خیال کرتے ہیں اور اس کسر نفسی کو جو بالکل سچے دل سے اور بلا تصنع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور اور قرب اور وصال حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں - انبیاء لوگ اگر عبادات نافلہ میں بھی خدا کی ہو جائے یا اجتہادی امر میں کچھ سہو یا خطا ہو جائے یا اباحتی امور میں خدا افراط تفریط کر جائیں تو اپنے عالی مرتبہ اور تقرب اور تقدس کے لحاظ سے اسکو بھی گناہ اور ذنب ہی قرار دیتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم اس سے بھی بہتر حالت میں ہوں اور کمالات میں ترقی کرتے جائیں اسی وجہ سے وہ اپنی اچھی حالت کو بھی بمقابلہ بہت اچھی ہونے کے بری سمجھتے اور بہت اچھی کو بمقابلہ بہترین کے ناقص

خدا اُن کے کبھی اُنکو ذنب کبھی خطا اور کبھی ظلم سے تعبیر کرتے تھے ہیں اور سب سے بہتر کام کرنا اپنا فرض جانتے
تھے لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا ویزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من
یشاء بغیر حساب ۔

انجیل میں ایک جگہ حضرت مسیح فرماتے ہیں ۔ کہ کوئی نیک نہیں مگر ایک اور اپنے نیک ہونے
اور اچھے ہونے کا کبھی منہ سے [illegible] بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو کیا اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے
کہ حضرت مسیح بیچ بیچ برے اور ناپاک آدمی تھے ۔ ہرگز نہیں بلکہ امر حق یہی ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ
کی اعلیٰ تقدیس اور اعلیٰ پاکیزگی اور عظمت اور جبروت کے سامنے اپنے تئیں ہیچ کارہ ناچیز اور گناہگار
سمجھا اور حقیقی تقدیس خدا ہی کے لئے روا رکھی اور اپنے تئیں بھی گناہگار اور ناپاک آدمی سمجھا
ورنہ اصل میں وہ سچے خدا کے نور اور خدا کے مقدس اور مقرب آدمی تھے اور یہاں تک مسلمانوں کا
اعتقاد ہے کہ شرکی گناہ تو کبھی قریب بھی نہیں پھٹکنے ۔

اور اشتہار صاحب شاید آپنے بائبل مروجہ میں جو ایسا حال دیکھا ہوا ہے کہ کسی نے
زنا کیا کسی نے قوم لوط کا [illegible] کیا کسی نے عیاشی کی کسی نے بت پرستی کی کسی نے گوہ کھایا کوئی ننگا اور مست ہو
زمین پر پھرتا رہا کسی نے بچھڑا پوجا ان حالات کو دیکھ کر آپکا خیال ہوگا کہ سچ مچ انبیاء عام لوگوں کی
طرح مرتکب ذنوب ہوتے ہیں ۔ اور انبیاء کو اسی قدر چال چلن کا بدترین نمونہ دکھایا کرتے ہیں سو یاد
رکھیں کہ مسلمان لوگ ان باتوں کے ہرگز قائل نہیں اور ان گناہوں کو جو انبیاء کی نسبت گھڑے گئے
ہیں سب یار لوگوں کی بناوٹ اور تحریف خیال کرتے ہیں ۔ ان کے ضمیر کے موافق یہ کبھی نہیں
ہو سکتا کہ جن گناہوں سے بہت سے عام لوگ بھی بچ سکتے ہیں انبیاء لوگ جنکو دنیا کے لئے
نیک اعمال اور تقوی و طہارت کا ایک نمونہ بنانا چاہئے تھا ۔ ہرگز بچ نہ سکیں اور ان میں اتنا
بھی نور بصیرت نہ رہے کہ معمولی بازاریوں کی طرح زنا اور بدکاریوں کے مرتکب ہوجائیں حاشا وکلا
یہ سب جھوٹ اور [illegible] الزامات ہیں جو مروجہ بائبل نے ان مقدس انبیاء کی نسبت جڑے ہیں
اہل اسلام کے اعتقاد کے بموجب یہ سارے انبیاء دنیا و آخرت کے نور اور صداقت سے بھرپور
تھے انہوں نے کبھی کوئی شرعی گناہ نہیں کیا نہ بدکاری کے نزدیک گئے ہاں بمصداق الانسان
مرکب من السھو والنسیان کے اجتہادات وغیرہ میں خطاء بشری انسے ممکن ہے

سوا ان خطاؤں میں بھی اللہ تعالی انکو ہمیشہ شرم کے لئے نہیں رہنے دیتا بلکہ پورا اصلاح کر دیتا ہے۔ اور

ما مضے سے درگذر اور آیندہ صواب کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب ۔

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے ہماری مقدس رسول سید المطہرین امام المقدسین کی نسبت

جھوٹا الزام گناہگار ہونے کا لگایا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خداوند کے بیٹے

کے چال چلن اور گناہگاری کی حالت کا بھی کسی قدر بیان کیا جائے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ

جس قدر بہتانات آنحضرت ص کی نسبت جڑے ہیں وہ سب واہی روایات پر مبنی اور ناقابل

تسلیم ہیں مگر آپکی انجیل نصوص ظاہر یہ سے مسیح کو گناہگار بناتی اور خدا کا مجرم ٹھیراتی ہے

جس کی تسلیم سے کسی عیسائی کو چارہ نہیں۔ یہ مضمون مولوی محمد قمر الدین صاحب کی

کتاب ایک سچے مسیحی کی مناجات میں مفصل درج۔ وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ بالفعل

اسی قدر بیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ نے جو اپنی عیاشانہ طبع سے اپنی اُمہات کے صفحہ ۲۵

میں آنحضرت ص پر عیاشی کا الزام لگایا۔ ہم یہ الزام بالکل غلط اور باطل ہے۔ بیشک اگر

آنحضرت ص کسی عورت سے ناجائز تعلق پیدا کر لیتے یا اُس میں کثرت ازدواج کا عام رواج نہ ہوتا یا

انبیاء سابقہ کی یہ سنت نہ ہوتی یا کسی فاحشہ عورت سے اختلاط رکھتے اُس سے عطر ملوایا کرتے

یا نامحرم عورتوں کے مال خورد برد کیا کرتے۔ پرائی عورتوں سے خدمت لیا کرتے تو البتہ شایق صاحب

کا یہ قول آنحضرت ص کی نسبت درست ہوتا۔ لیکن جبکہ آپ صلعم نے پاک دامن اور عفیفہ بیویوں

سے تعلقات نکاح پیدا کئے اور ایسی عورتوں کے ساتھ جو وصف تقویٰ سے موصوف تھیں

اور جنکی اوصاف میں قانتات۔ تائبات۔ صالحات۔ عابدات۔ سائحات

وارد ہوئے ہیں اور آیہ تطہیر اُنکی شان میں آئی ہے۔ اول خدیجہ عابدہ زاہدہ پردہ دار نہایت

درجہ کی صالحات اُن میں سے بہت سی عالمہ فاضلہ دین کے احکام کو پھیلانے والی تھیں ایسی

عورتوں کے حق میں بدگمانی شایق صاحب کی اوباشانہ طبیعت اور عیاش مزاج کا نتیجہ ہے

ہاں عاشق مزاجی کا طعن اگر درست ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کے خدا کے

بیٹے یسوع مسیح پر جنکا شب و روز غیر عورتوں سے اختلاط تھا۔ یا انکی دادیوں اور نانیوں پر جو مشہور

فاحشہ اور کسبی عورتیں تھیں (دیکھو بائیبل) اُنکے خدا کے بیٹے کے جد امجد داؤد م پر جو باوجود

۹۹ عورتیں رکھنے کے پھر بھی بدکاری سے نہ ٹلے اور اُوریا کی عورت بنت تبع سے زنا کیا اسکے خاوند کو قتل کرایا۔ بنت سبع کو گہر میں داخل کیا یا حضرت سلیمان ع پر جس کی ۷۰۰ عورتیں اور تین سو حرمیں تہیں اور با وجود نبی ہونے کے عورات کی محبت میں بت پرستی بھی شروع کردی پس عیاشی کا طعن آپکے بزرگوں پر چسپاں ہے نہ کہ سید المعصومین امام المطہرین حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر۔

آیات گھڑنا

آپ نے اپنی کتاب اُمہات میں بار بار لکہا ہے کہ آنحضرت صلعم جا بجا اپنے مطلب کے موافق آیات گہڑ لیا کرتے اور انکو خدا کی طرف منسوب کردیا کرتے۔

اس کے جواب میں یہہ گذارش ہے کہ آپکا یہہ وہم سراسر غلط پر مبنی اور باطل ہے۔

قرآن شریف میں سیکڑوں آیات و احکام ایسے ہیں جو ہوائے نفس کے سخت مخالف اور آنحضرت صلعم کے لئے ایک قید شدید ہیں۔ پس آنحضرت صلعم کی نسبت آیات گہڑ لینے کا الزام مفتری کی بیجا بدظنی کا نتیجہ ہے۔

بسلسلہ ازواج ہی کے معاملہ میں دیکھو۔ غور کرو کہ آنحضرت صلعم کے لئے یہہ حکم کہ لایحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک کیسی شدید قید ہے کہ تجکو آیندہ نہ کوئی اور عورت کرنے اور نہ ایک کو طلاق دیکر اس جگہ تو بدل لینے کا اختیار رہے۔ اگر آنحضرت صلعم آپ آیات گہڑ لیا کرتے تہے تو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے لئے ایسا حکم صادر کرتے۔ وہ صاف کہدیتے کہ تجکو جتنی جورو آں کر چاہے۔ حلال ہیں۔ پر اُمت کو نو سے زیادہ حلال نہیں۔

پھر اس آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو عورات کی وہ قسمیں گنوائی ہیں جو آنحضرت صلعم پر حلال ہو سکتی ہیں ایک یہہ قید لگادی ہے کہ اللاتی ھاجرن معک وہ ہی عورتیں حلال ہیں جنہوں نے تیرے ساتھہ ہجرت کی ہو۔ اب دیکھیے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت

رشتہ داروں سے نکاح کرنے میں یہہ قید زیادہ لگی ہوئی ہے کہ جنہوں نے آنحضرت صلعم کے ساتھہ ہجرت کی ہوئی ہو۔ حالانکہ اور مسلمانوں کو رشتہ دار عورات سے نکاح کرنے میں یہہ قید نہیں ہے۔

پھر آیت تخییر جس میں اللہ تعالی آنحضرت صلعم کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہدے۔ کہ اگر تم دنیا اور زینت دنیا کی خواہاں[1] ہو۔ تو میں بخوشی خاطر تمکو رخصت کروں اور اگر دین کی خواہاں ہو تو اسی فقر و فاقہ پر صبر کرو۔ اور دنیا کی بہبودی تمکو حاصل نہ ہوگی۔

اب سوچو اور غور کرو کہ آنحضرت صلعم کو ایسے حکم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو سارے عرب کے بادشاہ تھے۔ عورتوں کو زیورات لباس و خوراک انکی حسب مرضی دیدینا کونسی بڑی بات تھی۔ مگر نہیں آپ صلعم نے اللہ تعالی کے پیغام کو صاف صاف پہونچایا اور آپ کی ازواج کو بھی ہرگز ان آیات کی بناوٹ یا افترا کا وہم تک نہ ہوا۔

ایک اندھا آنحضرت صلعم کے پاس قرآن شریف کی بعض آیات دریافت کرنے آیا۔ آپ صلعم اسوقت روسائے قریش کی طرف مخاطب تھے۔ اندھے کا بات کاٹنا برا معلوم ہوا اللہ تعالی نے عتاب فرمایا۔ عبس و تولی ان جاءہ الاعمی۔ چین بجبین ہوا اور منہ پھیرا۔ اس بات سے کہ اُسکے پاس اندھا آیا۔ اب اس الزام کو اپنے حق میں آپ ہی لے لینا سوائے پاگل کے اور کوئی شخص بناوٹ پر محمول نہیں کر سکتا۔

ایک آیت میں آیا ہے کہ اگر یہہ نبی ہم پر افترا کرے تو ابھی اُسکا داہنا ہاتھ پکڑ کر اُسکی رگ دل کاٹ دیں۔ اور پھر اُسکا کوئی مددگار نہ ہو۔

سورۂ مزمل میں آدھی تہائی یا دو تہائی رات تک رات کو جاگتے اور تہجد پڑھنے کا شدید حکم ہے وہ پرلے درجہ کی مشکل ریاضت اور سخت مجاہدہ ہے۔ کوئی شہوت پرست اور ہوا و ہوس نفسانی کا پابند آدمی اپنے حق میں ایسی قید نہیں رکھہ سکتا۔ آپ صلعم نے ساری عمر

---

[1] ان سب سے پہلے حضرت رسول کریم نے آیت تخییر حضرت عائشہ رضہ کو سنائی تھی۔ اور کہا تھا کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ لے لینا یہہ اسلئے کہا تاکہ جو کچھہ ہو ماں باپ کی صلاح سے ہو۔ وہ جو اعجوزہ دنیا کو اختیار کرکے ہلاک ہوں۔ مگر حضرت عائشہ رضہ کی ہمت دیکھو اُنہوں نے صاف فرمایا کہ مجھے ماں باپ سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں میں نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ باقی عورات نے بھی ایسا ہی کیا۔

کبھی رات کا جاگنا اور عبادت کرنا نہیں چھوڑا۔

ماہ رمضان کے روزے رکھنے جو بعض وقت سخت سی سخت گرمیوں میں آپڑتے ہیں تکلف کے ساتھ ادا کرنا اور جہاد کرنا جس میں بمقابلہ تمام اقوام مخالف کے اپنی جان جانے کا سب سے پہلے خطرہ تھا۔ پانچ وقت نماز پڑھنا۔ زکوۃ دینا اور یہاں تک لوگوں کی بہبودی کا حریص اور قوم کا ہمدرد ہونا کہ آپکی نسبت یہہ نازل ہوا۔ لعلك باخع نفسك الا یکونوا مؤمنین کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دیگا اس بات سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ یہہ سب شدید احکام اور مشکل مجاہدات جو ہوائے نفسانی اور شہوت پرستی کے سخت مخالف ہیں آپ اپنی نسبت ایک شخص کا آپ ہی وارد کر لینا کوئی عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر جعلی اور بناوٹ اور احکام گھڑ لینے کا خیال کسی کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپکے انبیاء موسیٰ داؤد وغیرہ کی نسبت ہو سکتا ہے۔ جنہوں نے ایسے ایسے احکام دیئے اور ایسے ایسے جنگ کئے کہ یہہ سب خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ پھر حضرت مسیحؑ کی نسبت جس نے اپنی قوم سے ڈر کر محض خودغرضی کی بنا پر قانون فطرت کے برخلاف یہہ ہدایت دی۔ کہ جو تمہارے دا ہنے گال پر طمانچہ مارے۔ بائیں گال بھی اسکی طرف پھیر دو وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ کسی طرح آپکی قوم انپر رحم کرے اور ستانا چھوڑ دے۔ مگر اُنہوں نے بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا۔ تاوقتیکہ صلیب پر چڑھا کر ملعون نہ بنا دیا پھر اپنے شاگردوں سے جھوٹا وعدہ کیا کہ میں بادشاہ بن جاؤں گا۔ اور تم بارہ تختوں پر خلافت کرو گے آسمانی بادشاہت کے قریب آنے کا یہاں تک وعدہ کیا کہ یہہ نسل ابھی گذرنے نہ پائے گی۔ کہ یہہ سب کچھ ہو جائیگا۔ ان میں بعض وغیرہ مرنے نہ پائینگے کہ ابن آدم کو اپنے جلال میں آتے ہوئے دیکھیں گے (متی ۲۴ باب ۳۴-۳۳)۔

چنانچہ رسول بھی یہی یقین کرتے رہے کہ یہہ آخری زمانہ ہے اور اب مسیح آنے والا ہے (عبرانی ۹ باب ۲۶) (تھسلنیکیوں ۱ باب ۱۵ وغیرہ) لیکن ۱۹ صدیاں گذر گئیں ابن آدم کا اترنا ہنوز دہلی دور کا مصداق ہے۔ اپنے تئیں بڑا ثابت کرنے کے لئے دوسرے پاک نبیوں کو چور اور بٹ مار کہا (یوحنا ۱۰ باب ۸) یونس نبی کے ساتھ اپنی جھوٹی مشابہت دی۔ حالانکہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے تھے اور برابر تین دن اور تین رات جب کہ مسیح مردہ قبر

میں رہا۔ اور صرف دو رات اور ایک دن (مرقس ۱۵ باب ۴۲) - اپنی غرض کے لئے سبت
کی حرمت توڑی (متی ۱۲ باب ۱) یرمیاہ نبی نے جھوٹی آیت گھڑ کر شاہ صدقیاہ سے کہا کہ تو
امن سے مرے گا (یرمیاہ ۳۴ باب ۵) - حالانکہ یہہ بادشاہ قید میں مرا۔ اسکی آنکھیں
نکالی گئیں۔ اسکے بیٹے اسکے سامنے قتل کئے گئے (یرمیاہ ۵۲ باب ۱۱) -

پھر حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو مجھپر ایمان لاتا ہے۔ مجھہ سے بڑے بڑے کام کرے گا۔ لیکن غلط
حواریوں سے کہا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو اس پہاڑ سے کہتے کہ وہاں چلا جا۔ تو
چلا جاتا۔ اور تمہاری کوئی بات ناممکن نہ ہوتی۔ (متی ۱۷ ب ۲۰) اگر تم میں رائی کے برابر بھی
ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑ سے اکھڑ کر دریا میں لگ جا تو تمہاری
مانے گا (لوقا ۱۷ باب ۶) اب یہہ ایسی باتیں ہیں کہ جو آیوں یا عیسائیوں سے آجتک وقوع
میں نہیں آئیں۔ یقیناً یہہ سب خود ساختہ اور بناوٹی ہیں۔ اور لاف گزاف سے پُر ہیں

پھر حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ جو کچھہ تم میرے نام سے مانگو گے۔ میں وہی کروں گا تاکہ
باپ بیٹے میں جلال پاوے (لوقا ۱۴ باب ۱۳) یہہ بھی سب غلط ہے۔ کبھی ایسا نہ ہوا۔ نہ ہو سکتا
ہے۔ پھر پولوس نے کہا کہ پاکوں کے لئے سب چیز پاک ہیں۔ پر ناپاکوں کے لئے کچھہ پاک نہیں۔ یہہ آیت
بھی یقیناً پولوس کی گھڑی ہوئی ہے۔ خدا کی طرف سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ اپنی غرض کے لئے
اور سب کچھہ حلال کرنے کے لئے اپنی طرف سے یہہ حکم وضع کر لیا گیا۔ نجات کے لئے اعمال
کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہہ بھی اعمال نیک سے بچنے اور تقوی و طہارت سے نجات پانے
کے لئے اپنی طرف سے حواریوں نے بنا لیا۔ ورنہ حضرت مسیح تو توریت کی تعمیل کا ہی حکم دیتے
ہے اور آپ تعمیل کرتے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

عیسائیوں کے مذہب میں خونریزی

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ نے آغاز کتاب میں آنحضرت صلعم پر خونریزی کا الزام لگایا ہے حالانکہ
قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ہرگز پہل نہیں کی۔

بلکہ اس آیت قرآنی کے موافق کہ وہم بدءوکم اول مرۃ اُس وقت صرف اُنکے حملوں کی مدافعت کی - جب کہ انکی شرارتیں اور فساد حد سے بڑھ گئے اور پردیس میں بھی آکر مسلمانوں کو امن نہ لینے دیا -

اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شایق صاحب کا شوق پورا کرنے کے لئے اُن کی بائیبل کی کسی قدر خونریزیاں بھی اُنکی نظر کے سامنے لائی جائیں تاکہ انکو انصاف کے ساتھ موازنہ کرنے کا موقع ملے -

پیدایش ۳۴ باب ۲۵ میں دیکھو کس فریب اور دہوکے سے سکم اور حمور اور انکی شہر والے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوئے - دیکھو گنتی ۳۱ باب - اُنہوں نے مدیانوں سے لڑائی کی - جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا - اور سارے مردوں کو قتل کیا - آوی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو جو مدیانوں کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا - مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا - مواشی و مال و اسباب کو لوٹا - شہروں اور قلعوں کو پھونک دیا - موسیٰ اُن پر اس لئے غصے ہوا کہ عورتوں کو کیوں جیتا رکھا - حالانکہ یہہ تو گناہ کا باعث نہیں - کل باب دیکھنا چاہیئے -

گنتی ۳۳ - ۵۵ پر اگر تم زمین کے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کروگے تو یوں ہوگا کہ جنہیں تم رہنے دوگے تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے - اور کانٹوں کی مانند تمہارے پہلوؤں پر چبھیں گے -

استثنا ۳ باب ۴ - اور ہم نے اُسی وقت اُسکے سب شہر لے لئے وہاں ایک شہر بھی نہ رہا جو ہمنے اُن سے نہ لے لیا - ساٹھ شہر - ارجوب کا سارا ملک ۲ باب ۳۴ - مردوں عورتوں اور بچوں کو حرام کیا -

استثنا ۱۲ باب ۲ - ۳ - اُن کے بتوں کو توڑ ڈالیو - گھنے باغوں میں آگ لگائیو - اُن کے معبودوں کی گھڑی ہوئی مورتوں کو چکنا چور کیجیو -

استثنا ۲۰ باب میں خدا فرماتا ہے کہ زیادہ طاقت اور اسباب والے دشمنوں سے مت ڈرو - تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری طرف سے دشمنوں کے ساتھ لڑے گا اور

تمہیں بچاویگا۔ اگر دشمن اپنا ملک آپ حوالہ نہ کرد ے تو اسکا محاصرہ کر۔ اور جب وہ ملک قبضہ میں آجائے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو قتل کر۔ مگر عورتوں۔ لڑکوں۔ مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہو اسکا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور وہ لوٹ کا مال کھاؤ اور مقبوضہ شہروں میں کسی سانس لینے والی چیز جیتا مت چھوڑ۔ تاکہ اُن کا مکروہ کام تم میں اثر نہ کرے۔

استثناء باب ۷-۲- جب خدا وند تیرا خدا سات قوموں کو تیرے حوالہ کرے تو اُنہیں مار یو حرم کیجیو۔ اُن سے عہد نہ کریو۔ اُنپر رحم نہ کریو۔ گنتی ۳۱ - ۱۶ - ۲۱ باب میں سخت درجہ کی خونریزی کا ذکر ہے۔

یشوع ۵ باب ۱۴- الہی فرشتہ یشوع کا لشکر ہو کر آیا۔ تب اُس نے تمام لوگوں کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑہا۔ کیا بیل۔ کیا بھیڑ اور گدہا۔ سب کو ایک لخت ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔

یشوع ۶ باب ۲۴ سب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا اور روپا۔

یشوع ۷ باب ۵ مجرم آدمیوں کا جلایا جانا۔ یشوع ۸ باب ۲۵ - ۱۸ باب ۲۲ ۲۹ × ۱۰ باب ۲۴ سنگسار کر کے جلانا۔ اور پھر اُسپر پتھروں کا تودہ لگایا۔ قتل عام کرنا۔ بادشاہوں کو پھانسی دیکر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکھنا ایک بادشاہ بھاگ کر یاعیل کے خیمے میں آیا۔ اُس نے فریب سے اُس کے سر میں میخ گاڑدی قاضی ۴ باب ۲۱ - پھر قاضی ۵ باب ۲۴- اس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھیرے۔

قاضی ۵ باب ۳۰ داؤد نے کنواریوں کو سپاہیوں کے لئے رکھا۔ قاضی ۹ باب ۴۹ سکم کے برج میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا۔ قاضی ۸ باب ۱۶ سپاہ کو روٹی نہ دینے سے بیشمار لوگ قتل کئے گئے۔

۲ سموئیل ۱۲ باب ۳۱ داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اُتارا اپنے سر پر رکھا۔ لوگوں کو آروں اور کلہاڑوں اور لوہے کی دہاری گاڑیوں کے نیچے کیا اور انیٹوں کے جلتے پژاوے میں جلا دیا۔ ۱ تاریخ ۲۰ باب ۳ ۱ سلاطین ۱۰ باب ۱۱ ہو نے اخی کے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔ ۲ سلاطین ۱۵ باب ۱۶ مناحم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پہاڑ ڈالے۔

۲ سلاطین ۲۳ باب ۱۶ قبروں سے ہڈیاں نکلوا کے الہی حکم سے جلائیں۔

عہد عتیق کے خونی اور آتش فشاں جہاد مختصر طور پر نقل کر کے ہمنے ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھدیئے ہیں۔ اب انصاف اُنپر ہے کہ آیا اسلام کا جہاد جو نہایت اعتدال پر مبنی اور قانون قدرت کے بالکل موافق ہے۔ قابل اعتراض ہے یا مسیحی مذہب کا آتش فشاں جہاد جس میں یہہ قہر الہی ہو کہ مکانوں کو ڈھانا شہروں کو آگ لگا دینا۔ باغوں اور ہرے درختوں کو جلانا۔ قتل عام کرنا۔ سروں میں میخ گاڑنا۔ آروں کلہاڑوں سے چیرانا۔ تنوروں میں جلانا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑنا کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑنا اور اسپر بھی قوت غضبی کا فرو نہ ہونا۔ تو قبر سے ہڈیاں نکلوا کر جلوا کر جی ٹھنڈا کرنا۔ ہائے ستم جس مذہب میں یہہ ظلم اور یہہ غضب الہی ہوا اور اس مذہب کا بانی بھی کہے کہ میں دنیا میں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (انجیل متی) اور جس کے پاس تلوار نہ ہو کپڑے بیچ کر بہم پہونچاؤ۔ کیا اس مذہب کا کوئی آدمی اسلامی جہاد پر اعتراض کر سکتا ہے جو نہایت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی اور بالکل قانون قدرت کے موافق ہے کون شخص ہے جو ان احکام کو سنکر تھرا نہیں اُٹھتا۔ تو اُن سے عہد بت باندھیو۔ اُن پر رحم کیجیو۔ بخلاف اسکے وہ رحمت اللعالمین صلعم اور آپکے خلفاء جانشین جب کہیں لشکر روانہ کرتے سب سے پہلے سردار لشکر کو یہی کہتے کہ ملک مقبوضہ کی عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں۔ خانقاہوں عبادت گاہوں کو مت کرنا۔ کھیتوں کو مت جلانا۔ پھلدار درختوں کو مت کاٹنا اور صرف انہیں سے بدلا لینا جو تمکو ستائیں یا مقابلہ کے لئے پیش آئیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے یہہ دنیاوی جنگ تھے بالکل غلطی کر رہے ہیں دنیاوی جنگوں کو کتاب الہی میں ذکر کرنے سے کیا کام جب تک اُن کے ساتھ دینی تعلق نہ ہو۔ کیا اگر یہہ دینی جنگ نہ تھے تو بالکل فضول تھے جنکا ذکر خواہ مخواہ کتاب ربانی میں کیا گیا۔ اگر یہہ جنگ ان قوموں کے گناہوں کی سزا تھی تو پھر دنیاوی جنگ نہیں۔ بلکہ اُنکو دینی جنگ سمجھنا چاہیے۔ اور پھر کیا اگر دین کے لئے جنگ ناجایز ہو تو دنیا کے لئے جایز ہو سکتی ہے۔ اور توریت میں تو صاف موجود ہے کہ یہہ سب کچھ خداوند نے فرمایا۔ خداوند کے حکم سے ہوا۔

پھر حضرت موسیٰ کے افعال کی اللہ تعالی نے تعریف فرمائی (استثناء ۳۴ باب ۱۰)

حضرت داؤد نے تو وہی کام کئے جو خدا کی نگاہ میں اچھے تھے (۱ سلاطین ۱۴ باب ۸) (۱ سلاطین ۱۵ آیت ۵)
یشوع بن نون روح قدس کی دانائی سے معمور تھا (استثنا ۳۴ باب ۹) پھر انجیل میں بھی ان جہلات
کی تعریف کی گئی ہے جہاں لکھا ہے کہ انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ اور راستی کے کام
کئے اور وعدوں کو حاصل کیا۔ لڑائی میں بہادر بنے اور غیروں کی فوجوں کو ہٹا دیا (عبرانی ۱۱ باب
۳۲۔۳۵) تو کیا یہ تمام مدح و ثنا جو بائبل ان نبیوں کی کرتی ہے۔ محض لغو و رائیگان
ہے۔ جب کہ وہ کام خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرتے رہے۔ نہیں نہیں۔ وہ بالکل
خداوند کی مرضی پر چلے اور اسکے حکم سے سب کام کئے۔

آنحضرت صلعم کی گذران کا بیان۔

باوجودیکہ آنحضرت صلعم دنیا اور دین کے بادشاہ تھے ایسی حالت میں اگر چاہتے تو دولت کی خزانے
جمع کر لیتے۔ عورتوں کو عمدہ عمدہ زیور بنوا دیتے۔ اعلیٰ درجہ کی امیرانہ غذائیں کھایا کرتے۔ مگر
قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ صلعم نے اپنی بیویوں کو صاف کہدیا۔ کہ میرا تمہارا تعلق محض
دینداری کے لحاظ سے ہے یعنی میں تم سب کو دین کی معاونت و مسائل دین کی اشاعت
کے لئے نکاح میں لایا ہوں۔ دنیا کے مال و اسباب و زیورات وغیرہ کے لئے نہیں۔ سو اگر تمکو
دین کی خوبیاں مطلوب اور فقر و فاقہ منظور ہے تو میرے نکاح میں رہو۔ ورنہ تم میں سے جو جو
دنیا و دنیا کے اسباب اور زیورات وغیرہ کی خواہاں ہے۔ اسے میں حسن سلوک اور خوشدلی کے
ساتھہ رخصت کر دیتا ہوں۔ یہہ تو نص قرآنی سے ثابت ہے مگر اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث
نبویہ صلعم سے تواتر کے ساتھہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی گذران نہایت سادی اور فقر و فاقہ
میں ہوا کرتی تھی۔ یہہ نہیں کہ آپکو کچھہ میسر نہیں ہوتا تھا۔ آپ تو تمام عرب کے بادشاہ تھے بلکہ آپکی
طبیعت میں دنیاوی لذتوں کی محبت ہی نہ تھی۔ کل محبت آپکو دین کی اشاعت میں
اور پوری لذت خدا کی یاد میں ملتی تھی (ولذکر اللّٰہ اکبر) ان احادیث صحیحہ کو جو تواتر کی حد تک
پہنچ چکی ہیں۔ اور ان واہی تباہی روایات سے جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہیں بدرجہا معتبر و مستند

ہیں اور انجیل سے بڑھکر مسلسل و معتبر۔ مخالفین اسلام کو سخت شرمندہ ہونا چاہئے اور غور کرنا چاہئے
کہ کیا وہ شخص جس کی زندگی باوجود میسر ہو سکنے طعام دنیاوی کے اس فقر و فاقہ میں گذری ہو وہ شہوات
نفسانی کا پابند ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت کسی قسم کی بدظنی کی جا سکتی ہے۔

بخاری اور مسلم میں بالاتفاق لکھا ہے کہ آنحضرت م کے گھر والے دو دن برابر بھی جو کی
روٹی سے آسودہ نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے دنیا سے کوچ فرمایا۔ عبداللہ
بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم م اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتیں خالی
پیٹ سو رہا کرتے تھے اور جب کھانا کھاتے تھے تو اکثر اوقات کھانا آپکا جو کی روٹی ہوا کرتا تھا۔

سہل بن سعد رض سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت م نے کبھی میدہ کی روٹی بھی کھائی تھی۔
وہ بولا تو کیا ان باتوں سے پوچھتا ہے۔ آنحضرت م نے تو وفات ہونے تک میدہ کو آنکھ سے بھی نہیں دیکھا۔
کھانا تو کیا۔ پھر سائل نے اسی سہل بن سعد سے پوچھا کہ آنحضرت م کے زمانہ میں تمہارے آٹا چھاننے کی
چھلنیاں بھی ہوا کرتی تھیں اس نے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے پوچھا کہ پھر تم جو کی روٹیاں بغیر چھانے
کے کس طرح کھاتے تھے۔ اس نے کہا پھونک لگا دیتے تھے۔ جو کچھ اس پھونک سے موٹا موٹا آٹا ہوتا اڑ جاتا
باقی کو گوندھ لیتے۔

حضرت انس بن مالک آپکے خاص خادم بتلاتے ہیں کہ آنحضرت م نے مثل امیروں کے
بڑے بڑے خوانچوں پر بیٹھکر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی چینیوں کی رکابی میں کھایا ہے اور نہ
کبھی آپکے لئے پتلی پتلی چپاتیاں کسی نے پکائیں۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے استاد قتادہ
سے پوچھا کس چیز پر آنحضرت م اور صحابہ کرام روٹی رکھکر کھایا کرتے تھے۔ اس نے بتلایا۔ اسی چمڑے
کے دسترخوان پر۔ حضرت ابوہریرہ رض ایک جماعت کی طرف گذرے ان لوگوں کے آگے
بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے ابوہریرہ کو بھی کھانے کے لئے بلایا۔ انہوں نے انکار کیا اور فرمایا
رسول کریم نے دنیا سے کوچ کیا اور جو کی روٹی سے کبھی اپنا پیٹ نہیں بھرا۔

رسول اللہ م کے حضور میں انس جو کی روٹی اور بگڑی ہوئی چربی لائے اسوقت
آپکی ایام گذاری کی یہ حالت تھی کہ آپ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے ہاں سے اپنی زرہ گرو
رکھکر گھر والوں کے لئے کچھ جو لائے تھے۔ انس رض نے فرمایا۔ رسول اللہ م کے گھر والوں کے

پاس کوئی وقت ایک صاع گیہوں یا اور کوئی غلہ نہ رہتا تہا۔ اور آپکی بیبیاں نو تہیں۔ ابو طلحہ رض نے فرمایا۔ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے بہوک کا شکوہ کیا اور ہم لوگوں کے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندہا ہوا تہا اُسکو دکہایا۔ تو آپنے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندہے ہوئے کہائے۔ ایک بار لوگوں نے بہوک کا شکوہ کیا تو آپنے اُن لوگوں کو ایک ایک خرما دیا۔

حضرت عمر رض نے فرمایا میں رسول اللہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کہجور کی کہری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان آپکے پہلوئے مبارک میں پڑ گئے ہیں اور ایک تکیہ چمڑے کا لگائے ہوئے ہیں جس میں کہجور کا چھلکا بہرا ہوا تہا۔ میں نے یہہ حال دیکہکر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ آپکی اُمت کو فراخی نصیب کرے۔ دیکہو فارس و روم کو کیسی فراخی ہے اور وہ خدا تعالی کو پوجتے بہی نہیں آپ نے فرمایا ای عمر رض تو ابہی اسی خیال میں ہے یہہ کفار لوگ وہ ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا گیا۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ کفار کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ ابو ہریرہ رض نے فرمایا میں ۷۰ اصحاب صفہ کو دیکہا کہ اُن میں کوئی ایسا نہ تہا جسکے پاس چادر ہوتی۔ بس کسی کے پاس فقط تہبند تہی کسی کے پاس کملی۔ اُسکو اپنی اپنی گردنوں میں باندہے رہتے۔ وہ تہبند اور کملی کسی کے پنڈلیوں تک پہونچتی کسی کے ٹخنوں تک۔ اور وہ شخص ستر کہل جانے کے ڈر سے اُن کو سمیٹے رہتا تہا۔

ابو ذر رض نے کہا کہ مجکو میرے دوست (حضرت رسول اللہ صلعم) نے سات باتوں کا حکم دیا۔ (۱) مسکینوں کی محبت رکہنا۔ اُن سے قریب رہنا (۲) اپنے سے کمتر شخص کو دیکہنا اور جسکے پاس دنیا کا سامان بڑہا ہوا ہو اُسکو نہ دیکہنا (۳) ناتے والوں کو ملائے رکہنا اگرچہ وہ نہ ملنا چاہیں (۴) کسی سے کچہہ نہ مانگنا (۵) حق کہہ دینا اگرچہ کسی کو بُرا لگے (۶) دین کی بات میں کسی سے نہ ڈرنا۔ اچہی بات کہہ ہی دینا اور بُری بات سے روک ہی دینا۔ کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا (۷) لاحول ولا قوۃ بہت کہا کرنا۔

اخلاق نبوی

انس رض فرماتے ہیں میں نے دس برس نبی صلعم کی خدمت کی۔ آپنے مجہکو کبہی اُف بہی نہیں کہا

اور نہ کبھی یہہ فرمایا تو نے فلان کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہہ فرمایا۔ تو نے فلان کام کیوں نہ کیا۔

رسول اللہ صہ سے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں مانگی گئی کہ آپ نے نہیں فرمایا ہو۔

رسول اللہ صہ سے ایک شخص نے دو پہاڑوں کے درمیان بھیڑ بکریاں مانگیں آپنے اُسے دلوا دیں۔ پھر وہ تو اپنے لوگوں میں پہونچکر کہنے لگا۔ ای لوگو! جلدی مسلمان ہو جاؤ خدا کی قسم محمد صلعم تو اتنا دیتے ہیں کہ اپنے محتاج ہونے سے بھی نہیں ڈرتے۔

رسول اللہ صہ بے حیائی کی بات نہ بولتے۔ نہ لعنت کرتے اور نہ کسی کو گالی دیتے۔ غصہ میں بس یہہ فرماتے۔ اُسکو کیا ہوا ہے اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

ایک بار لوگونے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مشرکوں کے لئے بددعا کیجئے۔ فرمایا میں اس کام کو نہیں بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ میں تو رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں (مسلم)۔

نبی صلعم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگین تھے۔ آپ کو جب کوئی چیز ناپسند ہوتی تو صحابہ رض آپکے تیور سے پہچان لیتے (متفق علیہ)۔

بی بی عایشہ رض فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلعم کو اس طرح پر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ آپکا منہ کھل جائے۔ اور کوا نظر آنے لگے۔ بس آپ مسکرایا کرتے تھے۔

حضرت عایشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی باتیں نہیں فرماتے تھے۔ آپکی باتیں ایسی ہوتی تھیں کہ کوئی انکو گنا چاہتا۔ تو گن لیتا۔

رسول اللہ صہ جب گھر میں تشریف لاتے تو گھر والوں کی خدمت میں مشغول ہو جاتے۔ پھر نماز کے وقت تشریف لیجاتے۔ (بخاری)۔

رسول اللہ صہ کو جب کسی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ اُنمیں کا آسان ہی کام اختیار فرماتے۔ اور گناہ کا کام ہوتا تو سب سے زیادہ دور رہتے۔ اور آپنے کبھی کسی سے اپنا (ذاتی) بدلہ نہیں لیا۔ ہاں خدا کے مجرم کی سزا مزید کرتے (متفق علیہ)۔

رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھہ سے کسی کو نہ مارا۔ نہ غیر کو نہ اپنی بی بی کو۔ نہ خادم کو۔ اللہ کی راہ میں جہاد البتہ کیا۔ (مسلم)

انجیل متی کے پہلے باب کی غلطیاں

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے مسلمانوں کو انکی بعض روایات ضعیفہ کے نہ ماننے پر مضحکہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ روایات کلام الٰہی نہیں جو کالوحی من السماء اور قطعی سمجھی جائیں اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو انکی الہامی کتاب کی چند ایک غلطیاں بطور نمونہ دکھاؤں تاکہ ان کی ساری شیخی کرکری ہو جائے اور عشاء ربانی کے نشہ سے ہوش میں آئیں اور سمجھ لیں کہ جب ہماری خاص کتاب مقدس میں صریحی اغلاط موجود ہیں۔ تو ہم دوسروں کی معمولی روایات پر کیوں اعتراض کرتے ہیں جنکو وہ لوگ خود بھی وقعت اور اعتبار کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سو واضح ہو کہ انجیل متی کے پہلے باب ہی میں اسقدر غلطیاں ہیں کہ اُن کے لئے ایک علیحدہ کتاب تیار ہوتی ہے لیکن بطور مشتی نمونہ از خروارے چند ایک غلطیاں ظاہر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ اول غلطی یہہ ہے کہ متی ۱ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ ہیں۔ اور داؤد سے اُسوقت تک کہ بابل کو اٹھ کر چلے گئے چودہ میں ہے۔ اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہیں۔ حالانکہ انجیل سے گن کر دیکھ لو۔ یہہ تینوں قسمیں چودہ چودہ پشتوں کی سراسر غلط ہیں۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم و داؤد کو بھی شامل کریں۔ تب پہلی قسمت میں ۱۴ ہوتی ہیں اور دوسری قسمت میں یکنا کو شامل کر لیں۔ تب چودہ پوری ہوتی ہیں لیکن تیسری قسمت میں سب نام حضرت عیسیٰ کو ملا کر صرف ۱۳ ہوتے ہیں۔

دوم یہ کہ دوسری قسمت میں جو حضرت سلیمان سے شروع اور یہو یقینا پہ ختم ہوتی ہے متی ۱۴ پشتیں تبلایا ہے۔ حالانکہ اول تواریخ ۳ باب سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان سے یہوکنا تک ۱۸ پشتیں ہوتی ہیں اور اسی باب میں نیوٹن صاحب افسوس کی راہ سے کہتے ہیں کہ دین عیسوی میں تین اور ایک کو ایک ماننا پڑتا تھا۔ اب ۱۸ اور ۱۴ کو بھی ایک ہی گننا

پیٹا - کیونکہ کتب مقدسہ میں تو غلطی کا امکان ہو نہیں سکتا - سوم یہ کہ متی ۱ باب ۸ میں عزیاہ کو یورام کا بیٹا لکھا ہے اور تین نام رہ گئے حالانکہ وہ اسکے پوتے کا بیٹا ہے دیکھو تواریخ ۲ باب ۱۱-۳) چہارم یہ کہ متی ۱ باب ۱۱ میں یہوکینیا کو یوسیاہ کا بیٹا لکھتا ہے حالانکہ وہ اسکا پوتا تھا - اور یہاں بھی ایک نام رہ گیا - پنجم یہ ہے کہ متی نے یہوکینیا کے بھائی لکھے ہیں حالانکہ عہد عتیق کی کتابوں سے اسکا کوئی بھائی ثابت نہیں ہوتا - وہ اپنے باپ کا صرف اکلوتا بیٹا تھا (۱ تواریخ ۳ باب ۱۵) ششم یہ کہ متی نے زربابل کو شلتائیل کا بیٹا لکھا ہے - حالانکہ وہ اسکا بھتیجا اور فدایا کا بیٹا تھا - ہفتم متی نے ابیوہ کو زربابل کا بیٹا لکھا ہے - حالانکہ اسکی بیٹوں میں یہ کسی کا نام نہ تھا - ہشتم یہ کہ متی ۱ باب ۱ میں مسیح ؑ کو داؤد کی نسل سے لکھتا ہے - لیکن لوقا ۱ باب ۳۶ میں مریم کو الیسبات کی رشتہ دار لکھا ہے جو زکریا کاہن کی بی بی اور ہارون کی بیٹیوں میں تھی (لوقا ۱ باب ۵) جس سے ظاہر ہے کہ مریم اور یوسف لیوی کے فرقہ سے تھے - جو کہ کہانت کے لئے مخصوص تھا (گنتی ۱۰ باب ۲۰ - ۲۴) یشوع ۱۳-۱۴ باب اور داؤد یہوداہ کے فرقے سے تھے - نہ کہ لیوی کے فرقے سے اور ہر فرقہ کی لڑکی اپنی ہی باپ کے فرقہ میں بیاہی جاتی تھی (شمار ۳۶ باب ۸-۹) -

پس مسیح ؑ یا داؤد کی نسل سے نہ تھے تو متی نے غلط لکھا ہے - یا الیسبات مریم کی رشتہ دار نہ تھی - تو لوقا نے غلط لکھا) نہم یہ کہ جب مسیح ؑ یوسف کے نطفہ سے ہی نہ تھا - بلکہ کنواری مریم کے پیٹ سے بوساطت روح القدس پیدا ہوا - تو یوسف سے حضرت مسیح ؑ کو تعلق ہی کیا تھا کہ انکا شجرہ لکھا گیا - اور خواہ مخواہ جبراً یوسف کا بیٹا قرار دیا جاکر داؤد کی نسل میں داخل کیا گیا - حالانکہ حضرت مسیح ؑ داؤد کی نسل ہونے سے بھی انکاری ہیں (متی ۲۲ باب ۴۵) -

(۱۰) دہم یہ کہ الوہیت کے لئے نسب نامہ کا ہونا تعجب ہے - عبرانیوں کے خط ۵ و ۷ باب میں حضرت مسیح ؑ کو ملک صدق (پیدائش ۱۴ باب ۱۸ - ۲۰) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جب ملک صدق کا باوجود انسانیت محض کوئی نسب نامہ نہیں ہے تو باوجود کامل الوہیت یسوع کا نسب نامہ کیونکر جائز ہوگا -

یہہ چند غلطیاں اختصار کے طور پر پہلے باب متی کی بیان کی گیئں۔ اگر مفصل بیان کریں تو ایک کتاب تیار ہوتی ہے۔ انہیں اغلاط کی طرف خیال کر کے ڈاکٹر احمد شاہ کی مولانا مولوی علاو الدین اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۵۷ء کے صفحہ ۷۷ میں لاچار ہو کر زبان مبارک سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہہ کچھہ الہامی بات نہیں ہے۔ خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھہ بائیبل میں سے لیکر نام لکھدیئے۔

اگر سارے ابواب متی پر ریمارکس کئے جائیں تو اغلاط کا ایک طومار جمع ہو جائے۔ ڈاکٹر احمد شاہ کی خاطر یہہ چند اغلاط نقل کر دئے گئے۔

متی ۳ باب میں حضرت عیسیٰؑ کو حضرت یحییٰ نے خوب پہچان لیا اور باتیں کر کے بپتسما دیا۔ اور متی ۱۱ باب ۲ و ۳ میں یحییٰ نے قیدخانہ سے اپنے شاگردوں کو بھیجا تاکہ مسیحؑ سے پوچھیں کہ آنے والا تو ہی ہے یا کسی اور کی راہ تکیں۔ متی ۲۷ باب ۹ میں۔ یرمیاہ کا غلط حوالہ بجائے زکریا دینا اور متی ۲۳ باب ۳۵ ۔ زکریا بن یہویدا (۲ تواریخ ۲۴ باب ۲۰) کی جگہ زکریا بن بار اخیاہ لکھا ہونا۔ متی ۲ باب ۲۳ میں مسیحؑ کا اگلی کتابوں میں ناصری کہلانا۔ حالانکہ عہد عتیق میں کہیں نہیں۔ انجیل متی کے یہہ سب اغلاط مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ایسا ہی انجیل لوقا کا یہہ مبالغہ کہ مسیحؑ کے اگر سارے حالات لکھے جاتے تو کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سماتیں (انجیل لوقا کا آخری باب) اور نامہ اول یوحنا ۵ باب ۷ میں تثلیث کی آیت تراشکر شامل کتاب کرنا۔ انجیل میں ڈیڑھ لاکھ سہو کاتب کا پایا جانا۔ جن میں سے کسی ایک کی نسبت بوثوق نہیں کہہ سکتے۔ کہ صحیح کون ہے۔ پھر اناجیل کے باہم سخت اختلافات و تناقض ان باتوں کی طرف اگر شایق صاحب بنظر انصاف غور کریں تو پھر ساری عمر اسلام کے برخلاف لکھنے کا نام نہ لیں۔ اور گبر جی کی فکر پڑ جائیگی۔

عیسائیوں کے خدا نے بیاہ کیوں نہیں کیا

اول تو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ عیسائیوں کے خدا یا خدا کے بیٹے مسیحؑ نے بیاہ نہ کیا ہو۔ کیونکہ انجیل میں ان کے بیاہ یا عدم ازدواج کا ذکر نہ ہونا۔ اس بات کا ثبوت نہیں کہ انہوں نے بیاہ کیا ہی نہیں۔ انجیل میں [illegible]

کا ذکر نہایت ہی مختصر ہی ۔ ۳۰ برس کی عمر تک کا تو اسکا کچھ حال معلوم ہی نہیں کہ کن خیالات میں گذرا
باقی تین سال کی نبوت یا خدائی کا حال یہہ ہے کہ انجیل میں اسکا ایک شمہ بھی نہیں بیان کیا گیا ۔ ابھی
اسکا اسقدر حال بیان سے رہ گیا ہے ۔ کہ اگر مفصل ذکر کیا جاتا تو کتابیں جو بنائی جاتیں تو جہان
میں نہ سما سکتیں (یوحنا کا آخری باب) پس اندریں حالت نہیں معلوم ۔ کہ عیسائیوں کے خدا نے
اپنے چند دن کیں اُن کے ساتھہ کیا کیا سلوک کیا ۔ کس قدر مزے اڑائے ۔ جنکا حال
ہمی کو کچھہ بھی معلوم نہیں ۔ اگر کوئی عیسائی اپنے ابن اللہ کا حامی ضد و اصرار ہی کرے ۔ کہ
یسوع نے کوئی بیاہ نہیں کیا بلکہ ساری عمر مجرد ہی رہا تو بھی کوئی مخالف اسکو خوبی کی بات ہرگز ہرگز
نہیں قرار دے سکتا ۔ بدو وجہ (۱) شاید عیسائیوں کا خدا نامردی ہو جو انبیاء سابقین کی سنت
سے محروم رہا ۔ کیونکہ اگر وہ مرد ہوتا ۔ تو جہان کھانا پینا ۔ بول و براز کرنا اور سب حوائج انسانی اسے
لاحق تھے ۔ اگر بیاہ بھی کر لیتا تو اسکی خدائی کی شان میں کیا بٹا لگ جاتا ۔ کھانے پینے سے بول و براز
کرنے سے اسکی خدائی میں کیا فرق آگیا ہو ۔ جو بیاہ کرنے سے آجاتا ۔ پس جب تک کہ عیسائی لوگ
انجیل کی نص سے یہہ ثابت نہ کر دیں کہ اُن کا خدا واقعی مرد تھا ۔ اور قوائے تناسل اسکی قائم تھے ۔
اور باوجود قوت مردی وہ بیاہ شادی کرنے سے محروم رہا تب تک ہرگز ہرگز یسوع کا بیاہ نہ کرنا عیسائیوں
کے خدا کی خوبی میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ خلق کا کمال یہی ہوتا ہی کہ ایک شخص مرد ہو کر اور قوائے
شہوانی رکھتے ہوئے پھر بیاہ نہ کرے ۔ جس شخص کے قوائے شہوانی ہی مردہ و افسردہ ہوں ۔ یا
مخنث ہو ۔ تو اسکا بیاہ نہ کرنا کوئی فضیلت یا صفات حسنہ میں داخل نہیں ہے ۔
(۲) دوسری وجہ شاید یہہ ہو کہ عیسائیوں کے خدا کا عورتوں سے اختلاط و ربط ضبط پایہ اخلاص
ثابت ہی ہے جیسے کہ مریم اور مارتھا عورتوں سے بے ملا اس کا بدن سے بدن لگانا اور عطر
پاؤں پر ملوانا اور اجنبی عورات سے پیار کرنا انجیل سے متواتر ثابت ہے ۔ پس ایسی حالت میں اُنکو
بیاہ کی ضرورت نہ ہو ۔ کیونکہ کام تو اُن کا چلا ہی جاتا تھا ۔ ایسی مفلسی کی حالت میں بیاہ کرنا
اُن کے لئے وبال جان تھا ۔

عیسائی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ساری عمر بیاہ نہیں کیا ۔ یہہ
کس قدر فخر کی بات ہے ۔ تمہارے پیغمبروں نے بہت سی ازواج کیں یہہ کس قدر شہوت پرستی ہے

اس کے جواب میں میں ترکی بہ ترکی اسی قدر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے خدا کے بیٹے کا بیاہ نہ کرنا (بشرطیکہ تم ثابت کردو۔ کہ وہ قوت مردی رکھتا تھا) کوئی تعریف کا موجب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بقول ڈاکٹر احمد شاہ صاحب **زر نیست عشق ٹیں ٹیں** کا مصداق ہے۔ اس بیچارے کو ساری عمر سر رکھنے تک کے لئے تو جگہ ہی نہ تھی۔ غریب خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا ایک دفعہ اس کے منہ سے نکل گیا جس کی وجہ سے یہودی مخالف ہوگئے۔ اس دعویٰ کو چھوڑ نہ سکا خفت تھی۔ جان کے لالے پڑ گئے۔ یہودی تنگ کرنے لگے۔ حتّے کہ اسکو ساری عمر سر رکھنے کے لئے جگہ نہ ملی۔ اندریں صورت وہ بیاہ کیا کرتا۔ اُسے بیوی رکھنے کا کیا ہوش تھا۔ علاوہ اس کے انجیل کے بیان کے موافق عورات خدمت کرنے والی تو موجود ہی تھیں پھر بیاہ کرنا یا ضرورت تھی ہزارہا بھگت اور گسائیں بیاہ نہیں کرتے۔ عورتیں انکی یونہی خدمت کرتی رہتی ہیں۔

اجی تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا بیاہ کیا کرتا۔ بیاہ کرنا تو مردوں کا کام ہے۔ اور ہمارے رسول اکرم صلعم تمام مردوں کے مرد اور سرداروں کے سردار تھے۔ جنہوں نے ملک کے دستور اور سنت انبیا کے موافق ۹ ۔ ۱۰ ازواج کے ساتھ بیاہ کیا۔ اور حسن معاشرت اور تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ دکھایا عادات۔ معاملات۔ محاسن اخلاق۔ اشاعت دین۔ اثر تعلیم۔ جہاد بالکفار۔ ہر ایک امر میں آپ کا پایہ بلند بلکہ بلند سے بلند ہے۔ جس کا ایک شمہ بھی عیسائیوں کے خدا کے بیٹے کو نصیب نہیں۔

عیسائی قوم کا شیطان کو سجدہ کرنا

انجیل میں حضرت مسیح کا قول ہے۔ کہ تم دنیا میں دولت مت جمع کرو۔ بلکہ مال اپنے لئے آسمان پر جمع کرو (متی ۶ باب ۱۹) اور اپنا سارا مال محتاجوں کو دیدیا کرو۔ (متی ۱۹ باب ۳۰) اور اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا اس سے آسان ہے کہ کوئی دولتمند آسمان کی بادشاہت میں داخل ہو اور نجات کا وارث ہو (متی ۱۹ باب ۲۴) حضرت مسیح کے ان اقوال [illegible] کوئی دولتمند آدمی نجات کا وارث ہو ہی نہیں سکتا تاوقتیکہ ساری دولت [illegible] نہ بن جائے۔ پس یہ عیسائی قومیں جو اسقدر دولت مند ہیں اور [illegible] کی غلام ہیں۔

ہیں صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز آسمان کی بادشاہت میں داخل نہونگے۔ کیونکہ یہ لوگ حضرت مسیح کی مرضی اور منشا پر نہیں چلتے اور اسوجہ سے اُس دن ڈاکٹر احمد شاہ جیسے بہتیرے یسوع کو کہینگے کہ اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی۔ اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سی کرامات نہیں ظاہر کیں۔ پر اُسوقت یسوع اُنہیں صاف جواب دیگا کہ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو جاؤ (متی ۷ باب ۲۳)۔

جس وقت پہاڑ پر شیطان خدا کے بیٹے یسوع کا امتحان لینے گیا ہے اور اسکو گمراہ کرنے کی فکر میں ہوا۔ اُسدن اُسنے یسوع کو دنیا کی ساری بادشاہتیں اور شان و شوکت دکھائی تھی۔ اور اُس نے کہدیا تھا۔ کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں یہ تمام دولتیں تجھے دیدونگا۔ جو حقیقت میں ایک بڑی پیشگوئی تھی۔ اور اِس بات کی طرف اشارہ تھا۔ کہ جب عیسائی قوم اُسکو سجدہ کریگی تو دنیا کی تمام دولتیں اُنکو دیجاوینگی۔ اور وہ حقیقی خدا کو چھوڑ شیطان کی ساجد ٹھیریں گے۔ سو حقیقت میں ایساہی ہوا۔ جب سے یسوعی قوم نے مسیح کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور شیطان کو سجدہ کرکے دولت کی غلام بن گئی ہے۔ تب سے اُنپر دنیا کی دولت کے ذخائر کھل گئے ہیں اور دولت اور شان و شوکت اور دنیا کی بادشاہت اُنکے قبضہ میں آگئی ہے۔ لیکن آسمانی بادشاہت میں اُن کا داخل ہونا اس سے بھی محال ہے کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ فتفکروا یا اولی الالباب ×

انجیل کی تعلیم کا اثر

اگرچہ مصنف اُمہات کے سارے اقوال اور ساری منطق ہی بالکل لایعنی اور قابل حیرت ہے بس سب سے تعجب انگیز اُسکا وہ مقولہ ہے جو اُنہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں درج کیا ہے کہ اسلام اپنی اصلاح اسلام سے مخالفت کرکے کرسکتا ہے برخلاف دین عیسوی کے کہ جہاں تک اسکی پیروی کی جائے۔ جہاں تک اُسکے احکام کو مانا جائے اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ دینی اصلاح کا منبع ہے۔

حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عیسائیت میں نہ کچھ احکام ہیں نہ کوئی شریعت ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب نے شریعت کے احکام ماننے والوں کو لعنتی قرار دیا ہے۔ نیکی کرنے برائی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں تقوی طہارت کا اس مذہب میں نام نشان تک نہیں۔ پولوس کے مقولہ "پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے" کے موافق اگر عیسائی انسان کا گوہ بھی کھا لیں تو اُن کے لئے جائز ہے۔ خدا کے حلال، حرام سے اُن کو کوئی تعلق نہیں اور بالکل انکی وحشیانہ زندگی ہو سکتی ہے۔

جہاں عیسائیت کا قدم پڑتا ہے۔ تقوی اور طہارت خدا ترسی اور اتقا کوسوں دور بھاگتا ہے اور شراب خواری۔ زناکاری وغیرہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور پادری ایزک ٹیلر صاحب نے بھی اس امر کا بڑے زور سے اعتراف کیا ہے کہ عیسائی مذہب کے لئے تین لعنتیں لازم ملزوم ہیں۔ یعنی جہاں عیسائی مذہب جاتا ہے۔ یہ تین لعنتیں لازم ملزوم ہوتی ہیں۔ شراب خواری۔ زناکاری۔ اور قمار بازی جس ملک کے رہنے والوں نے کبھی شراب کا مُنہ تک نہ دیکھا ہو۔ عیسائیوں کی برکت سے وہاں بھی یہ اُم الخبائث موجود۔ جو شخص بڑا ہی محتاط ہوگا۔ وہ بھی ہاضمہ کی کمزوری کے لئے ضرور تھوڑی سی تو پی لیتا ہوگا۔ یا عشاء ربانی سے محظوظ ہوتا ہوگا۔ پس عیسائی مذہب کو تہذیب شائستگی اور اصلاح سے تعلق ہی کیا ہے۔ ہم نے تو آجتک کبھی نہیں سنا کہ عیسائی مذہب میں بھی حقیقی تہذیب۔ یا تقوے وطہارت یا زہد و اتقا کا دخل ہو اور حقیقت میں جب مسیح سارے گناہ اُٹھا چکا اور گناہوں کی سب سزا بھگت چکا۔ تو اب گناہ سے بچنے اور تقوے اور طہارت کی عیسائیوں کو ضرورت ہی کیا ہے۔ جہاں اسلام جاتا ہے۔ تقوے۔ طہارت۔ زہد۔ اتقا۔ خدا ترسی۔ خدا پرستی اُن لوگوں کی جزو جزو میں رچ جاتی ہے۔ جہاں عیسائیت کا قدم جاتا ہے بدکاری۔ بد چلنی۔ شراب خواری۔ نا خدا ترسی۔ قمار بازی۔ دنیا داری۔ شیطانی کام دست بستہ ہو کر آگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس عیسائی مذہب کو اصلاح سے تعلق ہی کیا اصلاح کی جان ہے اصول نیک۔ جب عیسائیوں میں اعمال نیک کی حاجت ہی نہ نہ اعمال بد سے بچنے کی ضرورت ہے تو اصلاح اس مذہب سے ایسی گئی ہے کہ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

ہاں دنیا کی دولتمندی اور اقبال پر آپکو گھمنڈ ہوگا - تو اس کے جواب میں میں عرض
کرتا ہوں کہ ملک داری اور دنیا کی سیاست و حکمرانی کی عقل الگ چیز ہے اور سچی اصلاح سچی تہذیب
سچا تقوی و طہارت اور دیگر - سادہ و قناعت، بت پرستوں آتش پرستوں اور بری سے بری مذہب والے کا انتظام سلطنت
و نظام سیاست اعلی سے اعلی رہا ہے اور رہ سکتا ہے لیکن اس سے ضرور نہیں کہ ان لوگوں میں حقیقی تہذیب بھی کچھ اثر ہو - پس اگر عیسائی
قومیں دنیا کی دولتمندی و اقبال میں بڑھ گئیں تو یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ ان میں وہ تقوی و طہارت اور حقیقی تہذیب میں
بھی آگے بڑھ گئیں بلکہ دنیا کی دولت و اقبالمندی تو حضرت مسیح کے قول کے بموجب آسمانی بادشاہت سے بے نصیب رہنے کا نشان
ہے اور حضرت مسیح نے صاف فرمایا ہے کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا اس سے بھی مشکل
ہے کہ سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہو - پس اس قول کے بموجب دولت دنیا آخرت سے محرومی اور رسنگ دنیا کا موجب معلوم
ہوتی ہے نہ کہ حصول عقبی اور حقیقی تہذیب کا باعث ہو - اگر آپکو مسیح کی پیاری تعلیم پر گھمنڈ ہے تو اس کے جواب میں
بھی یہ عرض کر دیتا ہوں کہ تمہارے خداوند یسوع مسیح کی وہ تعلیم بھی اس قدر انسانی فطرت کے بر خلاف ہے اور دنیا کی اصلاح
تو ایک طرف رہ گئی کوئی شخص اس پر عمل ہی نہیں کر سکتا - چنانچہ ابھی کسیقدر بیان کیا جاتا ہے - لیکن اصلاح کی جگہ اگر ہم ہیں یہ
تو ایمان کی بات تو یہ ہے کہ جہاں عیسائی مذہب کا قدم جاتا ہے وہاں سے تقوی طہارت خدا پرستی خدا شناسی ذکر الہی یاد عقبے
بالکل کافور ہو جاتی ہیں اور انکی بجائے دنیا پرستی شراب خواری - زناکاری حد سے زیادہ غفلت - عاقبت فراموشی اس زور سے
اعمال اختیار ہوتے ہیں کہ گویا بند بندھا ہوا ایک دفعہ ہی ٹوٹ گیا - چنانچہ یہ بات آنکھوں کے سامنے موجود ہے اس پر دلیل و گواہ کی حاجت
نہیں اور دنیا پرستی اور شراب خواری وغیرہ آئی ہی کیوں - یہ تو اس مذہب کا خاصہ ہی ہے کیونکہ مسیح کی لعنتی قربانی اور صلیبی موت
اور خودکشی اور کفارہ کی نرالی تعلیم کسی نیکی کے کرنے اور برائی سے بچنے کی ضرورت ہی نہیں رہنے دیتی - پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک
ہوکر حرام حلال کی قید اٹھ جاتی ہے اور انسان شتر بے مہار ہو کر پورا وحشی بن جاتا ہے - مسیح کی گناہوں کو اٹھا لینے کا خیال
نیکی کی طرف جھکنے اور بدی سے بچنے ہی نہیں دیتا بعض بعد میں خدا کے فرزند بن گئے آسمانی بادشاہت میں پہنچنا ہی حاصل
ہو چکا پھر تقوی طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اس مضمون کے پڑھنے کے بعد پھر کبھی
شائق صاحب اپنے منہ سے ہرگز نہ نکالیں گے کہ عیسائیت سے بھی کچھ اصلاح یا نیکی ہو سکتی ہے - یہی مذہب ہے جب انبیاء کی
حالت کی اصلاح نہیں ہو سکی اور وہ زنا قتل - شراب خواری بت پرستی اور اخلاق شنیعہ سے بچ نہ سکے تو دوسرے لوگوں کی
اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے - اگر اصلاح سے آپکی یہ غرض ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم پر لوگ عمل کرنے لگ جاتے ہیں تو اسکے جواب میں
میری گذارش ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم ہے کیا؟ کیا یہی نہ کہ تم کسی حالت میں اور کسی قسم کا انتقام نہ لو دشمنوں کا مقابلہ

آنحضرت صلعم کی تو سادگی اور تدبیر منزل کا یہ حال تھا کہ نو بیویوں سے اچھی نباہ کیا اور سب کو خوش رکھا۔ مگر حضرت مسیح نے ایک بیوی سے بھی نباہ کر کے دنیا کو کوئی نمونہ نہیں دکھایا۔ آنحضرت صلعم کی کمال تحمل اور اخلاق کا یہ حال تھا کہ کبھی آپ نے کسی شخص کو گالی نہیں نکالی نہ بدزبانی کی مگر حضرت مسیح اپنی قوم کے لوگوں کو گالیاں نکالیں سانپ کے بچے وغیرہ خطاب دیا اور کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آنحضرت صلعم کی تواضع و انکسار یہاں تک تھا کہ آپنے فرمایا کہ لا تفضلونی علی یونس مجھ کو حضرت یونس پر فضیلت نہ دو۔ مگر حضرت مسیح نے اپنے سے پہلے سب انبیا سے بڑھ کر اپنے کو ظاہر کیا پہلے انبیا کو چور اور بٹ مار بتایا (یوحنا ۱۰ باب ۸) آنحضرت صلعم کی ورع اور تقوی یہاں تک تھی کہ آپنے کبھی اجنبی عورت سے ہاتھ نہیں ملایا نہ خلوت میں کسی عورت کے ساتھ کبھی بات چیت کی مگر حضرت مسیح کا بیگانہ عورتوں سے ملنا اور اختلاط وغیرہ انجیل سے ثابت ہے۔

آنحضرت صلعم کی وفات اور رفع عزت کے ساتھ ہوا مگر انجیلی مسیح کا رفع عزت سے نہیں ہوا بلکہ وہ لعنتی ہو کے مرا اور ملعون ہو گیا۔ عبادت کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم ساری ساری رات خدا کی عبادت اور تہجد میں گذار دیا کرتے۔ تہجد میں آپکے پاؤں مبارک ورم کر جاتے مگر حضرت مسیح کی عبادت و شب بیداری کے متعلق کچھ ثابت نہیں۔ آپ صلعم کی عفو کا یہ حال تھا کہ باوجود قدرت اور طاقت کے اپنے اپنے دشمنوں کو معاف کیا اہل مکہ جنہوں نے ایک عمر آپکو دکھ دیئے تھے جب آپنے ان پر فتح پائی تو لا تثریب علیکم الیوم کہکر انکو سب قصور معاف کر دیئے۔ مگر حضرت مسیح کی نسبت ہرگز ثابت نہیں کہ کبھی انہوں نے قدرت پاکر کسی دشمن کو معاف کیا ہو۔ آنحضرت صلعم کی استقلال و استقامت کے پاؤں کبھی ذرہ بھی جنبش نہیں کہائی مگر حضرت مسیح ہمیشہ مصیبت پر ہی اور صلیب کے وقت بھی گھبرا گئے۔ حضرت رسول کریم کی تعلیم کا اثر ایسا تھا کہ وہی لوگ وحشی سے انسان اور انسان سے بااخلاق انسان اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بن گئے اور سارا عرب آپکے جیتے جی مسلمان ہو گیا اور صحابہ کرام بعد میں دنیا کے بادشاہ ہو گئے۔ مگر حضرت مسیح کی تعلیم کا اثر ایک بھی نہ ہوا بارہ حواری تھے سارے کمزور ضعیف الاعتقاد اور بے ایمان تھے اور انہیں سے ایک نے تو ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مسیح کو پکڑوا دیا۔ باقی صلیب کے وقت غائب ہو گئے۔ آپ کی تدبیر اور رائے ایسی صائب کہ تمام دشمنوں اور مخالفین کی تدبیریں انکے سامنے ہیچ در ہیچ ہو گئیں آپکی دیانت امانت تقویٰ عصمت و عفت اور اعلیٰ اخلاق کے دشمن بھی قائل ہیں۔ آنحضرت صلعم کا توکل ایسا تھا کہ سارا عرب آپکا دشمن تھا اور جمیع اہل مذاہب آپکے مخالف تھے مگر کبھی آپنے پروا نہیں کی۔ غار میں جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ حضرت وہ دشمن آپہنچے تو آپنے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آپکو اپنی صداقت پر ایسا یقین تھا کہ کبھی جنبش ظہور میں نہ آئی اور اسی طرح آپکے تمام اخلاق اعلیٰ سے اعلیٰ تھے جنکی نظیر کسی بشر میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

تمت

کاتب سراج الدین عفی عنہ ساہووالیہ

اطلاع

عرصہ قریباً پانچ چھ سال سے ظفروال ضلع سیالکوٹ میں انجمن حمایت اسلام قایم ہے۔ جہاں دینی و دنیاوی تعلیم بوجہ احسن ہوتی ہے اور کسی قدر یتیم بچے بھی وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ سب صاحبوں کی خدمت میں گزارش کیجاتی ہے کہ چندہ ماہوار سے انجمن مذکورہ کو مدد دیکر ثواب دارین کے مستحق بنیں۔ والسلام علی من اتبع الہدے

خاکسار

غلام قادر ساکن پنڈوریاں نوڑیاں چک نمبر ۱۳۲ املک باد

انوار الاسلام

ماہواری رسالہ

[illegible] علماء و [illegible] ان [illegible] الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت والامیں نہایت ادب سے گذارش کیجاتی ہے کہ آریہ عیسائی برہمو وغیرہ اقوام کے حملے اسلام پر دیکھکر یہ رسالہ شایع کیا گیا ہی اور غنیمت میں اہل اسلام کیواسطے بڑی شرم و ندامت اور ذلت بیشرمی کی جگہ تھی کہ آریہ اور عیسائیوں کے تو کئی درجن رسالے و [illegible] اپنا ایت حمایت باطل میں شایع ہوتے اور مذہب حق یعنی اسلام کی طرف سے انکا متقل جواب دینے والا ایک رسالہ بھی نہ ہو بنا بریں ہمت بیہ خدمت اسلام پر اٹھائی ہے امید ہے کہ سب صاحب جنکو اپنے خدا اور پیارے رسول مقبول سے ذرا بھی محبت ہے وہ اس رسالہ کی ترقی کو اپنا ایمان سمجھینگے آجکل ہا را جہاد یہی ہے کہ اسلام پر حملے دفع کئے جائیں اور قلمی جنگ کیا جائے سو مبارک ہیں وہ لوگ جو اس مقدس جہاد میں شریک ہوں۔ قیمت سالانہ معہ محصولڈاک ۱۲؍ نمونہ کا پرچہ مفت

الملتمس منیجر رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ